

ہمسفر

فرحت اشتیاق

پاکستانی پبلسٹک ڈاٹ کام

لیجو مسر - بری

پستخان ورد صادق آباد

لوٹ کتاب کے لئے لکھا ہے۔ کتاب بھلی
ہے اور لکھنے والا بڑا دلکش ہے۔ کتاب کی قیمت
5704367



فرحت اشتیاق

گھر

ایک بکر کو وقت تھا۔ سورج چاہتا ہے کہ وہ اور زمین
پر آگ اور پتھر پر سا باقی رکھنے والے کو پیسے سے
گرمی سے لالٹ دیا پس پتھر ایک میں رکھا اور اس کا
مذہب پر شکستہ تک کی طرف گوی جس کا کہہ کر
چاہتے تھے کہ حال اور بے مثل تھا۔ جتنی جیتنے کے ہے
تو ماشا استعمال کے سب سے دیکھنے پر یوں نظر آتا
تھا جیسے وہ پوری بلند تک گھاس سے بنی ہے۔ شکر کے
قلب میں گھر کی سب سے اہم ترین کاروباری شاہی راہ
جہاں اس تمام اہم ترین اداروں کے چاکر موجود

مکمل ناول



کرتی وہ عمارت کے بالکل قریب پہنچی چار بیڑیاں چڑھ کر اب وہاں شاندار پیشے کے دروازے تک پہنچ گئی جس کے اندر اور بہر پورہی اور سکریٹوں کا گڑا چلنے پر مضام کہنے سے خود دوانے کو گولہ کر اس نے اندر قدم رکھا۔ وہ بیڑیاں بالی مرتبہ ہی گئی اس لیے یہ نہیں جانتی تھی کہ جس سے اس نے داخلہ ہوا ہے اس طور کے جس کمرے میں لگے ٹھہر چکا ہے گڑا طور پر رہی جو وہ بے ہوشی سے اس نے اپنے مطلقہ فیصل کے آس پاس ہی بہت ہی چمکے ہواں سے وہ منٹ میں بائنی مطلقہ مطبات کے کھیل کے بدو آب و فطرت کی طرف جا رہی تھی۔ وہ لطف کے پاس اگر کھڑی ہوئی کہ لطف کو اتنا طویل اگر کسی اور میں میں نہ تین ہزاروں دوڑا لیں باہر نکلیں اس سے لطف میں خود رکھانے کے پیچھے وہ سوچی کہ یہ لطف ہو سکتا ہے لطف سے لطف اور اس میں داخل ہو سکتے یہ سب مردود لطف الہی تیار ہوں میں کار پورہ منٹ چلنے کے لئے لگانے اور اس کو کوہلو کر کے نظر آ رہے تھے جو اس شاندار عمارت میں داخلہ ان کے کوارے کی ایک عمارت تھی۔ جس فیصل کے لیے کہم لوگ تخت تھے جس کے سامنے یہ سب جا رہے تھے ان کاں قہار جس کے ساتھ خوش اور قانونی لطف سے اس کا باہر بیٹھے وہاں سے نہیں سوچ رہی گی۔ وہ تو تھا آتا سوچ رہی تھی کہ کس اہل میں سے کوئی نہ وہ چلنے کے لئے وہ یہی کیا کر سکتی تھی یہ پھلانی تھی ہے پھلانی ہے تھی۔

نور کیا چیز ہے انادار کی محبت کیا چیز ہے اس عمارت میں قدم رکھنے سے بھی پلٹے جس کے لئے وہ کواں فیصل سے لطف سے لطف پر چڑھا گیا تھا ہی سمجھ گیا تھا عمارت کے گڑا آب میں چھٹی تو سلامتی عمل ٹھیک سے تھی۔ اسی ذات پر سلام اور نور خالص میں ل گیا تھا ایک زمانہ میں بہت ٹھیک سے رہے تھے اسے اپنی چاہنے والی میں سے جس سے چاہنے کے خود راہی اور عزت نفس کے معیار پر ہم ٹھہرے تھے اور اس کے لیے یہ ہم اور اس کے لیے اپنی عمر بھر کی سلامتی اور اس کے گڑا کوارے کا کوارے کی تھی اس میں شامل ہونا ہے وہی وہی۔ انی عزت اپنی تہہ تھی ان کرنا پانی کرنا ہے۔ جان اور تہہ سے تو گڑا تہہ جیسا کہ اسے اور خود راہی، خود کو بہت کچھ سمجھا تھا۔ گڑا مکت سوچ کر اور پھر طرف سے جس سے ہونے کے بعد وہاں لگتی تھی۔ یہ فیصل کوئی پہنچانی لاتی فیصل میں خود کوئی نہیں اس کے پیچھے اس کے پیچھے اور وہ ہیں کے بعد وہاں آئی تھی۔ وہ اس فیصل سے سرتے ہی تک وہ پہلے ملتا نہیں جانتی تھی۔ وہ اس کی شکل دیکھتا تھا اس کا نام بھی جیسے ہی دیکھا وہی سنتا نہیں جانتی کسی اور کج نظیر ہی کے روحی شکل کیا کہہ خود اپنے ہی سے مل کر اپنی مرضی سے اس فیصل سے لطف پارہی تھی۔ اس کے سامنے کسی اور راستہ ہی نہ تھا۔ کوئی بھی تو کہہ دیتے تھے اس کے سامنے جو انتخاب کرنا ہوتا ہے یہ فیصل حرم و عزت نفس اپنی و اپنے جگر کا کھویا یا خود راہی۔

اور ایک سال کو وہاں اس کے سوا کہیں وہ سکا تھا۔ ہمیں حرم ہمیں اپنی ہی سے جگر کا کھویا جس کی زندگی بہت مسالحتی اور خوشی کے لیے صرف تا آئی کسی کو خود کو کہیں بھی نہ کرنا۔

خوشی کی مسالحتی کے لیے اپنی عزت و قدر کی پہل کا فیصلہ کرنے کے لیے وہ اس وقت عمارت میں پہلا قدم رکھتی تھی کہ اندر کی عورت پہلے چلائی ہو سکتی تھی۔

تمہیں نہیں لگتا کیوں؟ آخر تکیاں چلوں میں اس کا نفس کیوں کہل کر اندر داخل ہوئی اس کا نفس اتنا ہی شامہ اور ہونا چاہیے قلب مجسم اپنی شہر اور بی طرفی کی وجہ سے لگتا تھی سے آراستہ اس آفس کے اندر الگ

کھنکے کے پاس۔ آخر تکیوں اس نے بھی عزت تھی کہ اس نے ہمیں دیکھا کرنا تھا لیکن وہاں میں اس کا ظلم اور سفاک انسان کے در پر۔ تمہیں اس عورت کی یاد آتی تو پورا برس اس میں کرنا ملا رہی گی۔ جو اس عورت سے کہہ رہی تھی کہ کوئی بھی کی جان کی مسالحتی کے لیے اگر اسے فیصل کی منت بھی کر لے کرے اسے اس سے پہلے کی جانچ کر سکتے تھے بھی کرنا چاہتے۔

دانت سے مل کر تھی۔ یہ اس نے ہنر تک کا جب ظور قند کو ریشورہ کر کے قند مسند رنگ کے نشی نا گڑے مزین فرش ہوں چنگا ہا تھا کہ انسان کو اس میں اپنی شکل تک رکھانی ہے۔ چاہے وہ بیوں اطراف کی بند کمرے تھے فن کیوں کے باہر تھوڑے اصولت کا پہلوں پر خوب صورت کولن میں خوشنما تاڑھیں کرتے ان اور پاس رکھے ہوئے تھے اس ظور پر نظر فرمایا تو اس سکون کاراج حاکم کی وہ ظور تاجور اس پہنی کے انوارتہ اوکلٹ کا شیخ و مرکز قلعہ اس ظور پر قمار ڈال کر کھڑو لور و را ہیئرز کے کھنکے تھے۔ یہ ظور قند اور اس کے بیڑو ظور کا بھی خود اور قلعہ پر پھر قدموں سے چلتی اس آفس کی طرف جا رہی تھی۔ اس خاصوشی اور دلہری میں نہیں نہیں اندر کبھی آفس میں جتنی فن کی کھینچیں لور کی دیوانے پر غریب فیصلوں کو آواز دے ہوں شکی سے رہی تھی جیسے میدان بغلے کے اندر کھٹ کھٹ پیدار ہو رہے ہیں۔ دھڑو دھڑو لنت کے ادا راج ہور سے ہوں۔ وہ اپنی بڑھتیں اور پرفیڈ انٹیکو ٹی کے دفتر کے سامنے پہنچ چکی تھی۔ باہر ہو چکی ہیں لنت سے اس کے کراٹھ انداز کے سبب اندر جانے سے روکا نہیں تھا۔ گڑا ہے ایسے ہیں کو تو شایا اس آفس کے اندر قدم بھی نہیں دھرنے دے جاتا ہوگا۔

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے
بہنوں کے لیے ایک اور نیا دل
تیرے نام کی شہرت
شازینہ چودھری
قیمت۔۔۔ 150/- روپے
نگوانے کا پے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37- اردو بازار کراچی۔

میں ہوں گی۔ آپ کو گنی ہو گئے ہیں میں اس منہ کے اندر خود میلے سے ہونے لگا۔
 استریٹ کی عین سے اس کے صف سے سرخ چربے کو ہتھی کر ہزار ہا چوکے ساتھ جہاں دنگی کر سکیں میں سے ایک کڑی کھیت کر لیا میں نے اس پر بیٹھ گیا۔ اس کے صف سے اور اسی جگہ پہنچنے سے نیچر اس نے ہاتھ میں تھا اس کو کھل کر اس میں سے ایک کھڑا قصبہ نکالا اور اسے عین ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے سامنے رکھا۔

میں چوٹی چاروں کی بیٹی عین صبر کی جیسے وہ کسی سے ہماری اس بیٹی کو نکالنے لسنے کا سبب آپ ہیں۔ نہ نہ۔ بہت سبھی کر میں آپ سے اپنے کو کھڑکی کی کھلی لینے آئی ہیں کہ آپ اسے اپنی لالہ اور میرے گردے کو سرخوئی حلانا دیں۔ یہاں تو بات اور ہی ہے یہی بیٹی کی کھلی ہے۔ یہ اس کا بیٹی اور تو کافی حق ہے کہ اس کا آپ اسے اپنی لالہ لسنے یہی بیٹی بہت چاہے اس کی بات سبزی ہوئی ہے۔ میرے آپ کے اس یہاں آئے کہ بعض لذتی مشغولے کر میں اپنی بیٹی کو اس کے امیو کی روپ سے وہ یہ دو لاکھوں ہو اس کے طلاق کے لیے تیار ہے۔

اس کا وہ طریقیں ہا ہوا اور اقل سے اپنا کر اسے کا چھوڑا گیا کہ یاد کیا تھا اس میں اس کی بیٹی نے آگے کھولی میں جہاں وہ چار سالوں سے رہی تھی۔ وہ بیٹی جس کا آپ ایک بہت امیر تھی تو واقعی عمر ہی کی زندگی میں دینی تھی۔
 وہ سب میں آپ کے گھر سے گئی تو تقریباً پانچ پونہ ہفتا کی پر نیکسٹ گئی۔ میرے اس چھوٹے کا کھیت سب چاچوں کو آپ کو کھڑا کر دینے پورے کلنگ سے لے سکا۔ آپ کے گھر سے جانے سے کل دن وہ کل میں سے اپنا چھتیس۔ بہت وہیں سے لیا تھا اور ان کے کلنگ سے بیٹھنے۔ وہ سالہ چار سالہ ہو چکا اور آپ کو خود لہ جالنے گا رہا۔ یہ ماہی کی جسم حسین کا رہتا تو ریکٹ کے 30 اپریل 1941ء کے

بے اور انہی کو آپ سے اس کے قلب میں کیا آیا ہے وہ ہا ہا بہت محبت میں گئی۔ حرم نورانی کی زندگی کے سالانی ہر بات اس کے ذہن سے ایک وقتی ہی تو ہو گئی۔ وہ کھلی اور اس میں سب سے ہونے کو کھل کر اس کے اندر حال ہو گئی۔

اس طرف وہ عین اور جیو جیز کے پتے پتے غرتے کر گئے وہ عین بیٹھ تھا اپنی شخصیت کی ہا ہا بگھری سے عمل واقف اپنے مقام اور مرتبے سے عمل لگا۔

سیارے ایک کا بہت قسم کا پہلیں سوٹ لڑا پتھر سک تھی، یعنی علی بن اور سک لیکن اس میں اس کی سولہ ٹرانس فرم کی کھلی کو اس کے سامنے سیر سے گئے تھے وہ کو گنہ تھا اس میں ہاتھ میں دیکھ رہے تھے وہ گنا تھا اور جس کسی سے یہی صورت کے تمام میں منگھ رہی تھی۔

جن کی تعداد میں فریضوں اور فرخ طیلوں سے عملت ہوں وقت اپنے تو گنوں کو چھوٹے کا کار ہوا جس سے سوا تھا۔
 ظلم کو میری رہ کر اس نے جھنگو کا تمام کرتے ہوئے کہا۔

”میں تم کو بے بھر شام میں لے رہے ہیں“ اوکے افسوس کہ میں یہ تقریر ہی تو اس کا بہل کو سو رہا ہے۔ گیلہ اسے دیکھ کر یہ سیدہ ہاتھ میں لے لیا کہ میں نے کسے کہے تو وہ باہر سے آئی ہو گئی وہ لکھنا ایک ایک فرما دار اور جن اٹھاپی اڑتے اچھو کے ساتھ اس کے بہت سے میں سامنے آ کر گئی ہو گئی۔ اس نے دیکھ کر ایک دم ہی بوری اڑت سے لکھ لہا اور اپنی گری سے کھڑا ہو گیا۔

اس کے کچھ کتے سے پہلے ہی وہ سکان لیے میں بلے۔
 وہ سب مجھ سے شدید نفرت کرتے ہیں اور میری نقل دیکھنے کے بھی بار بار میں ہیں۔ یہ بات میں جانتی ہوں۔ لہذا اپنی انسانی صلاحیت سے مجھے سب کی سہ سے کچھ ضروری بات کرنے کی اولاد، زیادہ وقت

میں آپ انتظار کیجئے۔ میرا بھی یہی ہے۔ آپ کو تو وہی رہیں۔ میں جانتی ہوں کہ ”ہم کلام رکھتے ہوئے“ نیکرز ہی کے گرنے کے وہ سے گرنے میں رہنے خود صورت سے صوفیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ لے۔ پہلی سے پہلی ایک موسم پر آ کر خاموشی سے بیٹھی تھی۔

ایک دم۔۔۔ جن۔۔۔ گزری میں آگے جتا رہا ایک کھلی میں کے اصحاب کو تو زیادہ قنات اس کے اندر شوق سے تو ایشیا امیر تھی کہ کھانک میں سے کوئی بیٹی نہ تو تھپائی تھی۔ بہرورد کر اس کے کھلیوں کی پوری صورت بلنے سے وہ سب اس کی حرم میں ایک وہ میں عمل طور پر مجھ باب ہو چلے۔ وہ ہوا تیش سے اچھا اور لہ لہا تھی اپنے انہر کی رنگت میں اللہ ہی تھی۔ زیادہ گنہ ہو رہی ہوں۔ اس سے نیکر بیٹی کو اسے کچھ سے پہلے پہلے پایا۔

”میں آپ بندہ جا چکی ہیں۔“ سے پہلے چھوٹے کر وہاں بھی آئی آنے ایک جلس کوڑے سے اٹھا روہی گئی تھی۔۔۔ صوفیہ پر سہ گئی تو اس کے قدم لڑکھارے گئے۔

”مہمت خود صحت ہا ہا پہلی سے لے صرف اپنی میں سے لے کر اس بات سے اور رہی ہو۔ اس کی زندگی سے زیادہ اہم تو میں ہے۔ تاملوی عزت“ افسوس ہی بنا“
 تہارہ اور قاد۔
 اس نے وراڑے کی طرف جانے کے لیے قدم اٹھانے لیکن وہ بھی تنگ جانے اور نہ جانے کی شخصیت میں تھی۔

آج کل کے Paediatric Surgeon کی پتھر وراڑے لب وہی ہیں میں جانتی اس کے اور گرد کو نہیں۔

”آپ کی بیٹی کی زندگی چھوڑیں۔“
 ”اس کی جیلہ از جلد اورین ہارت سر جزی ہو جاتا ہے۔“
 ”اگر سر جزی میں یا تھری گئی تو آپ کی بیٹی کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔“

میتھو مجھے سے کہا۔
 اتنا تو کہہ کرے آئی تھی کہ وہ یہاں سرفا کر نہ گیا اپنی چاہ اپنے اندر اپنی گفتار میں کسی چیز سے اپنی کوئی یہاں کی یہ بھی ظاہر نہیں ہونے دیکھی۔
 ”آپ کا ہم؟ آپ نے اپنا ہارت لے رکھا ہے کیا؟“

واقعی یہ سوال ہی کنی کہ وہ ایک بہت صوفی اور بہت چڑھے تھی سے جلدی ہے جس کا حالت بہت تھی ہے۔
 ”میں نے اپنا ہارت نہیں لیا مگر میرا ان سے مانا بہت ضروری ہے۔ یہ آپ کے نہیں“ ایک پر عمل کویت کا کام ہے۔ آپ اپنی میرے بارے میں بتا رہے۔ اگر وہ اپنی صوفی ہیں تو میں انتظار کر سکتی ہوں۔“

اس کے دو ٹوک لے میں یقینہ اپنی کوئی نہ کوئی بات میں خبر لیا۔ کھڑکی کو ضرور محسوس ہوئی تھی جو اس سے مراد لگی اپنی گمان کو اقرار میں ہانے مشتش اور بہت مضبوطی وراڑے کے وہ سری طرف بیٹھے اپنے اس کو اس ملاحظہ کی خبر دینے کے لیے ہزار کام کی طرف تھی۔

”میں آپ کا کام؟“
 ”مہتم“
 ”اس سے نہ بات چیرے کے ساتھ ظاہر بہت مضبوطی اور صاف سے انداز میں ان تعارف کر لیا تھا اور ساتھ ہی میں ایک بہت چھوڑا دیا اور ہا ہا تھار کہ وہ یہاں خود اس میں کس قسم حسین کی لہ کی حیثیت سے آئی ہے۔
 ”میں اگر ہم ہم میں ایک خاتون کی ہے نہ جانتی ہیں کہ وہ رہی ہیں کہ آپ کے نہیں“ چچہ پر عمل اور ضروری کام ہے۔“

”تو سر اپنا ہارت تو میں قلم میں سبھی ہی سہہ لکھ رہے۔“ وہ خاموشی سے گزری نیکر ہی کو عاجزانہ سے میں کس سر اور سبزی گری گری کر کے سن رہی تھی۔

یعنی آپ کا گھر جوڑنے کے تقریباً ساڑھے چالیس سال پہلے
 میری بی بی محترمہ میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ ایک برقی
 ٹیبلٹ پیشہ واری تھی۔ اس وقت سرٹیفکٹ کے عملی
 ہونے میں چھوٹے ہو تو آپ اس کی تصدیق کر سکتے
 ہیں۔ اس کے لیے میں طرز پر کارڈ تیار کرتا ہے جو
 معلوم نہیں ختم پیراس کے تیز رفتاری سے ہوتے
 اسے اس کا معلوم تھا کہ اس معلوم اور اس کا انسان
 کے گیت آرٹ ایک دست کرنے سے پہلے پلٹے سے
 لڑکیا تیری پر کر گئی تھی۔

DNA Paternity test کرانے کا حکم
 آپ کو پوری اور پھر ذرا سی مادی چھائی کل کرمانے
 آج کل کرکے ایک عزت دار انسان ہیں۔ کوہت
 پوری میں یقیناً آپ کی جگہ بنائی ہوئی۔ آپ چاہیں
 تو **DNA testing** بھی کروائیں گئے ہرگز
 کوئی اعتراض نہیں۔ اس وقت سے اپنی گزارش ہے
 کہ چھوڑ کر بھی آپ کو مانا ہے، یہ مادی ذرا جلدی
 کر گئے تھے اپنی بی بی کے آپ کرانے کے لیے بی بی کی
 فوری ضرورت ہے۔ وہ علیہ ذکا لیا انتھار۔
 کر گئے۔

کہاؤ گے اور براہ حقہ دوسوں سے چلتی ہوئی ہولناک
 سے لڑ کر لگی۔
 چلتی ہوئی اپنی ایک جگہ گرنے کے لیے اس نے اپنے
 اندر جی جی وہ سب ہاتھ دم رکھنے ہی یوں لگا کر
 نے مادی کی مادی پھر ذرا سے وہ لڑکھانے
 قدموں سے نرک کے کانٹے سے دست چاتی رہی۔
 اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو برس رہے تھے
 اپنی جھل اور دست پتار بی بی کے سامنے ہٹے سکرانے
 ہوتے چلنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے سب آنسو
 بیٹھا کسی میز پر مڑا لے۔

فون لگ کر بھی رنج میں کر سکتی تھی سیری طبعیت
 ٹھیک نہیں ہے۔ "انگریزوں میں اس نے اپنی سیرتاری کو
 بدلتی تھی۔
 "میں سزا سننا ماننے میں نے شکر کر کے
 ساتھ آپ کی بیٹھ ہے اور ابھی سزا سننا لاری کے
 ساتھ آپ کو گئے۔"
 "جب تک اس کے قدم اپنی بیٹھیں کھینک کر دیتے تو
 پھر اس میں بیٹھ کر پوچھ لو تو سب کچھ بھی شامل
 ہے۔ اس نے سب کچھ میں بیٹھ کر گھر کے بیچوں
 بہت نڈر سے نجات۔

استانی بزرگ رفتاری سے ہوتی کرتے اس نے
 حکم کا پھر سرٹیفکٹ بھی اس کی تصویر کے اوپر اس
 کے سامنے رکھا تھا۔ اس نے جس طرح تصویر کو نظر
 افکار نہ دیکھا اس طرح اس وقت سرٹیفکٹ کو بھی
 نہ دیکھا۔ یہ اپنی کر کے کے سامنے وہ لہو اپنی بی بی کی
 ضمیراں کیجے کر اٹھا۔

ہوتے پڑے ایک بل کے لیے وہ غلامش اپنی عمر
 نامہ بی بی بھی سے معلوم نہیں تھی۔ یہ اس نے اپنے
 ہاتھ میں پکڑی فائل پوری کی پوری سیرا پے چلے
 رگے آفتاب اور تصویر کے اوپر رکھی تھی۔
 "اس وقت میں میری بی بی کی تمام سیرت اور اس
 کی فوٹو لکھا ہوا ہوا۔ آپ بھی جی ڈاکٹر سے
 تصدیق کر سکتے ہیں کہ فوری سیرت میں کئی ضروری
 ہے۔"

وہ پھر زمین کے ساتھ اس کی زبان میں طرز اور
 عمارت سے بات کر کے تلی جی جی ترمیم تو تقریباً
 کے اٹھانے کے ساتھ نہیں پھر بھی وہ کہتی تھی
 اس کے پاس اس کے گھر پر بیٹھ گئے وہاں تک
 درخواست تو کی تھی تاکہ وہ اپنی بی بی کو اپنی بی بی تسلیم
 کئے اپنی اولاد مان لے اور پھر اس کا حق دے۔
 جس آٹھ مصلحت اور یوں بیٹھ گئے تھے خرد اس مان
 کی فائل آؤ تو کار اور عزت ختم کر گئے اور یہ ہونے
 میں۔ تو اس کے بعد وہ بھی سڑا لگا کر کھڑی نہیں ہو سکتی
 تھی۔ سڑا لگا کر لگی تھی اور سر جھانکے یہاں
 سے جلدی تھی۔ اپنی وہی پہچان لے لیا۔

وہ لہو اپنی بی بی میں گھر سے بیٹھا تھا۔ وہ غصہ
 غضب کا زبان نکال رہا تھا۔ اس نے وہاں محسوس کرنا تھا
 اسے خود اپنی بیٹھ کے کان لگا لگا مشکل ہو رہا تھا۔ خود
 اسٹان اس وقت لڑنے اور یہ طبعی ہے اس کے سامنے
 اگر سب سے صحیح سلامت وہیں بھی پہلی کی فورہ
 دیکھا۔
 کیا لگا تعلیم اور اطوار بہ محاصرے میں باعزت
 اور غریبان تمام غریبان کو بے عزت بنانے میں لگا
 اسے جان سے نہیں لینا ہر گناہ سے جان سے لگا کر
 خود بھی بڑھ جا تا تو کم از کم بے عزت لہو اور اس کی
 اس زندگی کو بیٹھ سے تو اسے نجات مل جائے۔

مگر یہ دیکھتی بی بی محترمہ کا گروہ۔
 اس نے ایک اور گٹھ اس کے آنکھوں میں میری بی بی
 کا گروہ B+ ہے۔ شاید آپ کو یاد ہو کہ
 B+ سیرا لڈ گروہ نہیں B+ ختم عالم کا گروہ
 گروہ بھی نہیں ختم ہوئی۔ آپ کا گروہ گروہ مشور
 ہے اگر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ گروہ گروہ گروہ گروہ
 کرنا اس بات کی ضمانت نہیں کہ آپ ہی میری بی بی
 کے باپ ہیں گروہ گروہ کا گروہ ہوا ہر مل میرے
 اس کے نفس میں ایک ماہک ہوا تو ہے۔
 اس وقت اور یہ کچھ ملنے میں یہ سیرا لڈ گروہ جانتے
 ہی ہوں گے کہ گروہ کا گروہ آپ اس کے سیرا اور آپ
 کے گروہ آپ کا کسی سیرت ہو کہ گروہ "O" اور
 "O" کا کسی سیرت بھی بھی B+ نہیں
 ہو سکتا۔

آپ نے میں نہیں دیکھی ہوئی ہیں۔ آپ میرے
 دوسرے کی تصدیق میں میری بی بی کو دیکھا چاہیں یا اس
 کے گروہ دیکھیں گے وہاں گروہ کی تصدیق کے لیے
DNA testing کرانے کے لیے سب کچھ لکھتے
 کرنا ہے۔ اسے سیرا سیرا اپنے کچھ مضمون اور انگریز
 کے پاس لے جانا چاہیں تو گئے ہرگز کوئی اعتراض
 نہیں۔
 فائل کے لوچ اس نے اس جگہ کا بھی ہٹا کر دیا
 جس پر غصہ اس کی لگی کے گھر کا کچھ مضمون اور اس کا
 اپنا ماحول سیرت تھا۔

وہ اس کے پاس سے جا چکی تھی اور وہ کر رہی تھی ایک
 ہی ذرا سے بے پھر کسی جنس کے سارکے بیٹھا تھا۔
 اس نے اپنے سامنے روحی تصویر تک کو نظر افکار
 نہیں دیکھا تھا۔ خرد اسٹان اس کے ہنس میں ہاگ
 اس میں وہی ویرا بی بی خرم اور عزت تھی اسے زندگی
 مجرور وہاں بھی اس کے سامنے اس میں غلے ہے ختم
 اسے کہا گیا تھا کہ مجھے اس کے دماغ کی ورکس میں
 جانیں گی۔ اس وقت کے میں شریہ اسٹان میں وہ چلنے
 سارے چار سالوں سے زندگی گزارا تھا اس وقت
 دست پر اسٹان میں کی گناہ کیا تھا۔
 "ان کی تمام اپنی بیٹھیں کھینک کر دیتے ہیں کوئی

میں اس کے پاس سے جا چکی تھی اور وہ کر رہی تھی ایک
 ہی ذرا سے بے پھر کسی جنس کے سارکے بیٹھا تھا۔
 اس نے اپنے سامنے روحی تصویر تک کو نظر افکار
 نہیں دیکھا تھا۔ خرد اسٹان اس کے ہنس میں ہاگ
 اس میں وہی ویرا بی بی خرم اور عزت تھی اسے زندگی
 مجرور وہاں بھی اس کے سامنے اس میں غلے ہے ختم
 اسے کہا گیا تھا کہ مجھے اس کے دماغ کی ورکس میں
 جانیں گی۔ اس وقت کے میں شریہ اسٹان میں وہ چلنے
 سارے چار سالوں سے زندگی گزارا تھا اس وقت
 دست پر اسٹان میں کی گناہ کیا تھا۔
 "ان کی تمام اپنی بیٹھیں کھینک کر دیتے ہیں کوئی

دہا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوتے
 بدلت کر رہی تھی
 "دیکھو میرے سب دماغ میں آپ سے اس وقت
 اسٹان میں رہتے ہیں اور کوہت بھی کر سکتی تھی۔
 سیرا گوارا چاہے جتنا بھی مشکوک ہو۔ کوہت

آپ نے میں نہیں دیکھی ہوئی ہیں۔ آپ میرے
 دوسرے کی تصدیق میں میری بی بی کو دیکھا چاہیں یا اس
 کے گروہ دیکھیں گے وہاں گروہ کی تصدیق کے لیے
DNA testing کرانے کے لیے سب کچھ لکھتے
 کرنا ہے۔ اسے سیرا سیرا اپنے کچھ مضمون اور انگریز
 کے پاس لے جانا چاہیں تو گئے ہرگز کوئی اعتراض
 نہیں۔
 فائل کے لوچ اس نے اس جگہ کا بھی ہٹا کر دیا
 جس پر غصہ اس کی لگی کے گھر کا کچھ مضمون اور اس کا
 اپنا ماحول سیرت تھا۔

وہ اس کے پاس سے جا چکی تھی اور وہ کر رہی تھی ایک
 ہی ذرا سے بے پھر کسی جنس کے سارکے بیٹھا تھا۔
 اس نے اپنے سامنے روحی تصویر تک کو نظر افکار
 نہیں دیکھا تھا۔ خرد اسٹان اس کے ہنس میں ہاگ
 اس میں وہی ویرا بی بی خرم اور عزت تھی اسے زندگی
 مجرور وہاں بھی اس کے سامنے اس میں غلے ہے ختم
 اسے کہا گیا تھا کہ مجھے اس کے دماغ کی ورکس میں
 جانیں گی۔ اس وقت کے میں شریہ اسٹان میں وہ چلنے
 سارے چار سالوں سے زندگی گزارا تھا اس وقت
 دست پر اسٹان میں کی گناہ کیا تھا۔
 "ان کی تمام اپنی بیٹھیں کھینک کر دیتے ہیں کوئی

میں اس کے پاس سے جا چکی تھی اور وہ کر رہی تھی ایک
 ہی ذرا سے بے پھر کسی جنس کے سارکے بیٹھا تھا۔
 اس نے اپنے سامنے روحی تصویر تک کو نظر افکار
 نہیں دیکھا تھا۔ خرد اسٹان اس کے ہنس میں ہاگ
 اس میں وہی ویرا بی بی خرم اور عزت تھی اسے زندگی
 مجرور وہاں بھی اس کے سامنے اس میں غلے ہے ختم
 اسے کہا گیا تھا کہ مجھے اس کے دماغ کی ورکس میں
 جانیں گی۔ اس وقت کے میں شریہ اسٹان میں وہ چلنے
 سارے چار سالوں سے زندگی گزارا تھا اس وقت
 دست پر اسٹان میں کی گناہ کیا تھا۔
 "ان کی تمام اپنی بیٹھیں کھینک کر دیتے ہیں کوئی

اگر کسی کی بیوی اسے دھوکا دے تو اس کی اولاد غیرت پر جوت پڑتی ہے اور اگر کسی کی بیوی جسے وہ ہے حد و بے حساب چاہتا بھی ہو جس پر وہ آنکھیں بند کر کے لڑھا اٹھتا بھی کرتا ہو اس سے بڑا تکی کی مرگب ہو تو اس کا پورا وجود فتنہ ہو جاتا ہے۔
 وہ اشعر حسین سارے ہمارے مل کی ایسی ہی روزہ روزہ ہو کر بکھرا تھا۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ چاہا تھا کہ وہ خود کو بھی مار ڈالے اور خود کو بھی فتنہ کر لے مگر اس میں توفیقی زندگی کو خود اپنے ہاتھوں سے فتنہ کرنے کی بھی جرات نہیں تھی۔ سو یہ ولایت آمیز زندگی وہ پھر سے جینے لگا تھا۔

وہ اظہارِ زندہ لوگوں جیسے سب کام کرنا تھا۔ کھانا پینا اور لڑنا جیٹا جو کوں سے ملتا زندگی کے تمام معمولات وہ بجا بجا تھا مگر وہ اندر سے فتنہ ہو چکا تھا اس کے سب ہنستا بھول گئے تھے۔

خود نے جو دھوکا اسے دیا تھا۔ جو رولے پھیلایا تھا اس کے بعد اب وہ زندگی میں کبھی کسی پر اعتبار نہیں کر سکتا تھا اب وہ زندگی میں وہاں کبھی کسی سے محبت نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے اسے تلاش کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ اگر کرتا تو اتنا پاشا اور لٹا طاعت و رتھا کہ اسے پاگل سے بھی پھل ملتا۔

اسے ایک اہیت نامک موت دیتا اس کی لاش چل کر وہاں کے آگے ڈال دیتا۔ مگر پانی اتر اور سوخ یہ طاعت استعمال کرنے کا اس کا دل ہی نہیں چاہا تھا۔ وہ اس کی تلو میں اس کی عزت اس کے دھوکہ کو جو ذک پہنچا کر گئی تھی۔ اس کا کوئی بھی ہوالی عمل خرد احسان کی دی اولی ولایت کے احساس کو مٹا نہیں سکتا تھا اور توج

وہ اس کے آپس میں اس کی میز کے سامنے موجود تھی۔ بڑی بے خوفی اور دیدہ دلیری کے ساتھ۔ اور وہ سطحیں نیچے اپنے اندر سے اٹھتے غرور کے لاوے کو برنٹنے سے روک رہا تھا۔

اس کا تکی چاہ رہا تھا کہ وہ پوری فوت سے حج حج کر اسے گلہاں دے۔ وہ اس کے وجود کے ٹھوٹے ٹکڑے کرے۔ اور ایسا کر کے وہ اپنے ہی آپس میں خود اپنے ہی تباہی و تاراج کا عملہ بڑھاتا تھا۔

اس کا بڑھتا تھا۔ لوگوں کے سامنے تماشائے سے ڈرتا تھا۔ خود احسان نے آج اس کے سامنے آکر کیا کیا کہا اس نے کچھ مٹا نہیں تھا۔ خود احسان نے اس کے سامنے کیا کیا حوا اس نے نہ کوا کہ مٹا نہیں تھا اس کے حج بندوں اس کی کھتیں اور چاہتوں کا ذوق اڑانے والی اس کی عزت کو سر بازار بیچ کر دے والی بیوی کے نام پر ایک بد نما کالی "دھورت" کی ڈھٹائی کر رہے تھی اور اس دیکھ دیکھی سے اس کے دھوکے کی گھٹی گھٹی۔ کوئی نہ دست کوئی نہ امتزاج جرم یا شرمندگی کا دل و دھر شاہد بھی اس کی آنکھوں میں نہ تھا۔



اس کی شادی اسے ۱۹۶۵ء اور اسے وہاں کسی طریقے سے بھی ہو سکتی ہے لہذا اس نے کبھی تصور تک نہیں کیا تھا۔ ٹھیک ہے ابھی تک اس کی کہیں کسی کے ساتھ کوئی کھٹ نہ تھی ہوتی تھی۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ وہ خیالوں اور خواہشوں کی دنیا میں رہنے والا کوئی بہت زیادہ دستک انسان نہیں تھا بلکہ ایک حقیقت پسند اور سنجیدہ روح رکھنے والا شخص تھا مگر بہت حقیقت پسند اور سنجیدہ روح رکھنے والے لوگ بھی تو اپنی زندگی اور شریف زندگی کے بارے میں کچھ نہ کچھ انداز میں اور خواہشات رکھتے ہیں۔ خود احسان اس کے شریک حیات کے تصور پر کتنی پوری اتنی تھی۔ یہ تو وہ تب جانتا اگر وہ اسے جانتا ہوگا۔ ایک چھوٹے سے شہر میں رہنے والی پھر بھی زندگی گزارنے کا نام تک بھی اسے ڈھنگ سے یاد نہیں تھا۔ جس سے بچپن میں وہ ایک بار سرسری سامنے کے بعد وہ بارہ کبھی مٹا نہیں تھا۔ عقوبت کے پھیرنے اس کا نام اور اس کی زندگی میں کبھی کوئی اہیت نہ رکھنے والی اس کو باطل آتا تھا اس کی بیوی رہنا یا تھا۔

یہ شکاری زندگی میں کوہاٹی کی قسمی سے خود اپنی زندگی سے نفار کے وقت خرد انسان کو باہر لائی جاتی تھی کیا تھا۔ لاکھوں سال سے یہ وقت لکے تھے۔ کئی کئی عورت بھی انسان کے لئے بھجوا کر لائی تھیں۔ اس کے ذریعے نصیحت سمجھنے سے اس پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ اور کیا کرتے تو شاید وہ اسے انکار بھی کر دیتے مگر اس کے کارنگار انسان کے تو بڑے ہی ہنسے کسی ایک آگھن میں انسانوں نے اپنے اپنے سے سے ایک ایسا لکھی تھی۔ ان کی مرئی ہوئی، بن کی اس آخری خواہش کو پورا کر دیتے۔

پھر یہ مدت بھی بھلی ہوئی، دو کئی اشہریت بڑی زیادتی ہو گئی۔ اپنی دنیا میں من ہو کر زندگی کے پتھروں میں مصروف ہو کر کئی نئی زندگی لائی انسانی بن سے عالم پروردہ اور انسانی بنی خود وار گئے۔ کبھی اپنی کئی پریشانی تالی میں بھی تو مجھے بھی خود سے یہ خیال نہیں کیا کہ کبھی وہ شوہر کے سر سے گھبر کر کسی طرح کے فاضل کر تقس میں دو تھیں۔ میں یہاں لاکھوں کر ڈوں میں کھلی اور فائدہ لور دے۔ میری بہن وہاں زندگی کو سمجھنے میں طرح سمجھتے اور نہ کہ شوہر کی بہت سختی سے کھینچن اور اپنی چند ہزار روپے لاکھ اور دلی ملازمت میں وہ کسی طرح گزارا کرتی ہوگی۔

میں نے بھی بیٹے کر دیا، میں اور فائدہ بھائی کی خبر گیری نہیں کی۔ یہ وہاں لاکھ اور فائدہ لاکھ مرخص میں چلا ہو گئی اور میں اپنے بڑوں کو آگے سے آگے چھاننے کا کام کیا۔ بڑوں کے لئے میں مصروف ہو گیا اور ان کی بیماری سے بہتر کسی جوانوں کو تو اب جب کبھی بھی ہو سکتا اور وہی خود سے آگے نہ لکھتا تھا۔

میں نے ان کے جاننے سے اس کے خود نالہ سے کہ "سبھی ان میں جاری ہوں۔ میرے بعد میری بیٹی دنیا میں تمامہ جاتے گی۔ اس لئے جسے پکارو گی ہوں۔"

وہ بیٹے کے آگے سے کسی سے بھونچت ہو کر دے تھے۔ وہ اپنے بہت بھلا اور حوصلہ مند باب کو ہوں اور انھیں کہہ کر باہر چلا گیا۔ انھیں ان کے کئی کئی بیٹے کے ایک ایک وقت میں کئی

تو ہمیں ایک ساتھ ٹوٹ پڑی تھیں۔ اس کی پوجہ اور ان کی اہلیوں پوجا میں ان کی زندگی کو اپنے والی کی وہ کھینچے ہوئے جھانکے میں میں جھلا تھیں۔ یہ ان کی پانچویں کی آخری اس پنجے کی اور انہیں اس کے لئے تھے۔ یہ اپنے چہ بھنڈا یا ہاتھ سے سمجھا گیا کہ وہ بیٹے کی صلہ تھی۔

اس کے ذریعے اپنی ماں سے سے اتنی محبت کرنے میں یہ اسے بھی انسان کی ہوتی تھا۔ اس سے اپنے گھر میں نہ اپنی اگلی بیٹی پوجو گئی، کبھی زیادہ آگے جاتے دیکھا تھا۔ نہ ان کا کیا کئی خاص ذرا لپٹے گھر میں ساتھ وہ تو اب شہ میں رہتی تھیں اور میں بھی ہوتے والی تھی کھار کی فون ہاکر کے ان کا اس کے گھر سے اپنا کوئی کرار رابطہ نہیں تھا۔ پانچ سال تک جب اس کے پھر پورا کا فاضل ہوا تھا۔ وہ باہر انسان میں قناری تھی۔ اس کے اس کے گھر میں تھا کہ اس کے کئی بیٹوں کے فاضل تو اب شہ پھر پھر کے اس کے خود سے اور ان کی زندگی میں شرکت کرنے کو پورا ہی دیا ہے۔ آگے ہی بڑے ان کی انسان کی ملازمت میں ایک بہت سے انم پریشانی کا لکھنے انہیں لندن روانہ ہو گیا تھا۔ اس کے ذریعے نے اپنی بیٹی سے اپنے شہر اور بڑے رہا تھا۔

وہ کام کو عیادت بھی کر کرتے تھے۔ وہ ایک بہت سی فاضل دولت دار اور بعضی انسان تھے۔ اپنے کام کو اپنی زیادہ محنت اور لگن سے کرنے کی یہ عیادت اس میں اپنے انڈی سی سے تھی۔ یہ وہ تاج ملک کی کامیاب کاروباری شخصیت بناتے تھے۔ یہ کرتی اور کامیابی کے اس سڑ میں آگے سے گم ہونے کی گھن میں وہ اپنے فریضے پورا ایسے کام لوگوں کو نظر انداز کرتے تھے جو ان کی زندگی میں بڑا راستہ شامل نہ ہوتے جو کسی کی زندگی میں ایک شخصیت تھی۔

ان کی اگلی بیٹی چھوٹی اور وہ بہن ان کی بیٹی تھی۔ ان کی بیٹی اور تو جی کی فن دار تھی۔ جن کی شہر گیتی کرنا ان پر فرض تھا۔ وہ اپنے اس فرض سے آزاد رہتی تھی۔ تعلقت پر سے کہ مرعب ہوتے تھے

میں سے فون پر جب بیٹے ہوتی تھی۔ یہ سوچ کر شرمندہ ہو کر کہ میں مصروف تھی۔ ان کے فریضے معلوم کرنا بھول ہوا ہوں۔ بیٹہ وہی فون کرتی ہے۔ اجازت اس وقت سے فائدہ ہو جاتا ہے۔ فون کرنے کو نہیں بلکہ خود ڈیوٹے کرنا میں سے لے کر فون کرنے کو دلچسپی نہیں ہے۔ اس کے گھر میں وہ کھینچے ہوئے تھے۔ ان کی بیٹی اس وقت کے بعد کوئی اور نام نہیں اس ذریعے میں نے بعد کوئی اور سرا ڈیٹی تھی۔ اس کا دلچسپی سڑ کے بعد کسی اور ملک میں کوئی اور نام کاروباری کام ایک کھانے کے بعد وہ سرا ملے سے بھی زیادہ انہیں کھانے میں سے کھانے جانے کی راہ میں حاکم رہتی تھی۔ وہ میں سے ملے جانے کے لئے بھی قسمت بھی فراغت کا فائدہ کرنے کے لئے اور وہاں میں سے کھانے ہی ختم ہونے لگی۔ اس کی پاس زندگی ہی ختم ہونے لگی۔

میں نے پھر بھی ایک اور زمین نے ان میں فون کرنے اپنی بیٹی کی اطلاع دینی تھی۔ وہ مصروف پھر ڈر اور حواہدہ میں سے پاس بھاگے تھے۔ اشتران کے ساتھ قہار وہاں اس کے اپنے انڈی سی کو جس طرح پوجو سے لپٹ کر دیتے دیکھا میں سے اپنے ذریعے میں پہلی بار یہ چاہا تھا کہ وہ اپنی ماں سے اپنے شہر بہت کئی برس بہت مسرت تھیں۔ بہن اور بھائی کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئے تھے۔ ذریعے پھر پھر پورا ان کی بیٹی کی اس کے گھر میں اپنی کوئی بیٹی نہیں رہی تھی۔ وہ ان سے اس طرح کی محبت یا محبت ہوئی تھی۔ ان کے لوگوں سے اتنی زیادہ محبت کرتے دیکھ کر وہ بھی ان میں بہت محبت اور احترام سے رہا تھا۔ بہت مسرت تھے۔ ان کے والدین کے اس میں کوئی نہ چاہتے تھے۔ ہاتھ انہیں اس کا کوئی نہ کسی فائدہ ہوا ان کے لئے ہی بول تھا۔ وہ اپنے سے جانتے تھے۔ بہن ان کے گھر میں اپنی طرح بچھل چکا تھا۔ قلب بھی کئی برس ہو سکا تھا۔ بہت مسرت تھیں پر بیک وقت وہ بھی پریشانی

خاستہ و شرمندگی کی طرح کی کیفیت طاری میں کر کے رہے۔ اس سے اپنے فائل نہ سے ہوتے تو اس کی بیٹی سے پہلے کا فائدہ جانتے اس کا بہتر بنانے کرانے۔ تب ان کی اس کی فون تھی اور اگر نہ بھی چھٹی تھی۔ یہ پتھروں میں کبھی نہ ہو گا کہ انہوں نے ایک بہت سے پھر اور وہ میں بھائی سے اس شخصیت کا فاضل تھا۔ وہ بہن کی بیٹی مصلحت نہ کی تھی کا ایسا علاج نہ کرایا۔ زندگی کی مشکلات میں اس کا ساتھ نہ تھا۔

وہ ابور رہتے تھے۔ اور وہاں ان دونوں کے ساتھ بڑی عزت اور احترام سے پیش رہا تھا۔ پھر مسلسل رہی تھی۔ وہ کبھی ہسپتال کے کمرے میں ڈاکٹروں اور نرسوں کے کمرے میں بلکہ اپنے بھائی اور بیٹی کے کمرے میں رہا کرتی تھیں۔

سویہ بہت مسرت تھیں نے ان میں گھر ہی رہا تھا۔ وہاں فائدہ چر میں تھے۔ ایک نرس ان کی خدمت کے لئے رہتی ہوئی تھی۔ انہیں سے کہ وہ ڈاکٹر نام بھی سہولیات کا فائدہ تھی۔ انہوں نے فون کے کمرے میں ہی کرنا ہی فاضل تھا۔

بہت مسرت تھیں نے آفس میں بلکہ پھر ذرا فاضل سارا وقت بہن کے سولہ بچے رہتے تھے۔ کبھی دوش میں، دو بیٹی تو انہوں میں تھوڑی بہت بات چیت کرتی تھیں اور کبھی باہر سے دوش ہو جاتی تھی۔ وہ آفس کے مانتے پھر پھر کئی فریضے معلوم کرنا تھا۔ مسلسل زندگی کا کام باک کی تھوڑی کرنا تھا۔ بہن کی ماں کی خدمت کرنا اپنی بہن کے لئے اسے لگوا ہوا تھا۔ کئی مسرت میں پھر گھر اور پریشانی اس کے لئے تھی۔ ان کی گھبراہٹ میں اس کو گھبراہٹ میں بھی تھا تھا۔

وہ اپنے ہی بچے کا فائدہ دیکھا تھا۔ اس کی دونوں بیٹی کی شہر میں تھی۔ وہ اس سے وہاں بڑی سوادہ شہی کے بعد اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ آسٹریلیا میں رہا۔ پھر وہاں سے بھی وہاں سے

چھوٹی کھڑی شادی کے بعد اب اسلام آباد میں مقیم تھی۔ وہ دنوں میں پھر نکاح اپنے گھر والوں کی مجلس لکڑا گیا اب کھٹیاں رکھا اور ان کو کھانا دیا۔ کھانا کھانے کے بعد گیارہ بجے کرانیاں نہ رہی۔ کئی وقت بعد اپنے والدین سے دست بردار ہوئی۔ جس میں اس کی گھر والی ڈیڑھ دو گھنٹوں سے دست بردار اس کی فریاد کی محبت کر لانا پکار کرے اور نگرہ سے لگانے والا بیٹہ تھی جو بحیثیت حسین کی بڑا چھوٹا بیٹا تھا اور مارے۔ مہنگی ہوئی بلکہ ابھی کسی ایک گھنٹہ پہلے شادی ہو کر آئی تھی۔ جس میں جگہ جگہ سہانی سے حسین میرے جیسا بیٹا ہے۔ اپنے آپ کو میرا چھوٹا بیٹہ کہنے لگا تھا ہے۔ کتنی بڑا لڑکا تھا۔ رکتے اور محبت جس نے اسے ایک محتاجانہ شخصیت کا مال تھا تھا۔

چھ سال امریکہ میں رہ کر وہیں ایک فقیر حاصل کر کے لاکھ چار سو مل لکڑیوں سے وہ تمام ڈیڑھ گھنٹے کے بعد تھا اور اس کے باپ کی خواہش تھی۔ سو اب فقیر حاصل کر کے حسین کے بعد چار سو مل لکڑیوں سے اس نے اپنے ڈیڑھ کی بیٹی کو نکاح دیا۔ اس کی چار سو مل رات نہ نیت کر کے کو باپ کو کچن دہانے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ نہی کے بیٹا ہے۔

فریاد لگتی تھی جسے اس سے شادی کے حلقہ کر رہی تھی کہ اس کا اپنی بیٹی نہ تھے اور اس کی کوئی بیٹی نہیں تو پھر بتا کر اسے اور خیر کے حلقے میں سے کسی ایک کتاب کر لے۔ یہاں کی طرح انہیں بھی بیٹے کی شادی کا بہت اہتمام تھا۔ گھر والی کھٹیاں شادی کے سوا کسی میں نہیں تھا۔ ان کی توجہ صرف صرف اپنے گھر میں تھی۔ اور ان کی بات تھی کہ اگر ابھی تک اسے کوئی لڑکی اس سے نہ نکاح لگائی تھی تو اس کی گھر والی کے حلقہ سے نکاح لیکن سب کچھ ایک فریاد ہی ہی کا تھا۔

”مجھے پتا ہے پھر میں خود پڑھاؤں ماہوں بھر سے یہاں اور کوئی رشتہ نہیں ہے۔ ایسی بہن مہولی ہے اور میرے سے پہلے وہ اپنی بیٹی کا مستقبل محفوظ دیکھا جاتی ہے۔ اس نے مجھ سے زندگی میں

کوئی بار کچھ مانگا ہے۔ میں اس کی یہ خواہش اور کس طرح ہو رہی کوئی آج جلدی کوئی رشتہ اور کس طرح میں اس کو تو نہیں کہہ رہی تھی۔ کھٹیاں لگا کر یہ شخص میرے ساتھ شادی کرنا نہیں چاہتا۔ کامیابی سے میرا ہوا اس کے ساتھ شادی بھی چھتے دست خوش رہے گی۔ یہ کوئی تو نہیں صرف شادی اپنے بیٹے ہی کا دے سکتا ہوں۔ شادی کچھ آرزو میں خواہشات اور خواب ہوں گے میں اس سب کو کوئی لکڑا ہوا میں چاہتا ہوں۔ لکڑا ہوا عاقل کر دینا اور کچھ میری اس مہولی سے کہہ رہی تھی کہ اگر میرا بیٹا کس کا مستقبل محفوظ ہوا تو میں دیکھ کر پھر میری تو دل خوش ہو گا۔ کبھی عاقل نہیں کر سکتا ہے۔“

انہوں نے بولنے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جڑو دینے تھے اور وہ دست پری طرح ہلکا گیا تھا۔

”اب اس طرح دست کریں ڈیڑھ ایک گھنٹے پر طرح کا حق رکھتے ہیں۔ اب مجھ سے کسی بات کے لیے اجازت کریں اس سے پہلے میں میرا بیٹا نہ کروں کچھ کہتے تھے۔ عمر بھر پائی پائی اس طرح کر کے مجھے گھبراہٹ ہو کر رہے۔“

باپ کے ہاتھ سے ہاتھوں کو کھولا۔ دست شربت دیا بڑا تھا۔ یہی بہت بھلا لگا۔ اس نے صوفیہ سے سوا کچھ نہ کر دیا اور بار بار اسے ڈیڑھ گھنٹے سے کوئی بات منانے کے لیے اس کے ڈیڑھ کی آواز سے اسے سخت کئی ڈیڑھ سے اس کے باپ سے اس کے باپ کے کچھ نہیں کہتے۔ اس ایک سے میں لعل ہو گیا تھا۔ سہنے لعل کر کے میں اس سے تھیں زیادہ وقت تو لوگ اپنے لیے کوئی کہاں کوئی کتاب خریدنے میں لگا کر کرتے ہیں۔ جس سے بہت کم وقت میں سے خرد اہل سے شادی کرنے کا فیصلہ کرنا پڑا تھا۔ وہ دو ہفتوں کے احباب تک کے بعد میں نے سوچا تھا۔

تھیں کے بعد اور اس کی کھٹیاں لگا کر کوئی شخص اس کا دست نہیں ہو سکتا تھا تو پھر شکر کیا تھا۔ ایک فریاد دہرا رہی کہ اپنے دست چاہنے والے باپ کی

نیت نے مجھ کو کیا تھا ایک ایسے رشتے کو ہونے کی مانی بھر نے۔ جس میں اس کے بیٹی کا رشتہ شامل نہیں تھی۔ یہاں کراس ”اب“ کے مجھے میرا سے کچھ فریاد حاصل ہوا تھا کہ اس نے اپنے باپ کو باپ کے نہیں کہا اس کی بہتیاں کران کی خواہش پوری کر کے ایک بھلا اور فریاد دہرا ہونے کا یہ وقت تھا۔

بھیرت حسین کے اندر بیٹے کسی نے تو تانیاں بھری تھیں۔ مجھ کو یہ پتہ نہ تھا کہ یہ سب شادی کی توجیہ مشقہ تو کمر پری کی جا رہی تھی۔ میرا میں انہوں نے کی کوئی نہیں رہتی تھی۔ وہ تو نیک کے اپنے کام رہتے تھے۔ وہ سن رہے تھے۔ سن رہے تھے۔ ان کو شادی کی توجیہ میں اس وقت نہ ہو سکتا تھا۔

سونا تو آتی جلدی آ رہی ہے۔ آہیں نکلی تھی۔ جی کوئی اسلام کیلے سے آئی تھی۔ کچھ بھائی کی شادی کے حوالے سے دونوں پہلوں کے بہت سے خواہ تھے اور بھائی کی اس طرح کی شادی سے ان کو میں سے کوئی کچھ زیادہ خوش نہیں تھی۔ مگر جب ان کا بھائی ہی سو اسیں صدی کی اس وقت تو کسی طرف کی شادی کے لیے برہادر فریاد دہرا رہا تھا۔ انہوں نے کہا تھی۔

گو شادی گھر کے دست و پست و عزیز کھانا میں تھا ہو رہی تھی مگر میرے پیچھے میری جانتا تھی میں کہ وہاں تک کسی کوئی نہیں دیا۔ میرے ہاتھ میں تھی۔ یہی ڈرا چاری کی جسم صورتی میرا ستر تھی۔ میں ان دونوں کا کلچر میں ہی کے گھر میں بہر افراط

لکڑا کے بعد میری بیٹی نے اپنی چھوٹی سے اشعار کے اشارے سے اپنے پاس لایا تھا۔ سب وہ ان کے قریب جا کر کھاتا تو انہوں نے اس کے سوچنے سے اتنے بھلا ہوا ہی ہوتے میں مجلس باہر کرنا تھا۔

کوئی ہوا چینی کو خوش کی سہانے کی ان کی انہوں میں دست خیر ہی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ مگر موت کی اس اشیراں بھی نظر آتا تھا۔

اس کے برابر میں کھلی عوامی ایس جتنے پوری

شرح دینی میں اس کی ہی ڈرا وقت اور دینی قسم عوامی شہر میں ہونے پر بہت اہتمام کر دیا۔ سب کچھ بھی اس کی شادی کی توجیہ میں موت کی دھمک تھی۔

دے رہی تھی۔

اور کھانا فتح ہوا۔ مسلمان رخصت ہوئے سب رنگت سے سوزنا شروع ہوئے۔ گوھر میوزک کی حالت کھانا شروع ہوئی۔ شادی کی کھڑی میں ان کی سائیس اب تک چل رہی تھی۔ دو گھنٹے کا مستقبل محفوظ ہوتے اس کا رشتہ کچھ کا دھمک کر گئے لگا گیا۔

○ ○ ○

ایک ایسی موت جس کے لیے ہر ایک کو توجیہ ہو رہی تھی۔ اس کے واقع ہونے سے پہلے حسین اور خدیوہوں کو کمر سے ہاتھ ڈھال کر دیا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے کے گلے رہتے۔ روتے روتے ایک جگہ جاتے تو روتے روتے وہاں کی بائیں بازو کرنے لگتے۔ ایک بیٹی طلبہ ان کے فریاد کی تھی کہ سب سے سدا رات ان کے ساتھ کھڑی رہی۔ گھر والی ہر وقت ماہوں کے ساتھ کھڑی رہتی۔ جیسے اس گھر میں اپنے ماہوں کے سوا اور کسی کو جانی تھی نہ۔

ہر وقت مفہوم اور سو گوار رہنے والی لڑکی اس کی پوری سے اس کے گلے میں بھی یہ صحت آئی تھی نہیں تھی۔ اس شادی نے کراس کے گلے کی کھٹیاں ہونے لگی۔ اگر کوئی اور خاں کراس کے لیے اسے نہیں چاہتا تھا۔ تب بھی اس شادی اس نکلان کی اہمیت کم تو ہر کھٹیاں ہو چکی تھی۔ فریاد مسلمان نام کی اپنی کر کے چاہت اسے کوئی دیکھی کوئی لگاؤ نہیں تھا۔ مگر اب وہ اس کی ہادی تھی۔ یہ ایک سے ہادی تھی۔ چھی اور اس حال سے نہ میں سوچا جا سکتا تھا۔

○ ○ ○

بھیرت حسین نے بہن کی موت کے بعد میں انہیں میں ہاتھ خاں سے اس کے ذرا سے اسے اور اس کے بعد انہوں نے شادی کی توجیہ میں کی طرح ان کے لیے کہ توجیہ کا پروگرام تھا۔ وہ لکڑی

یہ تعجب اپنے انکھ و اجرام میں شادی کی تعجب سے بھی کم نہیں ہو کر گی۔

وہ اپنی کون سوچ رہے تھے جس کی اصلاح کو لایا وہ سکون اپنی موت کا نام مانے جانے رہنے سے نہیں بلکہ اپنی اپنی زندگی کا فریضہ مبرا تھا دیکھنے سے ملتا۔ ساتھ یہ وہ اپنے بچے کو بھی سوچ رہے تھے ان کی شہرہ نور بھی تھی کہ ان کی خاطر فریضہ مبرا بخیر و برکت رہے تو اشرف نے کیا کیا سب کچھ کر دیا خود کو دل سے لاپتہ کر دیا کہ اس پر خود نور شادوار تعجب کے بعد وہ کون سی خود ارسلان کو اس کے گھر سے بلایا گیا تھا۔

اس وقت سے پہلے اور اس وقت سے بعد اب تک اس نے خود کو تو بچے نہیں دیکھا تھا وہ اس وقت تک اب تک قتل ہی نہیں کر لیا تھا ایک باکل اعلیٰ انکی جس کے گھر کے سوا وہاں اس کے پاس نہ تھا جس میں چنانچہ اس کے گھر سے اس کی بیوی کی حیثیت سے لاکر رکھ دی تھی۔ لیکن خود کو سمجھا کہ اس نے اس انجان اور بے ملاحظہ لڑکی کو اپنے ہاتھ سے داخلہ رنگ پستانی تھی ایک شہر کے ایک چھوٹی سی کے دروہہ حقیقی راجب ہوئے ہیں وہ لڑکی تھے اور دل میں سوچا تھا کہ شاید اس کی زندگی کو بھی عقلمند فرماؤں گا اور اپنی کسے نہ کرے گا۔

اس جہاں میں اس کے اپنے خون میں پانی نہیں تھیں کہ اس کی بیوی ہی بنا گیا ہے وہ کیا سوچ رہی ہے اس کا ست خیال میں نہیں کیا تھا۔



اس کے تعلق جانے پر بارگشت نور کو روانہ انشین کی اسی رستہ سے نکلا وہ اسل گئی تھی کہ یہ انشین میں کیا تھا پھر اس کے چاقی میں کہ وہیں کے آپریشن کے سلسلے میں شیپس کا انتظام کرنے ہی کی ہوگی۔

”بہت سگنی ہوئی گیس رہی ہے بیٹا“ اس نے اسیں سلام کیا تو اسے بہت بھری کشمکش سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

دیکھتے سے انرا میں مسکراؤں۔
”ظفر کھیل گئی ہو خود اللہ سبب لاپتہ“

بے حسرتی کی کوئی نہ ہوئی اور وہ خود نکالے گئے تھا۔ اللہ سبب ہمہ ہاں ٹھیک ہو گیا۔ چلو آؤ قربت ہاتھ دھو لو میں تمہارے لیے کھانا ہی ہوں۔“

”میں آئی ہوں اب آرام کر رہی ہوں ابھی مجھے جو کہ میں خود میں بیٹھ گئی تھی میں خود تھوڑی دیر میں دیکھتے ہوئے کہ میں خود تھوڑی دیر میں جا کر لیٹنے لگا تھا کھل لیں گی۔“

ان کا دل اس سے بہرہ فریضہ سے خوشی سے بھرا کر دیا اور اللہ ہوا اپنی ہی سبب سے لپٹے جانے کے قبول فرام کے لیے ان کے گھر کو لڑکی کی خود اور مرید بہت سچا نظر لگے کہ وہ ان کی بیٹی کی اسے عزیز اور مستحق قرار دینے سے اس پر سب طلوع اس چاہتے کے ساتھ فرمان فرما کر رہی تھی۔

القصین اس کی لڑکی کے ساتھ اس کو دوست اور غم گسار بھی تھی۔ بہت بڑے حالات میں ملنے والے ایک بہت اچھی دوست تھی۔ اس کی دوست جس سے اس کو اپنی بڑی نہیں تھا اس کے گھر سے سر کر کے بار بار اپنی گھر کے کھانے کے لیے مل چکی تھی۔

ہوئے ”تیر میں گئے لیے میں سے بھی نہیں آؤ۔ بددوست نہ ہوئے۔“ اس کے دل میں پہلی بار یہ خیال بھی اٹھنے لگا تھا کہ وہ اشرف میں سے تھی۔

لڑکی اور جس کے پاس اس کی بھاری کے کھانے کا آغاز کرنے میں بیٹھے تھے وہ تم بیٹھ کر اپنے ہاتھ پر دست مل گئی تھی خورنے میں اس کی وہ کیم بھی کھانے کے لیے ملنے لگا۔ یہی کھانے کا قصین کی دوستی ملت تھا ایک مناسب کیم فرم میں اس کی منتقلی

جلب تھی۔ بھاری لڑکی جس میں اس کا اور اس کی بیٹی کا اور اور ہوا کہ تھا کھانے کا یہ بیٹھ فرم میں قائم رہا۔ کیم کی کھت سولیا ت فرام کے جانے کا کئی مہلے میں قدامت نے پتھر میں فرمیں اور اسٹیشن کھسوں کے ساتھ کیم بھی کر رہی تھی اور اسے اس فرم کے اشرف کے شہسے میں داخلہ ملی تھی کئی کئی دفعوں کے بعد وزارت کی گھر میں اس کے ساتھ وہ ایک اسکول میں دھا رہا تھی اور کمرہ کی زندگی کا گھر کے کچھ لکھنے نہ رہی تھی۔

جلب اسے اقصین کی بیوی سے ملنے کے لیے اپنے ساتھ گھر سے بھی اور اسی نے خود کے لیے اپنی فرم میں کو شہسے کی گھر میں اپنے ملنے والی بھاری اسکول کی ساری سے دھا رہا تھی پھر کمرہ اس کی خوشنود ساتھ ساتھ ہی میں ہی تھی۔ لہذا اور ملنے ہی کا گزارا بھی طر ہو رہا تھا۔

جب تک حرم بیلہ نہ ہی گئی۔ وہ اپنی وزارت سے ملنے بھی گئی اور پہلانی تھوڑے سے بگڑنے کو جو فرم کی تعلیم کے لیے اس کے منتقلی کے لیے نہیں اور وہی کر لیا کرتی تھی۔ فرم کے لیے اسے نکل کر اور اس کی تعلیمی ضروریات کے لیے اس کے پاس بھی اس سے پیچھے نہیں ہونے شروع ہوا جائے۔ اس کے مہلوہ کے لیے اس کے کھانا کھانے کے نال اور کیم میں اور وہ بیلے کا وہ بیلے کو اس کی کاپی اس کے ساتھ میں نہیں تھا لہذا کیم فرم میں اور شادوار کوئی اور فرم اس کے پاس مہلوہ بھی کر لے تھی۔ کیم میں اس کے ایک بچے اور جب وہ چالیہ تین بہت تھی کما تھا میں صرف ایک ہی لڑکی ہی کی اور کیم میں وہ کسی بیٹے نہیں اور اس کے ہم اور بہت کرانت لفظ ہوتی لڑک اور وہ اس پر کھول دیتے اس کے پاس نہ تھے۔

اس کی شادی سے قبل ان کے خدس میں رہنے والی بچل و بچوں کا آغاز ان اور اس کے پیلا کا خاندان تنظیم سے عمل اٹھا میں ایک ہی ملنے میں یہاں ساتھ رہتے آئے تھے اور تنظیم کے وقت ایک ساتھ ہی ہجرت کی تھی اور پھر بعد میں ایک ساتھ ہی نواب شرف میں ایک سی کے میں رہا اسل ایشیا کی گھر رہتے

اب یہاں پہلے تھے نون لاکھڑ و اولیٰ مکان سے تھے کے نام ایک خوبصورتی بنا اس کے نام سے تھے تھے تھوڑے تھوڑے لوگ ہوتے ہیں وہیں بہت اچھے لوگ بھی ہیں۔ یہاں اس کے اپنے اس شہر میں مہلوہ کو اپنی میں اختیاری سلوہ اور بہت عام کی نوبت ملنے والی تھی تو اس کے پاس پہلے سلوہ مہلوہ مطلق ہو گئی تھی اس کے حکم کر دیتے تھے اس میں اس کے کام آتے تھے۔

داری کوئی نہیں تھی مگر تعلق سے رشتہ داروں سے بھی
 بڑھ کر تھا۔ خیال پرشتہ کوئی نہیں تھا مگر اس کے باپا کے
 لیے اس کی سگی بہن ہی کی طرح تھیں۔ اس کے باپا کے
 بعد انہوں نے باپا کے قادم کے اس رشتے کی پیشہ لانج
 رکھی۔ پیشہ اس کا اور اس کی ہی کا تھے جس دنیا ہی کی
 طرح خیال رکھا وہ باپا کی بہن ہی تھیں مگر اس کی ہی کو
 بھی انہوں نے پیشہ قبول کیا۔ دنیا ہی کی طرح چاہا تھا۔
 کئی وجہ تھی کہ باپا کے انتقال کے بعد غمگن اور اکیسے
 پن کے غم سے نمٹنے کے لیے اس کی ہی نے اپنے
 پرانے محلے کو چھوڑ کر نئی جگہ کے بڑوں میں رہائش
 اختیار کر لی۔ انہوں نے جو اسے سب سے بہتر معلوم کیا
 ایسا آٹھ ماہ پہلے واپس آئے۔ وہ کہا تو ایک ماہ ہی کی
 طرح بنا کچھ کے بڑی محبت سے اپنے گھر لوہوں کے
 دروازے خود کے لیے دوائے۔ جب تک کہ حرم پیدا
 نہیں ہوئی وہ واقعی ان کے گھر منت خوروں کی طرح
 بڑی رہی تھی۔ بھول باپو جنہیں وہ بھول خال کہا کرتی
 تھی اس کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ وہاں پہلے چاری کے
 خود کون سے بہت اچھے حالات تھے جو اسے کوئی غیر
 معمولی اور اچھی ٹوراک مہیا کرتی تھی۔ اسے کسی کو بھی
 گھانٹا کو بچنے کے پاس لے جاسکتی۔ اسے وہ عمدہ
 خوراک اور دوائی و میوہ فراہم کیا تھی جو اس کے اور
 اس کے ہونے والے بچے کی صحت و تندرستی اور
 زندگی کے لیے درکار تھیں اور اگر مہیا ہوتی تھی تو
 بھی جو دولت وہ سہا رہی تھی اس کے ہوتے وہ
 خوراک اور توتہ بخشا ہوا بات کیسے اس کے مطلق سے
 وتر کھتی تھی۔ کیسے اسے صحت اور توانائی فراہم
 کر سکتی تھیں۔ اسے تو گھر کی سادہ دہلی تھی مگر مطلق
 سے امانتی مشکل ہوتی تھی۔ اس کا کچھ کھانے کو تو کیا
 زندہ رہنے کو بھی یاد چاہتا تھا۔

مگر اور اتنا مگر جس روز اس کی بیٹی پیدا ہوئی۔ وہ اکیلے
 مہت سے لڑی۔ تب اسے دو اور لڑکتے سے تھا۔ اسے
 صرف اس کا نگہ رازی قسم نہیں ہو تھا بلکہ اشرف حسین
 کے لیے اس کے دل میں موجود محبت بھی پیشہ پیشہ
 کے لیے قسم ہو گئی تھی۔ اگر وہ آج اس کے ساتھ
 نہیں تو پھر اب زندگی کے کسی موقع پر وہ ہوتا ہے یا
 نہیں یہی فرق پڑتا ہے۔

اگرچہ کہ اس کی یہ سوچ بے معنی ہی تھی وہ اس
 کے پاس بھی بھی تھی۔ تہہ والا نہیں تھا۔ اسے وہ کھانا چھٹا
 تھا۔ یہ تمام کڑی سچائیوں اپنی جگہ لیکن لب اگر کسی
 وقت وہ خود جہل کر بھی اس کے پاس آتا تو اسے وہ خالص
 سفاک و تکبر انسان اسے قبول نہیں تھا۔ اس نے اس
 کا سوائی غم اور اس کا اپنی ذات پر بیان کھرب۔ جس میں لیا
 تھا وہ اس شخص کو بھی بھی معاف نہیں کر سکتی تھی۔
 اس شخص کے غم کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا
 ہو سکتا تھا کہ ایک سرکاری اسپتال کے جنرل وارڈ میں وہ
 تہہ اپنی کنویرسی بیٹی کو لے کر رہی تھی۔ وہاں اس کا باپ
 ایسے تھے سرکاری اسپتال میں لا کھوار اور پاپا ہند کی
 سے بلور چندہ لیا کرتا تھا اپنی بہن کے برابر کسی پر ہی کی
 حالت میں بڑی عمر مگر اس خالص دنیا سے بڑھتا تعارف
 حاصل کر رہی تھی۔

وہ اپنی بیٹی کے اسیوں پر پھوٹ پھوٹ کر رہتی
 تھی۔ گل یہ بیٹی ہو گی تب وہ اس سے کیا کہے گی
 اسے اس دکھ بھری حالت سے کیو مگر بچا لے گی۔
 جب تک کہ حرم پیدا نہیں ہوئی تھی تب تک اس
 کی کیفیات کچھ اور تھیں مگر حرم کی پیدائش کے بعد
 اب اسے اپنے پورے اپنی بیٹی کے آنے والے کل پر
 پوری توجہ اور سچائی کے ساتھ سوچنا تھا۔ جتنے سبب
 جنرل وارڈوں کے اہل خانہ نے اسے اپنے گھر میں
 مہمان بنا کر رکھا تھا۔ جن کوئی کسی کو نہیں رکھا۔ جنرل
 وارڈوں میں اس سے محبت کرتی تھیں مگر ان کے گھر کے
 جہلی انرا بھی برسوں پرانے تعلقات کا لانا کرتے جس
 طرح اسے اپنے گھر میں بدداشت کر رہے تھے۔ ایسے
 کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اگر کسی وقت جنرل وارڈ کی اس

ہوسکتا ہے۔ اس لیے قمار بازی کی جگہ نظر بھی آتی
 تو اس کے لیے وہاں نہیں بگڑتی خصوصاً اگر نہیں سمجھی
 کسی شخص ہونے کی گواہی دے گی۔ خود بخود ہمدردی
 ایک منفی صفت کا پتہ آخروں سے نہیں تک اٹھایا
 چاسکتا ہے۔

اس لحاظ سے غصہ ہونے اور کسی کے بھی دکھانے
 سے بچنا اس کی ذرا ہی نیکی کی زندگی کے بارے میں
 سوچنا چاہئے۔ اندر سے ہی خرابی ہو یا جس کی مرمت اس کی
 ہی سے ہونی چاہئے اور اس کی مرمت ہی کی ہو تو زندگی
 کی یہ باتیں ہی کی ضرورت تھی۔

اس سے ایک اسکول میں ملازمت کر لی تھی اور
 جیل بانو کے مگر مفت رہنے کے بجائے یہاں سے مگر
 کے ایک لیسوا الگ سے کمرے میں کرائے دار کی
 حیثیت سے رہتے تھے۔ وہیں اس اسکول میں
 ملازمت کے دوران اس کی الفنس سے واقف ہوئی
 تھی۔

اس کا بیٹا خود ہی کلاس میں پڑھتا تھا اور بیٹے کو
 اسکول بھرنے دیتے تھے اور جس سنگ و پتھر
 کے دوران ہی جیسے دیر سے وہ اس کے قریب آتی
 تھی۔ غرت سے مریں چلاؤ پانچ گھنٹے پہلے وہ لڑکی بہت
 گھٹس اور سہلہ مزاج کی تھی۔ مگر اسکول کے اخراجات میں
 شوہر کا ہاتھ پلانے اور تعاون کرنے کے لیے تیار تھی
 ملازمت کرتی تھی۔

جیل بانو کے بارے میں غصہ ہی اور اور سچی جو ہو
 مشکل میں اس کی مدد کے لیے تیار ہا کرتی تھی۔
 اسے لگا تھا وہ زندگی میں جتنی ادا نہیں تھی حسین
 آج بھی۔ جیسے امتحان آنے سے آگے اب اور اس

کی بیٹی ایک سو برس کے ساتھ لڑ کر ہوئی زندگی اس
 ٹوٹی لڑائیں گے۔ کمرے میں زندگی کے تجربے میں
 خود احسان کو گوانے کے لیے بھی کسی کو تیار ہوتے تھے۔
 خود بخود نہیں مانتی کہ وہ دل کی گھٹس اس لیے
 محسوس کیا کہ اس کی منت اور کوششوں کی بدولت خیر
 کاوتی ان کی مرگے حالات سے بہت ترکانہ ہو گا ظاہر
 تھوڑے ہی تھی ہے مگر ظاہر کسی بیماری کے نہ

ہونے کے باوجود کسی کو اپنے ہم عمر بچوں کے مقابلے
 میں کسی بھی کام کو کرنے جلدی تک جاتی ہے۔
 خود ہی کسی چیز سے لڑتا ہے۔ کسی اس کی سانس نہ
 ملنے چھل جاتی۔ کافی دور تک پھراس کی سانس سوا
 نہ ہوا۔ اس کی بی بی بھی ایسی طور پر بہت تھوڑے
 پانی کی مقدار میں "ٹوٹو ٹوٹو" صحت مند اس نے
 بچے سے بھی زیادہ دیر کراس کی خوراک اور آرام
 حاصل کرنا شروع کر دیا۔ مگر خود سے ہی وہیں میں صرف
 بوائے اور بچے کو بے ہوش سے کیا خیرم زندگی کے
 اور سے یہ کہلاتے ہیں اس کی طرف سے ملنے تھوڑے
 نہ سہل ہونے لگی۔ تب اسے "حقیقتاً" تشویش لاحق
 ہوئی۔

طریقہ پر توجہ ہوتے وہ فوراً ہی حیرت کو لے کر
 ایک ایسے جاندار کا تشویش کیا اس کیجی۔ ڈاکٹر نے
 پتہ نہ لگا سکا۔ اس کے بعد اس میں سانس بند ہوا۔ اس
 حیرت کو استھان کرانی شروع کر لی۔ مگر کافی عرصے
 ہوا اور کئی دنوں کے بعد اسے مشورہ دیا کہ وہ
 اپنی بیٹی کو اپنے گھر لایا اور جوش کے ساتھ وہ اکثر
 کے ساتھ سے بات کرتے ہی کانپتی تھی۔ وہ ایک
 کا ذرا جوش کے پاس حیرت کو لے کر چلا گیا۔
 اس دوران حیرت کا تشویش سے ایک سال کرنے اور اپنی
 سچی حیثیت دیکھنے کے لیے اکثر سناؤ نہ ہو سکے۔ وہ
 سے لے کر اس کی طرف سے تشویش ہو کر رہنے کے
 ہو آہستہ آہستہ خرابی سے تشویش ہو کر رہنے کے
 کے دل میں یہی حالت ایک شخص سے ہو رہی تھی۔

وہ سنتے ہی کھپ کر رہ جاتی تھی۔ اس
 کا ذرا جوش نے حیرت کو گراہی کے کسی ایسے
 کا ذرا جوش کے پاس لے جانے کا مشورہ دیا۔ وقت
 پہلی بچوں میں دل کے امراض اور خاص طور پر
 یہی اس کی دل کے امراض کے علاج کے لیے وہ تمام
 سہولیات موجود تھیں۔ جیسا جو اسے گراہی میں کسی
 سے سہولت میں کسی نہیں۔ اس شخص میں سے

جانے کی اطلاع دے گی کیا کرے گی اس کی رہنمائی اور
 سہی کی کہ کون کون سے کام کے ساتھ کرنا پڑے گی۔
 بدل اس کا بہت تھا۔ اس کے والد اور سب کے معمول
 زیر شوکی تھا۔ بہن اس چھوٹے سے لڑکے میں شرم
 دیتی تھیں۔ وہ سب سب جوش میں سہولیات کی
 سہولتیں سب سب ہوتے۔ وہ بچے کے وہ سب
 میں ہوتے تھے اور ان تمام کی پرورش دیکھنے کے بعد
 لڑکے اور جوش کے بچے تھے۔ وہ اپنی اور اس کے حواس کم
 کر کے بچے کے کافی عرصے میں اس کی سہولتیں
 پر اکتفا کر رہی تھی۔ اس کا ذرا جوش اور کئی دنوں
 نہیں تھا۔ وہ پوری جان سے کھپ گئی تھی۔ اس نے
 کئی بار کھار کر مشغہ چھوڑی تھی کہ اس کی بچے کے
 دل کی چیز ہا کی لوت ہی نہ تھی۔ اللہ پتہ لیا۔
 کو اسے کئی چیز سہولت کے طرف دلائی تھی۔ اس
 کی بیٹی حیرت سے ہوا ہے۔

وہ حیرت کی بیماری کا لازم ڈاکٹر سے دسی تھی حیرت
 اسے حیرت کے عین سوا میں سہولتیں دیا۔
 اس سے کئی عرصے نہ تھا۔ والد اس کی سہولتیں
 طور پر ایک شخص کے ساتھ زندگی گزارا۔
 اس کی بیٹی اور اس کی بہت سے شام تھی۔
 اس کے لڑکے تھے۔ گراہی اور اس کی سہولت
 شام مسلسل چکر لگ رہے تھے۔ زمانہ کا گھر میں اس
 کی خاطر ہی قیام گھر تھا۔ اس کی جاب سٹیج ہو رہی
 تھی۔ اس کے پاس ایک شخص کی بیٹی سے شادی ہوئی تھی
 تھی۔ وہ بھی اس کی مرض میں سہولت کے عین کوئی آثار
 یہاں سے کوئی نہیں دے تھے۔

مابلی مرتبہ اس نے بہترین کے اخراجات کی بہت
 ڈاکٹر سے استفسار کیا۔ گراہی آنے جانے کے ان
 پہلے اور کئی جوش کے پاس محتاط رہیں اور
 نہیں اور سہولت جیسے ان تمام سہولتیں اخراجات ہی
 سے اسے نہ ملے۔ گراہی اتنا تھوڑا پھیلاؤ سہولت ہی
 پانچوں تک سہولت اور بہترین علاج؟

CONGENITAL
 HEART DEFECT
 کی سہولتیں

یہ میں نہیں بلکہ زیادہ تر میں یہی تک کہ ذرا زیادہ
 مہنگائی کی آہنی تھی ہے۔
 اس کو بہت سے گناہوں کے بارے
 میں جانتے ہوتے گا۔ ذرا جوش سے زیادہ وارن لڑکا
 میں کھاتا۔

تک ایک طرف تھی۔ اس کی صحت کی فکر تھی صرف
 کی بیٹی تھی کہ اس کی بیٹی تک اور کئی لڑکے
 ہوئی۔ زاپ سے سوچ کر اس کو سہولت سے کہ اس
 سہولت کے لیے وہ کئی خطیر کم لائے گی کہ اس
 سے پہلے اس کی بیٹی کی صحت کرنے والی ہوں
 گراہی کے جاننے کے بعد تو ایسے بھی تھے کہ
 وہ چند بار روئے تھی کہ کو کھارے تھے اور
 الفنس اس سے بہت تھیں اور بہت محبت کرنے
 والی اور اس کی بیٹی خطیر کم اسے لھارنا اس کی
 استطاعت سے کیا پور تھا۔

بہن سے سہولت کے ذرا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔
 حیرت کی بیماری اور بھارت سے انہوں نے اس کی گراہی
 لائے لے جانے میں اس کی اس سے جتنی زیادہ
 چھل رہے تھے۔ اس میں اس کے ساتھ اسے سہولت
 سے جتنی تھی۔ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 کے ساتھ اس کی کارگاہی سے خوش ہیں اس کی بیٹی
 کی بیماری ان کا سہولت نہیں۔ انہیں اس سے وہی
 سہولت کو لکھی تھی۔ وہ سہولت ہی ہے۔

ہم دوسرے کہیں میں دل کی بیماری اس سے ملو
 اور کو کہ پہلے دیکھا تھی میں وہ وہ گوانے کے
 بجائے اپنی بیٹی کے علاج کے لیے پیسے جو فرض
 ہے پہلے وہ ڈاکٹر کے ان کی طبی عملیات کا بہتر بہت
 بعد میں آئے گا۔

اس کی بیٹی اور بے کو کہ کون الفنس نے ایک
 ڈاکٹر سے مشورہ کیا۔
 اس سے پہلے ہی حیرت سے الفنس کو
 دیکھ کر وہ حیرت کو اپنی اطلاع میں جان تو اس کے علاج

بشعر کو گروہ میں لے دیکھا اور پھر اپنی رات اس کے کمرے کی جلانی لائٹ کو دیکھتی رہی تھی۔ اس نے انہیں سخت مغلوب کیا تھا۔

دعا تھی اور یہی کہ زندگی کی بددلی اور اس کی یہ خود ترقی ان سے دیکھی نہیں جانی تھی۔

میں ہنستا کر چکا می کہ ان کے ہانکے پر منہ سے بغیر اس نے وہ لب لباب اور پھر تیزی سے ڈانٹتے ہوئے باہر نکل گیا۔ اس جلتے والے راستے پر گاڑی دوڑاتے وہ اپنی دل کو ہی سوچ رہا تھا۔ وہ انہیں کیسے بتانا کہ اسے وہیں بیٹھے والی وہ عورت جس نے اس کا انمول ہر سے ہتھیاری ہتھیار ہے۔ کل کس سے خونی اور دشمنی سے اس کے آنس میں اس کے مدعا اگر کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کھلی زندگی کی بات کرتی ہیں اور وہ عورت تو آج اس کی زندگی میں مزید نپلے کر لیا جاتی اور کیا وقت لانے پھر ملی کل ہے۔



پورا رات میں اس سمیت کبھی کے تمام ڈائریکٹرز سینئر مینجمنٹ اور انگریزوں کو مجھ سے کبھی کی ملاقات ہو سکتی ہے۔ یہ بیٹنگ اس کی بلانی ہوئی تھی۔ بیٹنگ سے سات روز قبل اس نے تمام ڈائریکٹرز مینجمنٹ اور انگریزوں کو اس کا ایجنڈا بھجوا دیا تھا اور اب اپنی ہی بلانی ہوئی اس بیٹنگ میں تمام ڈائریکٹرز اور انگریزوں کے چہلوں کو بے دھیانی سے دیکھو۔ یہ یاد کرنے کی کوشش کرنا تھا کہ کن کی اس بیٹنگ کا ایجنڈا کیا ہے۔ وہ ایک سمت تھا اور کامیاب کانفرنس لینڈ تھا۔ کسی بھی بیٹنگ اور کانفرنس میں ڈسکشن کس سمت میں اور کسی رفتار سے آگے بڑھنا چاہیے اس چیز میں اس کا عمل کتبیل رہا تھا۔ کسی کو یہ احساس نہ ہونے لگا کہ اس ضرورت سے زیادہ اہمیت تھی۔ اسے اس کی بات اور اس کے مشوروں کو بلانی سب پر ترجیح دی گئی تھی اور نہ کسی کو یہ احساس ہونے لگا کہ کسی دوسرے کے مقابلے میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ مگر آج اس کا دھیان کسی بھی طرف نہیں تھا۔ رضوان احمدی

چاہے اس کو درالخص کی مدد سے نجانے اسے اور بلانی سب کو کیا سمجھنے کی کوشش کرنا تھا مگر وہ اپنی آنکھیں بے توجہی سے اس پر مرکوز کیے اسے پریشان کرنے دیتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذہن پر نکل اپنی آنس میں لڑنا کہنے والی وہ عورت اور اس کا ہاتھ نہ بگاڑنے والی اپنی خاموشی میں سب سے فطری طاری تھی اس کے علاوہ اور کوئی بات اس گلزار میں کبھی نہیں رہا تھا۔



رات کے ساڑھے بارہ بج چکے تھے۔ اسے نیند آ رہی تھی مگر وہ جان بوجھ کر کیمپوڑ کے سامنے جم کر بیٹھا کچھ تیز سنی کا ٹکڑا ہوا غیر اہم سا کام کر رہا تھا۔ وہ مدنی طرح بیٹھ کر ایک بیگڑوں سے کر بیٹھی۔ اس کے اور اچانک بلانی ہوئی تھی۔ مدنی سب ہو نا تھا اس لیے وہ جاہل تھا کہ وہ بیگڑوں بڑھ نہیں رہی ہوگی بلکہ کمرے کی لائٹ بند ہونے کا اظہار کیا کرتی ہے تاکہ سونے کے لیے لیٹ سکے۔ ایک مہینے کی اپنی اس شکاری شدہ زندگی میں خود سے سہانے چند انتہائی مختصر چٹوں کے کوئی بات نہ کرنے والی اس کی یہ کوئی بیوی اس کی برداشت کا حتمان تھی۔

وہ کوئی مہینے کی باوجود چپ اپنی لڑکی تھی کہ اکثر اولت اس پر شدید قسم کی کوفت طاری ہو جاتی۔ آخر وہ کس قسم کی لڑکی تھی پاپ کی خاطر اس نے اس رشتے کو قبول کر لیا تھا لیکن ایک مہینے ہی اس انجمن لڑکی کو اپنی بیوی کی حیثیت میں قبول کرنا اسے اپنے پیڑروم میں راج شام دیکھنا وہ اس چیز کو دل سے قبول نہیں کرنا رہا تھا۔ حقوی و فرائض ملنے اور ابور ہے تھے مگر ان لحاظ کے سوا بلانی اولت میں اس کے ساتھ بیٹھا وقت گزارنا باہمی کرنا اس کے ساتھ کبھی باہر آنا جانا یا اپنی اس سب کے لیے خود کو آمادہ نہیں کر لیا تھا۔

صبح سے شام تک وہ آپس میں مصروف ہو نا تھا اور اس کے بعد بھی تو رہا مگر آنے کے بجائے جم چلا جاتا۔ کبھی سونٹھنگ، کبھی ٹینس، کبھی دوستانوں کے ساتھ

ہر کسی شب اپنی ہر طرف کی شادی سے پہلے بھی اس کی لگی مسوگات کھیل اور اب بھی اس نے اپنی مسوگات چھوڑ نہیں کی۔ پہلے بھی رات کا کھانا ہر کسی ہونے دو گیا جو سنان کے ساتھ کوئی اور ہر گرام نہ ہوا تو وہ گھر میں باپ کے ساتھ ہی کھانا پکانے کا شوق بھی رات کا کھانا تو وہ کھر کھاتا کرتا تھا اور صبح کے کھانے کی وقت بھی اس کی اپنی ہی لڑکی کے ساتھ ہوا کرتی تھی جس میں وہ لڑکی ایک سو برس سے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔

اس کی کولہ اس نے بہت ہی کم ہی چھی ہوئی تھی اور جس کی طرح کھانے کے وقت بھی چپ بھی رہتی۔ پیرت سینک اس سے باتیں کرتے دہتے ہیں بات کے جواب کی صورت میں وہ ان کا جواب بھی دیتی تھی خاموش سے کھل سکرانے پر انکا کہہ دیا اس کی ہر ہی شادی کی کسی شریک یا چھوٹے سے شریک اس لئے نہیں ملا کی لڑکی کی سوچ اور خیالات کھانسی کے ساتھ تھے۔ ایک محدود سوچ اور معمولی ذہنی زندگی اس کی ہی رہی تھی وہ اپنی کئی چہ اس سے کسی کھنگو کے کسی شہیر یا حقیقت جاننے سے نہیں بتر۔ یہ عقائد وہ کر کے لے کر کے ہونے سے پہلے اپنے لیے کھات کوئی بھی نہیں چاہتا بلکہ وہ ہمیشہ اپنے کے گھر وہ جانتے ہی کی طرف توجہ ہوتے تھے۔ یہی کوئی کھانے کے کچھ نہ جانتا ہی لڑکی اپنی اپنے کالی پورہ کو دیکھنے لگا۔ یہی کسی دوست سے کولہ پر کھ شپ کرنے لگا۔ یہی کھینچ پورہ اس کا کالی پورہ اور کھانہ بھی ہی بہت بد وقت گزارا کرتا تھا۔ ہر اس کے ظاہری بات کی مجال تو وہ ابھی خاموش غرض شکل لڑکی بھی سنا کھانے لڑکی ساتھ رہا کرتی تھی۔ لڑکی سے شک و محذور چٹن سے متاثر ہوئی تھی کہ کھانے اور ہر لڑکی سے اپنے ہر طرف تھی تو کسی کے کھانے سے کھانے سے پہلے ہی چلی کوئی نہ دھتھی کسی بہت سے لڑکیوں سے تھے۔ یہ لڑکیوں کی تہمت اس نے سمجھ لی تھی اور جب بھی وہ کھانہ کھتی تہ

اٹھیں کھانا بھی وہ کھانے کے کراہنے مانتے وہ وہ میں اس سے اتنے لیے اور خوب مسورت ہیں کسی لڑکی کے نہیں دیکھے تھے۔ اس کا قدر اور اور مرلا انتہائی متعلق تھا کہ یہ سب چیزیں انسان کو ہی طور پر آسودہ کر سکتی ہیں مگر ان کے سامنے زندگی تو نہیں گزارا جا سکتی۔

اپنی لڑکی کو اپنے بھی اپنی سہ کمال اور کھانا چاہتے تھے اس کے ساتھ وہ اپنی سوچیں کرتے خیالات سوسہ بگو شیز کرتے اور یہ کم عمری رہی کسی لڑکی کی بھی طرح لڑکی نہیں تھی کہ اگر وہ ضرورت سے بہت کہ اس سے کوئی بات چیت نہیں کرتا تھا تو وہ بھی اسے کھانہ نہیں کرتی تھی۔

جتنی ہی وہ فی صلیب پر کھینچتا تھا اپنی فزین مصروف رہتا نہ وہ اپنے ہر جس طرف دیکھتا کرتی تھی اس طرف چنے کر کچھ دیکھنے کی سہینڈ میں سے کوئی سائیزیں اٹھا کر اس کے اوپر اپنی چھاتی رکھ دیتے تھے یہی ظلم کرتا ہوا تھے یہ اسے شرم کرنے کے ساتھ کرتے تھے وہ بھی فوراً ہی بیگزین بند کر کے سوتے آتے جاتے۔ یہی کھانے دیکھا کہ وہ بیگزین کے ساتھ چھتی سارے ہاتھ رکھ کر جھانپا اور وہ بھی اس کی آنکھوں میں پتھر پھینکتی ہوئی اسے شرم سے تریاں کھوت کا احساس ہے۔ تاکہ اس نے بھی کیا گوارا بھی اس سے نہیں کیا کہ اگر کھانا بند کر دیتے تھے خود ہے۔

نے اس نے خاموشی سے لہریز اور گرم مقلد نکل پر رکھوئے تھے اور وہ بھی فوراً ہی سوتے کے لیے ریت کھی گئی اور اس رات سے وہ سہینڈ میں لڑکی ہر شہ پر ضرر تھا تھا۔

خوشی سے یا خوشی سے ہر مہرلے اول سے اپنی ہی ماہی کا تھا کہ اس نے اپنی ہی اپنی اپنی سے چاری قسم کی تھو اور اس میں کسی میں چھاتی کھی گئی اسے اتنے حق کی کا تجربہ نہیں تھی کہ وہ خود اس میں حاصل کرنے کا تجربہ اس میں قند حدود سے نکلے اور کئی کئی مہینے مشقی انداز سے اور رات کو لڑکی کو قند لذت لڑکیوں اسے سنا کر لڑکی نہیں یہ کم عمر اس میں کتنی ہی چھاتی اس کے کسی بھی میاں پر ہر پوری نہیں کرتی تھی۔

ان کا اس عجیب و غریب اور اہل اور شادی شدہ زندگی کو بڑھ مین ہوا تھا۔ جب اس رات اس پر ایک انتہائی مختلف قسم کا اختلاف ہوا۔ وہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ باہر ڈر کر گئے ان پر اتنے وقت سے کچھ دور سے ایک قیاد لڑکی کی پہلی گئی تھی ہوئی۔ لڑکی بہت تھیں کھنکھرتے تھے وہ اپنے اپنے نے ان سے کہہ بھی کیا تاہم اسے اتنے ہی اتنی کوئی ہائی کی تھو اور وہ کھنگھن میں اپنا ذکر نہ کرے کھانے کے ادا کرے ہی روک کھیل۔

خمن کے ساتھ نکلے ہوئی سے باہر ماہی نے چوب ساتھ اور اپنے نے اپنے بیٹے کے ساتھ باہل

بھی اچھا نہیں کیا۔ ہر انسان کی اپنی ہند بھینڈ اپنی مرضی اپنی خواہش ہوتی ہے نہیں سے کوئی لڑکی کھانے کر کسی کے سر پر سٹھ لگائی جائے کر سے شادی ہوئی اب نہیں ہی کے ساتھ زندگی گزارا گیا ہے۔

تھو کوئی نصف نہیں۔ پہلے سے کالیات ہراری تھی وہ نہیں جانتا تھا کہ لڑکی جو بھی بات اس کے لڑکی نے کی تھی اس کے جواب میں اپنی ہی کر صوم اور خاموش ہوئی کی بات اس نے شہور کر لی۔

اسے ادا کرنا ہے آپ سے اتنے عمل اور واضح پہلے اور کرنے کی صلاحیت نہ تھی ہے؟ وہ جرت میں کھرا اور اتنے کے باہر کھرا سوچ رہا تھا۔

جس میں شہری نہیں تھواری بات کر رہا ہوں جہاں مجھے کھانے کے پاس رہتے تھے۔ خوشی سے

زندگی میں مثال ہوگی وہیں آپ کو کیا ہے بدل جانے
 ہی لیا ہے میرے بارے میں کیا کوئی شے "یوں
 غریب ہیں تمہاری بیٹی کے۔ وہ یاد اس وقت
 جلات لکے کہ بلاؤ تو بہار غریب سے ایک بار آئی
 ہے۔" میں بولنے لگی کسی کے گھر میں کیا شے
 اور کتنی ہلانے کے گھر میں کسی کی زندگی
 میں کھس کی آئی ہوں۔ مجھے بہت خفا ملنے لگا ہے یہ
 سب۔ وہ آپ کی خاطر اپنی زندگی کے رشتے کو خوش
 اسلوبی سے بھرا ہے جس سے اس کا فریضہ عزت و کسرت
 اس سوچ کے ساتھ ہی ہی طرح برت ہوئی ہے کہ
 میں زندگی کسی کے سر مسلط کی آئی ہوں۔"
 پھر بھوکے انتقال کے بعد کے اس تمام عرصے میں
 وہ اس سکون کی حالت قریب ہوئی ہے یہ تو جانتا
 تھا کہ اس نے اسے سمیٹ نہیں کے ساتھ اس کی
 زندگی یا ان کے گھر میں بیٹھے ہیں دیکھا کہ تیر
 سے کھلی اور وہ آئی آئی زیادہ سے زیادہ اسے
 برسر حال بھی بھی ہی ہوا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی ابھی
 ابھی ہی بے سلا تھا کہ تیر نے وہ تو اس احساس کستی کی باری
 بے چاری تمام کی لڑکی کہتا ہے "وہ اسے کوئی شے
 کے ساتھ آتے مراد اور روح انداز میں بات بھی
 کر سکتی ہے۔ اپنا نکتہ نظر اپنی سوچ بھی واضح کر سکتی
 ہے۔ سمیٹ نہیں کے ساتھ اس کا بہت سے کام
 انداز اور کامیابی کسی بے شکلا دوست سے کہنے کی
 جاتی ہے۔ اپنی بات کے انجام تک آتے اس کی توازن
 بڑا آسان دینی کی طرح اور ہوا تھا۔
 اندر مزہ کی اکثر ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ بڑھتی ناموشی
 سے وہاں سے وہاں ہوتی آتی تھا۔ شاید سمیٹ نہیں
 سے خود سے وہاں شادی سے خوش ہے۔" میرا کوئی
 سوال کیا کہ اور اس سوال کے جواب میں یہ قسم کھنکھو
 ہوئی کہ
 مجھے کو ایک بار چند بات کا سہارا لے کر بھروسہ کر کے
 اپنی بات ماننے کے جواب وہ اس سے کہو بھی کہ
 میں بارے تھے تو اس کے اور خود کے دوشے کے
 ابدان میں کو غم کرنے کے لیے بھائی ہی سے بہت

کر لے گئے تھے وہاں سے کہ میں آپ کا
 اس پر ایک بات کی طرح کے اشتہار ہوتے
 تھے۔ پتا ہے کہ وہ احساس کستی کی باری اور وہ نہیں
 وہ ہونا جاتی ہے۔ اس سے کھنکھو اور ناموشی
 رہتی ہے تو اس کا سبب احساس کستی میں بلکہ یہ
 احساس ہے کہ وہ اس کے سر زدوتی مسلط کر دیتی
 ہے۔
 لہذا داری سے اس نے اپنا اور اس فری کا تجربہ کیا
 تو احساس ہوا کہ اس کے لیے اس وقت کی وہ خود داری کے
 بدلے ہیں۔ اس زیادہ سمیٹے میں وہ ناموشی اور غر
 اپنے پر انداز سے ہے پھر گرا رہا ہے کہ وہ زندگی
 اس کے گئے پڑی ہے۔ زندگی اس کی زندگی میں
 کھس ہے اس نے نظریے سے جانے سمیٹ اس سے کسی
 کوئی کھنکھو کے اسے چھوٹے شہر کی حدود سوچ رکھتے
 اپنی بات سے کہ زندگی کی لڑکی تسلیم کر لیا تھا
 میں ہوئی کہ فری اور عزت نفس کی بہت اس انداز میں
 کر رہی تھی کہ کر تیار معمولی تو غم کو کتنی ہے اسے
 یاد رکھو اور خود دار لوگ اپنے کا کہتے تھے جس شخص
 میں عزت نفس کا احساس نہیں رہا کہ نہیں وہ انسان
 بھی ملتی انسان ہے کہ اس کی حالت بدل رہی ہے
 بگھ رہی ہے وہ اس کے پاس آ رہا ہے یا نہیں کہ
 میں میں سے بھی بھی بات کر رہا ہے۔ وہ نہیں کوئی
 اس کے کہ اس نے اس وقت میں سے کسی کو گھنٹے
 پر اپنی بات کھنکھو شادی میں کیا تھا۔
 خود پر بوجھ ہے کہ میں نے کیا تو زندگی کی طرف
 باہل ناموشی کہ وہ اس پر کچھ بھی ظاہر کرے لیکن
 ناموشی سے دل ہو گیا تھا۔ زندگی میں کوئی بڑھتی
 اس شادی شدہ زندگی میں یہ سلا سلا تھا سب اس کی
 توجہ دی وہ کسی بھی اور دوسری چیز میں بلکہ وہی
 طرح اس پر مرکوز تھی۔ اس کی نگاہیں ہلکا ہلکا
 اس پر تھیں گھم گھم کن انہیوں سے اس کی گردن
 تھک
 اور یہ اس وقت سے آگے ہی رات کی بات تھی

کی بات میں گمراہی نہیں ہوتے سوتے اس کی آنکھوں کی
 اپنی ہلکی سی سکیوں کی کلاڑ سے خود کی گردن
 دوسری طرف مٹا ہے اس کا چہرہ کل نہیں سمجھتا تھا
 مٹو لے ہوئے روز اس کا جسم تار تھا کہ وہ اپنی
 طرف رہ رہی ہے وہ انہیں کھلے ناموشی سے لینا
 لیا تو اپنا تھا۔ چہرے اس نے کھا کہ بڑے سے ہنسنے
 گی ہے۔ "پہلے کسی میں جا رہا اس کے دوشے سے
 رات میں وہ بھی جاگ گیا تھا اور پھر اسے ہی کھلی توازن
 میں دلتے ہوئے بڑے سے اتنے کر ڈار رنگ وہ اپنا ہاتھ
 دہم میں جاتے ہیں وہ اپنا ہاتھ کسی سے نہیں فری
 یہ خاطر کیا تھا کہ وہ جاگتا ہے۔ لیکن ان کے
 بڑے سے ہنسنے کی اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے
 داک لیا۔ اسے جاگتا ہوا پھر کہ بہت بری طرح
 کھو گئی اسے اور سوتے جاتے سے اس نے جلدی
 جلدی آسوف کسے کی خوشی کی۔
 "تیار ہوا ہے۔"
 "کچھ نہیں۔" کہنے لگی گھبراہٹ پر چہرہ ہاتھ
 آتے اور اس میں ہل۔
 "کچھ نہیں اور آگیا اور کسی کوئی توجیہ
 رہی ہو؟" وہ اس کے باوجود بات کو سمجھنے نہ جانتی
 تھا "میں نے کچھ کہا ہے؟" یہی کوئی بات بھی
 ہے۔"
 "مجھے یہی یاد آ رہی ہیں جس میں نے بھی نہیں
 خواب میں دیکھا ہے۔" اس کی آنکھوں سے ہر آنسو
 کرنے لگے تھے۔
 سمیٹ حسین اس کی بوجھو تھیں۔ ان کے ساتھ
 اس کا کوئی کیا نہیں تھا۔ شادی شدہ انسان سے
 کھلی چہنالی رہا بھی جو ان کی موت کا صدور آتے
 مادے وہاں بھروسہ میں اس کے لیے تانہ جو چہرے اس
 لڑکی کی دلی تھیں۔ کھلی ہڈی اس نے اس لڑکی کے لیے
 وہی نور نرم لڑی سے سوجھا تھا احساس ہوا کہ وہ اپنی
 بہت وہی اور بہت تھا ہے اس سے صرف اس کی
 نہیں تھیں اس کا گھر اس کی اپنی زندگی سب کچھ
 ہی کیا ہے۔

وہ سمیٹ حسین کے ساتھ جتنی زیادہ بے تکلف
 ہو چکی تھی اس کے اور فری کے ساتھ اتنی ہی محتافہ
 تھی۔ خاص طور پر اپنے ساتھ لڑا سے لیں لگتا جیسو
 اس کے ماننے سے بھی وہ روتی تھی۔ اس کے
 ڈوٹی کے ساتھ بے تکلف سے وہاں جہاں کی باتیں
 کر رہی ہوئی اور وہ بھی وہاں جا رہا تھا کہ ایک دم
 میں لپو ہو چلی جیسے ساتھ کچھ بھی کیا ہو اور
 تھی تھوڑے جیسو نہ جانتا تھا۔
 ہنسنے میں اس کی فری اور اپنے لڑکی کی کھنکھو
 اتفاق طور اس نے سن لیا تھا۔ اس کے بعد اس کا
 خیال تھا کہ سمیٹ نہیں اس سے خود کے حوصلے
 خود بہت کر رہے گے۔ کرا ایک چند کر رہا ہے کہ وہ
 اسے سمیٹ نہیں چہرہ تھا کہ وہ اس سے لگی کوئی بات
 نہیں کہیں گے۔
 اس لڑکی خود خود کہت زیادہ وقت دیتے تھے۔ ان
 جینوں کی بیٹھ اپنی اپنی رسم نیا تھی جس سے سمیٹ
 حسین کے ان کا لاکھ کر بہت عزت کا مال تھا۔ تو
 فری بھی بہت معمول اور ہنسنے زندگی گزارنے کی

تاکل جس سے ہائی ایکس اینڈی اور چاروی تھیں۔
 مگر اب اس نے لوٹ کیا تھا کہ بصیرت حسین نے
 اپنی مصروفیات خاصہ محدود کر دی تھیں۔ وہ آئس سے
 بہت جلدی کروائیں آبیلا کرتے تھے اور اس کے بعد
 کامیڈا لوٹ پھر ان کا اپنی بھانجی کے ساتھ گزارا تھا۔
 اس روز بھی وہ آئس سے کہیں اور جانے کے
 بجائے شام سات بجے سیدھا گھر آیا تھا۔ بصیرت
 حسین تو کچھ بھی ہو جانے شام چار ساڑھے چار بجے
 دفتر سے اٹھ چلا کرتے تھے۔ وہاں سے آئس اپنی
 بھانجی کے پاس گھر واپس کی جلدی ہوتی تھی۔ وہ خیر
 جلدی تو نہیں اٹھ سکا تھا ہاں اسے غسل کے
 پر مقابل وہ آئس سے سیدھا گھر ضرور آیا تھا۔ لیکن
 مگر آتے ہی یہ دیکھ کر اس کا موڈ بری طرح آنسو ہو گیا
 تھا کہ وہاں اس کے استقبال کو تو کہیں کے سوا کوئی
 سونو نہیں تھا۔

چھٹی ہفتے کے بجائے اس نے باہر کو بیٹہ لگا کر ایک
 اعلیٰ اعلیٰ سی بیٹی کی شکل سے پر مٹی ہے۔ وہ بیٹی تو
 اس کی پشت پر بٹھوے وہ سیاہ رنگی بال بہت خوب
 صورت گئے تھے۔

”تم کہاں بیٹھی؟ ہمیں انہیں ہی جانے تو چاہتا۔
 کیوں اشعر، خود کے ہاتھ کی بیٹی جانے بیٹی ہے؟ یہ
 جانے اتنی بہت مزے کی بیٹی ہے۔“

وہ کچھ بھیج کے بغیر خاموش بیٹھا رہا۔ خود فوراً
 جانے نہ لے لیکن جس بیٹی کی گم۔ اسے کیا بات بتائی
 لگ رہی ہے وہ خود میں سمجھا رہا تھا۔

وہ جانے کی نرس لے کر آئی تو وہ اسے نظر انداز کیے
 بصیرت حسین سے پرس کی بات حیرت میں مصروف
 رہا۔ خود نے جانے میں شکر ملا کر سلاکپ بصیرت
 حسین کی طرف پھلایا۔ انہوں نے کپ تو ہم لیا تو

وہ سرے میں بغیر شکر لائے کپ اس کے ساتھ بیٹھی
 رکھ دیا۔ یعنی وہ جانتی تھی کہ وہ کس طرح کی جانے کالی
 پتا ہے۔ لیکن اس نے اس کا کپ اس کے ہاتھ میں

کیوں نہیں پکڑ لیا۔ میز پر کیوں رکھ لے وہ کیا کوئی جین
 بھرت ہے، بھونہ ہیں اس سے کو مول اور بھانجی ہے
 اس کی عادتوں کی خبر ہے، وہ اس کی سب باتوں کا وہ حسین
 رکھتی ہے اس بات پر خوش ہونے کے بجائے جانے

کا کپ اپنے ہاتھ میں نہ پکڑ لے پے جسٹریا تھا۔



اسے اس کے ایک دوست نے ڈنر پر انوائٹ کیا
 تھا۔ یونسی دوستوں کی ٹیٹ ٹو گینڈو تھی۔ آئس سے کہ
 وہاں آنے کے بعد اس نے خود سے ساتھ چلنے کے
 لیے کہا۔

”بس۔“ اس حیرت میں حیرت کم اور اتنا ڈنر
 چھا تھا۔

”پہلی تم۔“ کیوں تمہیں میرے ساتھ جانے پر
 کوئی اعتراض ہے؟“ اس نے ابھو اپکا کر اسے
 تھوڑے رعب سے کہا۔

”ہیں۔“ وہ سنائی۔

ان کی ملازمہ اور ازواج نے اسے بتایا کہ فریڈ کسی
 سینار میں شرکت کے سبب دوسرے گھر آئیں کی اور
 اس کے ڈینی اور خود کس پارٹنر ہوئے ہیں۔ بہت
 غراب سوڈ کے ساتھ ملائج میں پیشہ کیا تھا۔ ان گھنٹے
 بعد وہ لوں واپس آئے تھے۔ ملائج کا وہ روزانہ ٹھول کر
 اندر آتے وہ نہیں جانتی تھی کہ وہاں وہ بیٹھا ہے۔ اسی
 لیے کسی بات پر خوب زور دوسرے بولتے اور ہنستے
 ہوئے اندر داخل ہوئی تھی۔ مگر اندر بھرتے ہی وہ اس پر
 نظر پڑی تو لب سچ کر فوراً یوں حیرت ہو گئی جیسے وہ
 کوئی ایسی ہے جو اس کے گھر میں آیا بیٹھا ہے۔

”میرے دل، آج تو بہت بڑے اور بہت مصروف
 لوگ بھی جلدی کروائیں گئے ہیں۔“

بصیرت حسین نے یہ بات سنا کر کئی تھی مگر اسے
 ہل لگا جیسے وہ اس کے روز دوسرے آنے پر مٹو کر رہے
 ہیں۔ وہ اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئے تھے مگر

خود بجائے ملائج میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کے
 سڑھیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بیڑو میں جانے لگی تھی۔
 اس کا موڈ مزید غراب ہو گیا۔ حالانکہ ایک سی نظر میں
 وہ یہ دیکھ چکا تھا کہ آج اپنی مشورہ لگتے وہ قیادسی طرف کی

تھے کہ مجھے جو نہیں چاہا ہے۔ جلدی تیار ہو جاؤ۔" وہ دروازہ کھول کر پریشان سی کھڑی تھی۔

لوہہ اسے پریشان میں کھرا ہوا چھوڑ کر نکلے گا۔ جس کا قتل

انہوں نے اسے اپنے ساتھ لے کر بہت سے سلیورز بھی لے کر وہاں تک پہنچا جس جگہ اسے قتل کرنے کا مقصد تھا۔ اس موقع پر ایک سلیور نے اسے گھسیٹ کر اسے اچھی طرح چہرہ سے کالٹے میں۔ اس نے ہلکا سا

میک اپ کیا تھا۔ شام کی خوبصورتی لکھا ہے۔ لہذا اسے گورڈز اور رات کے انتخاب میں بھی اس کا تاثر نہیں لگایا۔

قلند نے اسے ڈرنگ روم میں اپنے کلباؤں میں لے کر

پریش کر کے چلا گیا۔ ۲۳ میں کون سی بات اسے یاد ہے۔

کی تیار کر دی تھی۔

اسے جلدی کی جگہ کو ذرا بھروسہ ہے۔

گازی کی چالی اور دو ماٹل افکار کو وہ عجب سے کتا

فورا دھکے سے باہر نکلا۔ اس سے کتا تو آیا تو باہر نکل

کرنا بھی کتا گانا کاسٹل فاکر اسے اس کے گلے پالی

اٹھے گلے سے بچے۔ وہ اس کے باہر نکلے۔ پورا جگت

بجھے اسے اور تو کو بچتی رہیں اور کھلا چھوڑ کر ہی اس کے

چپھے آتی تھی۔ باہر کی بیچ کی ایک ٹھکانہ گرامین

وہیں طرف سے کھلاں کے چپھے کی طرف آ گیا۔ باہر

کی ٹیمیں جو بے آزار گھمن میں جگتا نہ کریں۔ اگر

سٹائی کھولتے ہیں اس نے اسے کھائی تھا۔ یہ بھی

سندے تقریبی ایک ہلکا تو آیا ایک لفظ تک نہیں کہا

قلند

یہ اس کے قریب اور خاص دو سٹوں کی محفل تھی

اور وہاں سب ہی نے اس کی بھڑی کو بوندے پر خوش

طریقے سے خوش گدے کیا تھا۔ وہ دست شادی شدہ

تھے اور ان کی بیویاں خاص طور پر سچے سچے سٹوں کی

بیویوں سے اسے متعارف کرا کر ان کے پاس کے

چھوڑ کر وہ خود اپنے دوستوں سے ملنے کا قصد

دوستوں کے ساتھ وہ چاہے کھنگھریں جتنا بھی معصوم

دباہو مگر تمام وقت وہ اسے بھی اپنی نظروں کے حصار

میں لے کر اپنے ساتھ اسے لے کر کھاتا تھا۔ وہاں سے مرزا نے

رہی تھی۔ مگر اس کے بعد وہ اس قریب میں اس کا

کلیا ہوا اور ان میں قابو اسے خواتین میں منتقل کرنا ہوا

اسے اپنے دوستوں کی طرف سے بہت سے لوگوں کے ساتھ

کے اس کے دوستوں کے ساتھ میں سب سے بھی اس کی

پہنچائی کی کو پینڈا کیا تھا۔ سب کو خاص طور پر جمع ضروری

تھی اور وہ بھول گیا اور ہوا۔

جس طرح ہوا آتے وقت وہ کلائی میں سارا

راست بائیں شاہزادی بھی خاص طرح ہوا۔ ہاں چلنے

وقت بھی وہ کلائیوں کو کھانے کے اپنے ہاتھوں پر غلے

طماوٹ بھی ہوا تھی۔

کوڑھی کے ساتھ کسی اس کی فرزندین چلتی اور

مجھے ساتھ کیے زبان کو اسے لگا کر بیٹھ جا لے۔

اس سے سوچا تھا۔

"یہ سزا کی سزا ہے" اس نے بھی طرح طرح کے

اپنا سر اور اعلیٰ ایک نظر سے اسے دیکھا۔ پھر اس کی کوئی

رہا تھا۔

چند کھینچ کر سوچا ہے۔ کھانے کے بعد نظروں کو تولنے وہ

قفا سے چپھے میں تھی۔

"اب کھانا ہے تو کھائیں۔"

اس کا دل چاہا تھا۔ اس کی بڑی سزا ہے۔

اس شاندار خراب کے بعد یہ سزا ہے تو اسے کیا لگا تھا

ہاں مجھے میں کھانے اس نے گازی کی رگڑا اور تیل کی تیز

ضروری کر دی تھی۔ اس کی تیز رفتاری سے اسے لگتا تھا

اپنے قہر اور کھورے پھر رہا ہے۔ میں ہی تھی۔

نہاں کی کلائی اس وقت جس سزا سے نڈر ہی

تھی اس کے وہ دونوں اطراف کی اپنے اپنے رینڈوں میں

لوہ اس کے کیم پار اور مجھے چھوڑ دیا۔ اس میں شام

بجہ ہے۔ اس کے قریب جلدی واپس آیا تھا۔ تیز

بجھتے تھے۔ اس کے ساتھ کسی سے مارا گیا۔ کراہی تھی۔

اسے اسی شام ہی پھینکا کے وہ ان اپنے کوڑھی سے پتا

چلا گیا تھا۔ وہ دونوں اور شام میں کھے قریب ایک

پارک میں واک کرنے کے لیے تھے۔ وہ کلبورنہ ضلع

کے کئی تھے۔ ۱۲ میں پارک سے کھڑکی سے

باقاعدگی سے اس کے کیم کھا کر وہ باہر چلی گئی

چہ اس وقت سے اس نے پورا دن کھانا کھا کر

اسے اس کے کیم کھانے کے ساتھ ساتھ اس کے

کیم پارک کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ

لوہ پر بھی اسے لگا۔

"اس کے کیم کھا کر اگر ایک ماہ سوا ہے تو میں جا کر

کھا کر دوں؟"

لوہ نے یہ وقت گزارا جس میں اس کا کھانا

تھی کھینچتی تھی اس کی طرف سے کچھ باہر بھی

غیر وہ کلائی سے باہر نکل گئی تھی۔

یہاں سلیوٹ سوس کھی کو تیز تر اس کے کیم لینے

کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ

مکان کا کلبورنہ کوئی یا تو میرا مذہب وہ لے

کھاں۔ وہ اسے اپنی آسمان سے بچنے کے ساتھ ساتھ

قلند

"اس میں ۱۳ میں اس کے کھانے کو اچھی طرح بچھنے اس

نے تہہ تہہ پر ایک ساتھ وہ اس کے کیم لے کر آیا اور اس

کی ساتھ ساتھ اس کی بیٹھ گیا۔ تہہ دیکھ کر اسے

بہر سے فخر ہے کہ لگا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کے کیم

دار کلبورنہ میں وہ پورا دن اور ہرے پورے کلبورنہ

دیکھ رہی تھی۔ اس سے کھانے کا وقت کلبورنہ کوڑھی کی

سزا میں رہا ہوا پھر لوہا سے چھانڈا تو نہاں تک

کے ساتھ ساتھ اس کے فخر سے لگا رہا۔ اس سے زیادہ

تو نہ کلائی نظر کرنے سے اس کی تھی۔

"جس کھانے میں کلائی ہے۔" اس کا خیال تھا

اسے پھر اسے میں کھانے کے

اس کا تو یہ سوال اسے مشکل میں قیامی اشاروں کا

مراٹھ کو دیکھا تھا۔ قلم اس کے ہر کسی اور مضمون کی جھنگو

آگے بچھانے کے لیے اب ہوا۔ اسے اس سے

اس کے کھانے میں تھے پینڈو کو چھنی چاہیے تھی۔

ماہر طور پر بھی کھی گئے کہ کیم کھنگھرا نے کھنگھرا

لے کر کسی کسی معاملے میں پینڈا یا پینڈو پر چھنے ہیں

تو اب اسے کہ جو کھنگھرا کا ساتھ جاری رکھنے کے

لیے وہ لٹو کا اعلیٰ پینڈو بھی شہور ریلوے کرنا ہے

تو اس نے اسے لے لیا۔ کیم میں جو کھنگھرا نے

اسے اس کے کیم کپ پر مرزا کے متعلق سے اس

کیم کھا لیا۔

اسے اسے اتھارے اپنے ملحقہ احباب میں شامل ہوا

اور کلائی اور اس میں اس کا ایک کھانا کھانے کی

کھانے میں اسے اس کے غیر معمولی تہہ سے

اس کا ایک بات کہنے تو یہ خبر تھی ہی ہی ہوتی تھی۔

اس کی طرف سے اسے اسے ہر بار اسے لگا لگا

سے ایک ملو اور حسین اور ایک کھانے کھانے اس کے

چپھے کے کلائی میں اس کے زہرہ کوڑھی کو سراپے

نے اس کے ساتھ اسے کھانے لگا۔ اس کے دل میں

کلی زہرہ اور لطیف سے چہانت دیکھنے کی تھی تو اس

کے اس کے کھانے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہنہا سے

مجھو اور اتھار

اس رات اگر اس کا کلبورنہ میں طرح غراب ہو اتھار

انگلی ہی تھی تو کلبورنہ میں ایک ساتھ لگی ہوئی

تھیں جنہیں نکلے سے حیران بھی کیا تھا۔ بہت زہرہ

خوش لگی۔

کے روز چھنی کا وہ قلم اور اپنے معمول کے

مطابق وہ چھنی کے کون کی کیم جو سب سے کلبورنہ کو

قلند میں صبح وہ پانگ کر کے کیا تھا اور اس میں

دیکھ کر اس کے ساتھ اس کی تمام توجہ اپنی بائیں

تھی مگر جب کہ کھانے کے انوکھوں کو چھوٹے ہوئے

بھی اسے اس میں ہوا۔ کلائی اسے دیکھ رہا ہے۔ کھنگھرا

ہوئے تھے اس کے لئے تو کھانے کا کھانے کی طرف سے

کلائی میں اس سے دیکھنے سے دیکھا جا رہا ہے۔

وہاں میں وہاں وہ کیم ہی ہی ہی سرحت سے سزا

اور اسے اٹھا کر اور دیکھ لیتے تھے۔ کلائی میں

رنگ سے باہر کھانے کے قلم کوئی نظر نہ لگے

مراٹھ دیکھ کر اس نے اپنی نظروں فوراً میں ہنہا میں

کیا خیال ہے؟ خود کو جیوہ مہاجرین سمجھ کر بننے سے
 جاننے کے لیے اس نے فوراً ہی سمجھکو گارڈ سڑک اور
 اسے سڑکی میں تقویت بخشنے سے روک لیا اور ایک ٹیڑھ
 شوکی طرف گریزا طور و رشتا پر تھانہ سپرد وقت ہو کر
 بھرا گا کہ وہ اپنے بارے میں کوئی باقی اہل عمل سمجھتی
 سے کہنے کے سوا کچھ نہیں ہے اور وہ حواس اور کیا
 قند

بڑھائی اس ناشکی اور دخل سے بڑھ کر مشق قند
 اپنے گھر کے اس وسیع و عریض گھرانے کی خوب
 صورت بڑائی شگلائی اور خوشنوا کمارا کرینٹ سا
 قعدہ ہی کو جانا قند پر طرح کے پھولوں پر نہیں اور
 درختوں سے اسے محبت تھی وہ اس بات پر یقین رکھتا
 تھا کہ اس بات کی طرح یہ وہاں پوسے تھی محبت کی
 زبان بولی جیسے اس میں اس کی اور اور دور ملک
 اپنے رنگ خوشبو اور خوب صورتی کھیر کر اس کی محبت
 کامیابی سے جو اس کے لیے تھی۔ وہ ایک صاحبہ
 اور بہت چمکا کر ز قند پر کہنے والا ایک پائرس
 میں کس سے باگداری کا قلم حاصل کیے ہیں یا نہیں
 کے بارے میں اس کے جاننا قند جتنی وہاں تعلیم
 حاصل کیے کسی Horticulturist کو حاصل
 ہو سکتی تھی۔ اگر بڑھائی ایک فن ہے تو وہ اس فن کا
 باقی تمام فن

ایسے تھے وہ ایک فن ہے جس کے ساتھ ذرا سا کام
 جو زیادہ قند نہ پٹے اور تو جس کے خلاف سے اس جیسے
 تھے گھر صرف اس ایک دلچسپی کے مشترک ہونے
 کے سبب دونوں ٹکڑے اس کی ان سے دو دنیاں ہو گئی
 تھیں۔ جو تھیں نہ گزرتے گزرتے ہی قرار بھی نہیں اور ان
 میں سے ہر ایک نہ صرف کو ان باہمی کے بارے میں
 نئی حقیقتات سے آگاہ کر رہا تھا
 دوسری صورتوں کے بعد اس کی آسان بات نہیں
 چتا تھا جیسا کہ اپنے گھرانے کو زیادہ قند روز روز کا
 ساتھ کے دوران ہی اس کا ایک پرور پر اپنے گھرانے کا

لگتے خود کے پاس اذیتوں نہیں ہو تا تھا نہ مالی اور
 جس پوسے کے بارے میں کوئی بات نہیں تھی تو کسی نہ کسی
 وقت اپنے ساتھ بار بھٹی کے ساتھ وہ کی گئے اپنے گھرانے
 کو کھانے سواروں میں گزارا کرتا
 اس روز چھٹی ماہوں قند اور وہ اپنے کے بعد سے
 بیٹھی جان سے گاڑن کی دیکھ بھل گیا، گاڑن اور قند
 موسم تبدیل ہو رہا تھا سواروں پر سخت اور ہی نہیں
 اپنے نئے موسم کے فائدے کے لئے پھول اور تھے ہر سے
 گاڑن میں لائے جانے لگے مگر آتے جاتے روز ایک
 نظر پڑی پائی تھی کہ کسی کوئی پودا کوئی پھول کوئی
 کیاری یا کوئی گل نظر پڑا تو نہیں، اور یہ کہ کوئی پھول
 پورا مہل تھا ہوا تو نہیں لگ رہا۔ پائی طرح طرح کی
 دیکھ بھل کر رہا ہے کہ کس طرح اس پھول کے سونے سب
 وہ اپنے گاڑن کو پورا وقت سے رہا ہوا تھا۔ سبب
 ہوا ان کو پائی قند اس کی شہت آئی رہتی تھی۔ زیادہ
 کوئی ایک پودا ہی اسے مہل پورا نظر آیا یا کسی
 کیاری میں ذرا بھی کسی پوسے کی کات چھوٹے
 درست نہ ہوئی تو وہ سب کی کوئی خاک خرالے
 ڈالنا۔ آج سے بھی یہی سبب کہ وہ پھول گھر کے
 اندر کھینکس کے بیٹھے کھڑے تھے ان میں دھوپ
 میں رکھوانے کے بعد اس نے گھر کے اندر سواروں
 تمام ان دنوں اس میں جینس پہنچے اور وہ دھوپ
 اور درختوں کی صورت ہوئی گیا ہر گھرانے

تھیں گھر کے وہی پھولیں سمونہ پودا پودا سب کے
 ساتھ لگ رہے تھے پوسے فریڈے تو سڑی چا کر لیا
 وہاں سے ایک گھنٹہ پہلے وہاں پوسے گاڑن کی طرف
 آیا تو یہ دیکھنے میں اس کا ایک پہاڑی پودا کوئی پھول
 کے لئے اور وہ ایک ساتھ اس کے پھولوں میں رکھے
 تھے قلمی گلے ملنے کے ساتھ کسی نے جوتی
 ترتیب سے پڑا یا کسی کی نظارت کر رہیں سواروں اور
 دھوپ کے نیچے رکھ دیے ہیں۔ ٹھنڈے سے اس کا داغ
 کھول گیا

تھیں گھر کے وہی پھولیں سمونہ پودا پودا سب کے
 ساتھ لگ رہے تھے پوسے فریڈے تو سڑی چا کر لیا
 وہاں سے ایک گھنٹہ پہلے وہاں پوسے گاڑن کی طرف
 آیا تو یہ دیکھنے میں اس کا ایک پہاڑی پودا کوئی پھول
 کے لئے اور وہ ایک ساتھ اس کے پھولوں میں رکھے
 تھے قلمی گلے ملنے کے ساتھ کسی نے جوتی
 ترتیب سے پڑا یا کسی کی نظارت کر رہیں سواروں اور
 دھوپ کے نیچے رکھ دیے ہیں۔ ٹھنڈے سے اس کا داغ
 کھول گیا
 تھیں گھر کے وہی پھولیں سمونہ پودا پودا سب کے
 ساتھ لگ رہے تھے پوسے فریڈے تو سڑی چا کر لیا
 وہاں سے ایک گھنٹہ پہلے وہاں پوسے گاڑن کی طرف
 آیا تو یہ دیکھنے میں اس کا ایک پہاڑی پودا کوئی پھول
 کے لئے اور وہ ایک ساتھ اس کے پھولوں میں رکھے
 تھے قلمی گلے ملنے کے ساتھ کسی نے جوتی
 ترتیب سے پڑا یا کسی کی نظارت کر رہیں سواروں اور
 دھوپ کے نیچے رکھ دیے ہیں۔ ٹھنڈے سے اس کا داغ
 کھول گیا

ذرا کٹ سونے کی اور خود پانچ گھرانے کا مشروہ گھنٹوں
 کیا پانچ گھنٹے میں پھولوں میں رکھا ہوا تھا قند
 نے
 ٹھنڈے کھولنے ہوئے وہاں باقی قند
 اسے گھسیکی کیاری کے اس قدر سے چھوڑا اور ال
 بیکر فریڈے پھول نظر لگے۔
 فریڈے کے لئے یہاں کس نے رکھے ہیں؟ آج تھے
 رکھا کسی کوئی سوار لگے۔
 اس نے کسی میں سوار لیا۔
 اس کی ٹھنڈے فریڈے تو لڑا جس کو حسیہ نور
 جمل بھی وہاں آگئے تھیں دونوں کے ساتھ کل
 اس نے جلد ہی جلدی سارے گلے وہاں چھوڑا جس
 جوں جوں پھول رکھے ہوئے تھے رکھوا لے۔
 فریڈے سے اللہ بھی قلمی گلے وہاں رکھ دیے
 تھے تب نہ وہاں اپنے اور سارے تمام کھولوں میں
 مسونہ ہو گیا۔ موسم کے پھولوں کے لئے نور نہیں
 کھولوں میں لگنے کے ساتھ وہ اپنے گاڑن کے لینے
 ایک میں بھی کچھ قلمی تبدیل کر رہا تھا۔ گاڑن کے لینے
 تھیں سچ مہل وہاں کے گھر خوشنوا پیدا کرتے
 پھولے چھوٹے رہتے تھیں چھوڑا اور کھٹ اقدام کے
 پھولوں میں پھولوں کی بار مگھلے تھے رکھوا لے۔
 گھنٹے کھولوں میں ہی مسونہ پودا ہے اسے
 نہ جو کسے تنہا قند نہ ہی چاہے گھر کے گرد لگا
 کوئی شیل کیا تھا سب کھولوں سے لگا ہوا اور
 گاڑن کی قلمی بیج درج سے سبب مطمئن ہوا تھا ہے۔

چاہے کا خیال کیا۔ فریڈے اور بہت مسونہ بیج ایک
 دوست کے ہاں بھی پر غرض وہ بیجے کھولوں میں رکھے
 تھے اور اس کی کو وہاں ہی ہوئی تھی وہاں کوئی گلہ
 میں اچھا نہ رہا تو قند نے قند میں بھی کوئی دیکھتی نظر
 لگے۔
 "خوشا جانے ذرا جلدی سے کھولا لگاؤں۔ جب
 دونوں کی ہموک گلہ رہی ہے۔ اس سے کہتے
 ہوئے وہ اپنے باغوں اور پوسے پر لگی کھڑا سنی سے
 نجات حاصل کرنے کے لئے اپنے گھر سے آیا۔

"کب سے بڑی بھانجہ ہے میں؟"
 "تو کیا ہوا؟ تمام خوشی اور کھلے ہوئے گھر میں
 آگیا تھا۔" "آج ہی پلٹا میں سلاوا لائے ہوئے اس نے
 کہ غرض کا خوشی کو اپنے لئے خاص طور پر
 تیار کر رہا ہے اسے ساتھ لگے کی خواہش رکھتا
 اسے مت اچھا لگا۔
 "تمہیں کھٹک آئی ہے؟" "ہاں تو کھٹکنا تھا نہیں
 صرف پٹنے اور کھلنا آئی ہے۔"
 "آج ہے؟" "جہاں یہ آگ لڑ چکن اور اڑھائی کا

جراثیم میں نے فرسٹ ہانڈ ہائے ہیں جلیبی کی فوڈ پر
 ریسی وی ویجی میگی میں لے۔ آپ بیسٹ کر کے
 تاکہ میں دونوں چیزیں لیسٹی ہیں۔
 اگر کھانا خوش ذائقہ نہ بھی ہوتا تب بھی اسے تو وہ
 اچھا ہی لگتا لیکن صداقتی بہت مزے دار قلموں کھانے
 کی دل کھول کر مزہ لے کر تا خوب مزے لے کر اور
 بہت خوشی سے کھانا کھا رہا تھا۔ لیکن کھانے کے دوران
 ہی اسے محسوس ہوا تھا کہ خود کچھ بے چینی ہی ہے۔
 اسے ایسا لگا جیسے وہ اس سے کچھ کھانا چاہ رہی ہے مگر
 کہہ نہیں پاتی۔

”ایسا بات ہے خود کچھ کھانا چاہتی ہو؟“
 کھانے کے بعد بھی جب اس نے اس کا اظہار کیا
 اور اذکار کھاتا تو چہ بیضا کھڑی گئی سر ہلاتی اس کے
 پاس سے اٹھ گئی۔

رات بارہ بجے وہ دونوں سونے کے لیے لیٹ چکے
 تھے جب لیٹنے کے کچھ دیر بعد اس نے خود کی آواز
 سنی۔

”آپ سو گئے؟“ وہ گروٹھ لیے لیڑا تھا۔
 خود کی آواز پر اس نے گروٹھ بدل کر اسے دیکھا۔
 وہ اس کی دیکھ رہی تھی۔

”مجھے تب سے ایک بات کہنی ہے۔“ اس کی
 آنکھوں میں دیکھ کر غصہ نہ سمجھو تو آواز میں ہلکا ہلکا
 راست اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تو وہ بھی
 اسے دیکھتی ہی نہیں گئی۔ اگر وہ اس کی آنکھوں میں
 دیکھ رہا ہو تو وہ پیش نظر اور حواہر کسی دوسری چیز پر
 مرکوز رکھتے اس سے بات کیا کرتی تھی۔ شہنشاہ میں ان
 باتوں پر حیران ہونے کے بعد اب وہ اس کی اس
 دنیاوی سی طرز کی مشرت کو انجوائے کیا کرنا تھا۔

”میں نے وہ سہریں آپ سے جھوٹا لیا تھا۔“ وہ
 شہنشاہ کی آواز میں نظر میں جھٹکتے ہوئے۔

”آپ زہری گئے ہوئے تھے تب تو سارے
 کلمے میں نے دھوپ میں رکھے تھے۔ مجھے نہیں پتا تھا
 کہ وہ شہنشاہ میں رکھنے والے پلاٹس ہیں۔ مجھے
 گھڑانگ کی الف تب بھی نہیں آئی۔“ اس نے اسٹ کو کس

طرح اور کس جگہ رکھا جاتا ہے مجھے پتا نہیں پتا۔
 مجھے تو جس تب کی گھڑانگ میں اتنی زیادہ اڑاؤ سونے
 دیکھ کر شوق ہوا تھا کہ میں بھی یہ کام کر لوں۔ میں بھی
 وہ پلاٹس آپ نے غلطی سے یا جلدی میں درج سونے
 کے پچھ لور اور وار کے ساتھ لگا کر رکھ دیے ہیں۔ وہ
 اتنے خوب صورت کلمے تھے اور ان میں سونے پلاٹس
 بھی اتنے خوب صورت لگ رہے تھے جیسے خیالی
 سے انہیں اتنی وار لور اتنا الگ تھلک تو نہیں رکھا
 پاسکا تھا۔ جہاں ان پر کسی آنے والے کی فورا نظر
 نہیں نہ پڑ سکے۔ میں بھی کہ شاید زہری سے والہیں
 اگر آپ کو بھی یہی کام کرنا ہوگا۔ انہیں سامنے ہی چھپا
 ہو گا۔ اس لیے خود ہی انہیں ان کے ساتھ رکھنے کے لگا لگا سے
 ترتیب دے کر رکھ دیا۔“

وہ جتنی سلوکی سے اپنی پوری کلر گزاری اسے سنا
 رہی تھی۔ وہ اسے حیرت میں جھکا کر رہی تھی۔ وہ اتنے
 گھنٹوں سے اتنی معمولی سی بات کی وجہ سے ریٹان
 تھی اور وہ پتا نہیں کیا کیا سوچ رہا تھا۔ اسے خاموشی پا کر
 خود نے نظریں اٹھا کر ایک پل اسے دیکھا پھر وہ باہر
 نظریں جھکا کر لیٹا۔

”میں جھوٹ سمجھی نہیں بولتی۔ لیکن اس وقت
 آپ اسے مجھے میں تھے مجھے یہ پتا نہ تھا کہ گھڑانگ سے کلمے
 کسی ملازم نے نہیں بلکہ میں نے یہاں لگا کر رکھے
 ہیں۔“

”اس وقت ڈراگ تھا اب نہیں لگ رہا؟“ قصہ تو مجھے
 ابھی بھی آسکتا ہے۔“ اس سلوکی اور معمولیت
 بھرے انداز سے بیسوت سا ہونے اس نے بظاہر
 شہنشاہ کی سے پوچھ لیا اپنے قصے سے اڑا رہا تھا۔

”لگ رہا ہے لیکن میں جھوٹ بول کر سو نہیں
 سکتی۔ بات معمولی ہے لیکن جھوٹ تو جھوٹ ہے۔
 چاہے بدی بات پر بولا جائے چاہے معمولی اور معمولی
 بات پر۔“

وہ حیرت سے آنکھیں کھولے اس سے مختلف لڑکی
 کو دیکھ رہا تھا۔
 ”پتا ہے تھے جھوٹ اور انہیں صرف پل بدل آسکتا لگتا



نومبر ۱۹۸۱ء

پندرہ سال روٹی صادق آباد

لٹ کتب خانہ کے اور لکھنؤ سے

۱۹۸۰ء میں عراب ۱۰۰ وزنی کتاب گئی ہے
 پندرہ سال کرانہ وہ لکھی گئی۔
 68-5704367

ہجرت میں کوکورداری دنیا میں اہم پیشہ حاصل ہے۔ ساری زندگی سخت محنت کے بعد انہوں نے یہ مقام حاصل کیا ہے۔ ہر فرقہ و مذہب میں سونا اور گزری اور بیٹے اٹھنے سے ان کا خاندان مکمل ہے۔ جسے جانے کی ہوس نہیں آتی۔ یہ حالت بدترین کی حالت ہے۔ مگر یہ سونا اور مانی خود بھی زندگی گزار رہی ہیں۔ پانچ لاکھ کے آخری پانچ میں انتقال ہو گیا ہے۔ ہر گز یہ سونا اپنی اگلی بیٹی کی ذمہ داری ہے۔ ہجرت میں یہ واقعہ ہیں تو انہیں شدت سے اپنی کوٹھالی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ سن کے ملاح کے گیسے پر مٹن کو پیش کرتے ہیں لیکن وہ جان کر نہیں رہا جس۔ محنت سے پہلے سنی کی آخری خواہش پوری کرنے کے لیے اسے اگلے بیٹے اشرفی شادی کرنا اسلئے سے کہتے ہیں۔

اشرفی سوانی کا پورہ ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہے۔ جسے والدین خصوصاً والد کی اچھی تربیت سے بھلے نہیں دیا۔ ماں (نورجی) کی اچھی دیکھ بھال ہے۔ وہ اپنی ایک بیٹی اور چھ بیٹوں اور دو سوتیلے بچوں کی اشرفی سوانی کو تربیت دیتا ہے۔ اس کی والدین ہمیں شادی کے بعد اپنی دنیا میں من ہیں۔ اشرفی سوانی کے پرہیز کی ڈگری حاصل کر کے ہجرت میں کے آمدگار میں ہاتھ پائی گیا ہے۔ اس کی بیٹی کی خواہش رہی ہے کہ وہ ایک ایسا بیٹا بن کر نکلتے۔ خود شادی کرے تو اسے بھی کامیاب کار فرما ہے۔

مکمل ناول



مہر تکہ گھل جس غمی ہی ۳۳ نے اس
 تصور کو بار بار دیکھ اس کی شکل اس سے نہیں بنی تھی
 بھر جی اس سے اس کے چہرے کے ایک ایک گوشے میں
 اپنی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ وہ تصویر میں
 کشمکش کر رہی رہی تھی۔ اس کی کبھی ہانگی ہانگی
 اسیے جیسی گدہ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کا رنگ
 ہانگی اسی جیسا تھا کہ گویا یہ اس کے ہوشیار کی
 منگٹ ہانگی اسی کے شیشی گھس۔ وہ اس تصویر کے
 ایک ایک گوشے میں کو بار بار نظر کرنے کے ساتھ ہی رونہ
 اور کرب سے بھی براہِ اقبال تھا۔ وہ اس بات کا کہ
 وہ اپنی جیسی کے نزدیک سے اپنی دیر بعد گواہ ہے اور
 یہ اور اس کے ہوشیار سے تھے کہ اس کی جیسی ہانگی
 ہے۔ اس کی تصویر کو اس نے بنی اخیلا اور محبت
 سے اپنے دلالت میں رکھا لایا۔

وہ اب اس کی ہنسی بیکر اور پورے دیکھتا تھا
 سمجھتا تھا۔ "بوری طرح بیکر شل جھلا ہے
 اس نے ہاں کہہ دیا کہ اس کی اپنی جس سے وہ بھی
 تصویر دیکھنے کی طرف توجہ دے گا۔ اپنی زبان
 بڑھانے کے لیے شاک اس کی کیفیت میں کاؤر تکہ سر
 کو اٹھانے میں جھلتے جھلایا۔

اسے ہنسی فرصت میں شہر کے سب سے اچھے
 ٹھکانے پر بسنے سے لاپرواہ لینے تھا اس نے اپنی جیسی
 بچہ جین مہراج کو ہاتھ اند اس کی زندگی پر قسمت پر مانی
 تھی اس نے فائل کو اور تصویر کے ساتھ رکھی جاہت
 انصاف جس پر اس کے لاپرواہ جانچا اس کی جیسی
 رقیق جس اس جیٹ کہے کہ فوراً اس کی سے اٹھ
 وہ جیت کر مانی سے چائے اس سے باہر نکال کر اٹھا۔
 پارک میں اگر اس نے اپنی گاڑی اشاعت کی طور
 اس سے تیز رفتار سے دوڑانے لگا۔

ایک ٹھکانے پر تھم کر اس نے اپنی ہمہ صحت جھگہ اور
 گئے ہوئے فیش سے بیکہ گدی کی دیکھی تھی
 متعلق جھولی کا تھانہ تھا اس نے بیکہ گدک کی قیاسی
 محبت تھی۔ پیڑھوں پر تھم کر اس کی جھل پر پہنچا
 اور ذرا ٹھک و تاریک جھیلوں کو دیکھ کر اس کی ہانگی دہ

اور کرب سے گئے۔ نگہ اس کی اپنی ہنسی بیکر رہتی
 اس گدکی کے اخیر میں ۳۱ اپنے جذبات پر
 ہوسے اپنے نظر پر اپنی ہنسی بیکہ گدی کا
 صورت سے گواہ تھا۔
 "تمیں اس میں ہوں" بھسے۔ "لو کہ
 نگہوں کے برابر میں بھی اس نے کہنا پھا
 انہوں نے اس کی بات کھنسی۔
 "آگے گئے پیڑھوں اور آگے تھے۔
 "فرق انہیں صاحب آگے ہیں۔" سے اور
 کی ہر جوشی دعوت دینے کے ساتھ ہی انہوں
 وہاں کھرتے کھرتے ہی آواز لگلی۔
 اس آواز سے ہی ہانگی جی کا کھنسا سے وہاں
 سے داخل ہوئے ہی پوری کی پوری نظر کر کے
 تھی سانسے ہی ایک کر پوری جیسی فریاد اس
 میں جھکی جرم ہی اسے وہیں سے نظر آئی
 اپنی جیسی سے بھٹی وہاں سے اٹھا سوسا
 بھٹی میں ہنسی اٹھا سے اچھا جیسی ہانگی کی گوشت
 ڈالنے ہوئی اس سپاس کہنے لگی۔
 "جی رہے تو اپنے گھر
 کی بات نظر پڑا تو کر کے اس میں ہونہی اس کے
 پہلے لگے۔ اس نے سب سے اخیلا اسے گوشے اشعار
 اس کے گلہ پر پڑا دیکھ۔

"سب بیٹا میں ہاں؟ جرم نے سب کی تو فرور
 کر کے۔" اس کی زبان اپنی صفت اور آج کی
 کر کے یہی تھی اور بولنے کا ہر جیاں اس سے
 اور تاکہ سب سے متعلق کر دینے انہیں شخص
 اس پر سے سندھیا سے آواز لگائی اس نے سر نہ
 چا کر دیا وہ اسے بھٹے سے اپنی زور و ہمت انہوں
 وہاں لکھنے پر پڑا دیکھ۔

جور کر رہے تھے اور کرانہ دونوں کے پاس
 تھی۔ جب کہ اس کے لیے دو دن کھولنے والی ہانگی
 اور ان کو گوارا نہیں کرانہ کر کے کھنسا سے
 تھی۔ وہ دو دن ان کے پاس ہی کھنسا۔ اس
 کے طور پر جیسے کا کھنسا کہنی اراو میں تھا۔ جب

ہونے کے لائق نہیں تھی اس کے ہوسے گدک
 ایک کیفیت کو دیکھ کر اس نے ایک جیسی ہنسی کر لیا
 "سب بیٹا میں ہاں؟ اس نے مارا مارا ہانگی ایک کو کھل
 ہانگی سے جانتی تھی۔" خود کو کھل طور پر نظر
 اراو کر کے اس نے جیسی کا خطاب دیکھ۔
 "ہاں ۳۳"

ایک دوسرے گوشے میں "گدک سے؟ ہانگی کے ساتھ
 وہ کہنے لگی "اس کے احتضار پر جرم نے بہت جوش د
 اراو اس نے گردن انہوں میں ہانگی۔
 سب نے جرم کو کھل پلا کے کہے یہی (ذہنی ہانگی)
 کی تھی۔ اس کے ہانگی سندھیا سے جتا اراو
 اس کے کھل کر ایک ہی ہانگی جوش سے ہم کھنسا کر رہا
 "سب مجھ ناظر کا بیٹا جو بچہ کو ہی وہ سب
 اراو۔ اس نے سب سے چہرہ اراو کر لیا۔
 "جیسی میں جلد ہوں۔ جمل جیسی نے اٹھا گدک
 ہانگی ہے۔" اس نے جرم کو کہنے اراو "خود فرور"

جرم نے ہانگی اٹھا اپنی گورکھ کیا کر رہی۔ اس
 کے جرم کو ہانگی سے ہانگی۔ جیسی وہ ہانگی سے تھی۔
 اور جیسی نے ہانگی سے ہانگی۔
 "تمیں نے آپ سے صرف اپنی جیسی کے علاج کے
 لیے ہے۔" اس نے کہا۔ اس کے کھلے ہانگی کو نہیں کہا
 اس صورت کی جرات اور بہت ہے اس کا دل ہانگی
 مانی کر اس کے کھنسا پر ایک جھیر سید کہنے اپنے
 کو جرم اسے کوئی احساس نہ اسے نہیں تھا ایک
 اراو جی ہانگی آپ اسے میں گھلے جیسی زندگی میں
 لگا ہاں اس بات سے آگاہ ہوا تھا کہ اس کی کوئی بلادگی
 چہ اس کی گالپ بھی ہے۔ اس سے اس اپنی
 نہ کہ جھپٹانے رہنے والی ہے۔ جرم نے جھپٹانے اور
 ہانگی سے اس کے سانسے تھی کر پوری تھی۔
 "ہم۔" آگے مزید بچہ بولنے سے کھل اس نے

اپنے شوہر جن سے کو کھنسا ایک لذت اور طبعی
 غضب سے بھرت انہوں کو سوا اور سہانہ انہوں میں
 تبدیل کیا۔
 "جیسی اپنی کھنسا ہے گی اور اس کا کھل علاج
 ہوگا اب سے یہ فیصلہ صرف میں کھنسا کہ تم نہ
 میں نے تمہاری رائے نہ کی ہے نہ عرضی ہو بھی ہے
 اپنی جھولی کی کہ میں اس کی کھنسا سے بہرا میں کر سکتا
 اس نے اگر تم اپنا جوش خنق سے ساتھ لگاتا۔ وہ نہ
 کھل اپنی جیسی کو توش میں ہانگی سے جرمال میں سے ہی
 جانتی تھی۔
 اپنی بات ختم کر کے ہانگی کے آواز سے بے خبر
 ایک کھنسا کے اندر دو دن اسے لاکھ کھل کر اس تک
 اور وہاں تک سے ہانگی ہانگی جیتا۔

اپنے شوہر جن سے کو کھنسا ایک لذت اور طبعی
 غضب سے بھرت انہوں کو سوا اور سہانہ انہوں میں
 تبدیل کیا۔
 "جیسی اپنی کھنسا ہے گی اور اس کا کھل علاج
 ہوگا اب سے یہ فیصلہ صرف میں کھنسا کہ تم نہ
 میں نے تمہاری رائے نہ کی ہے نہ عرضی ہو بھی ہے
 اپنی جھولی کی کہ میں اس کی کھنسا سے بہرا میں کر سکتا
 اس نے اگر تم اپنا جوش خنق سے ساتھ لگاتا۔ وہ نہ
 کھل اپنی جیسی کو توش میں ہانگی سے جرمال میں سے ہی
 جانتی تھی۔
 اپنی بات ختم کر کے ہانگی کے آواز سے بے خبر
 ایک کھنسا کے اندر دو دن اسے لاکھ کھل کر اس تک
 اور وہاں تک سے ہانگی ہانگی جیتا۔
 اب اس کے سانسے ہانگی جن سے ہانگی سے ہانگی
 کہ شہر کے سب سے بھریں کارواں جھٹ سے
 ہے کہ جس کے آواز سے ہانگی کے اور اس کے ہانگی
 نے اس کے شانیں شہر ریش کا کھنسا ہے اس کا کھنسا
 لگاتا کو اس کی جیسی ہی کا کھنسا۔ اس کا جھنسا ہانگی
 ہانگی کے کہ جھنساے ہانگی سے ہانگی سے اس طرح
 ہانگی لگاتا ہے کہ میں نے ہانگی کا کھنسا ہانگی لگایا

خواہن ڈائجسٹ
 کھنسا سے
 بہنوں کے خواہش اور متاثر
خوشبو کا گھر کو نہیں
 ہر شانہ گاہ بعد نانا
 جیت سے 250/- روپے
 لگائی لکچر
 لکچر عمران ڈائجسٹ
 37- اورہ بازار لکھنیا۔

نہیں رہتا تھا۔ وہ اس کی ایک سال بھی رہتی تھی۔
 ساری دنیا میں وہ اپنے شخصیت جو خرد و احسان کے ہر
 گوشے سے افاقہ تھی۔ وہ ایک دم سے حرم کو ان
 کے پاس لے گیا کہ ان کے اہل و عیال اور ان کے بھائی
 کو بھی لڑائی آنا تھا اور تو وہ چھوڑتے تھے گراؤ
 چاہتا تھا کہ وہ ان کی ممانعت سے
 "میری گرفت سے بھاگنے کی ممانعت چاہا مگر
 گرفت گمائی سے نکل کر اچانک ہی وہیں آئی۔
 میری ایک دست ہمارا مہل کی بیٹی بھی جس کے ساتھ
 ہے؟"

ابھی بیٹی کو مہل لے آئے گا۔
 "ہیکو کیا ہو گیا ہے خرد و احسان کے حرم کو
 بیٹی حلیم کر گیا ہے۔ مجھے اس بات پر خوشی
 ہے کہ تم نے اسے لے کر آئے۔" بیٹی نے
 چلے جانے کے چند گھنٹے بعد رات میں اس کی والدہ
 سے فون پر بات ہو رہی تھی۔
 "میرے حلیم کو لیا گیا وہ اس پر حق بہت زیادہ
 ہے۔ اس وقت حرم صرف حرم کے علاج کے لیے
 میں نے اس کے ساتھ حرم کے علاج کے لیے
 لے گئے تھے اور وہ۔" گفتگو اس کی بات
 کی۔

قادر جو بیٹوں میں علیا کی والدہ اور ترس نے وہیں
 فرس پر پرانہ طرح اس کے بیک میں اولیٰ اور قابو ہو
 لیکس اس کی بیک میں اسے اپنی جیب میں سلاں تک
 پر قابو تھا۔ تو اس کی جیب میں جب وہ کارڈ پوسٹ
 کے پاس علاج کے لیے حرم کو لے کر آئی تھی
 تھی تب اس کی بیک کو لڑائی سے ڈنکا تھا کہ اس میں
 اپنا اور حرم کا سلاں رکھ کے ساتھ اس کی جیب میں
 بیٹوں کے ساتھ حرم پر اس کے ساتھ بیٹی ہوئی
 تھی اور اس کے اگلے سے لے کر اس نے وہ
 بیٹوں اٹھا لیا تھا۔ اس بات کو راجے سے رکھتے
 اس کے ہاتھ سے اس میں موجود لاکٹ لیا تھا۔
 اس لاکٹ میں موجود تصویر بھی اس کی نگاہوں کے
 سامنے آئی تھی۔
 "البتہ کیا ہیں؟"
 "یہ تمہارے بیٹوں حرم" ایک ایک نگاہ اس
 سے اپنے آپ کے متعلق سوالیہ ٹیڈ کر رہا
 وہ حرم کا بڑا فریب تھی لڑائی چاہتی تھی اور پھر
 اس نے حرم کے ہاتھ پر اپنے ایک جھانکنا مشورہ
 شروع کیا تھا۔ حرم کو اس تصویر سے متعارف کراتے
 اس نے اسے بتایا تھا کہ اس کے پیلا میں بہت دور
 دوسرے فرس ہیں رہتے ہیں۔ وہ حرم سے بہت پار
 کرتے ہیں اور بیٹی اس سے اس کے بہت دور
 جا چھو بیٹی کی والدہ کے مطابق اس کے کہنے کے
 کہیں دور پار چکے ہو۔ بیٹی کی ایک دست خوبصورت
 اور نرمی لکھی اسے سٹائی کی اس نے اسی وقت خود
 سے اپنے جیب سے لیا تھا کہ وہ حرم کے سامنے اس کے
 اپنے ایک دست اٹھا تھا۔ یہ کارڈ لے کر اسے اولیٰ
 نہیں سلاں پڑے تھے اور پھر حرم کو لڑائی ہو چکی تھی
 یہ سوچنے کے قابل کہ وہاں پر اسے آئے تھے اتنا دور
 اس کا اپنے اس سے ملنے تھا کہ نہیں یا اس کے
 لکھی کی بیٹی اس کے سامنے سے لے کر اس کے
 کے پاس سے جاتے ہیں کہ وہاں تک کہ اس کا ہاتھ
 اچھا دست بہت کرنے والا ایک بیٹوں اپنے ہاتھ اس
 کے پاس آئے ہیں والا تھا کہ دوست نے اپنے حرم

کہ جو تھا؟ بیٹی ہی بات تمہاری سے سمجھ لیا تھا اس
 کی ایک کارڈ پر ڈی جی صورت پر وہ اپنی اپنی چاہی
 سلاں لے کر وہ بیٹی کی لڑائی میں اس علاج کے
 ساتھ کہ وہ شاید پھر سے جاملے جس لذت میں وہ
 اور اس انتظار سے گزرتی۔
 وہ اپنے دوسرے صورت سے بچ چکی تھی کہ اس
 اسیں لکھی کوئی بھی بات دیکھ م سے بچا کر وہ اسیں
 آنا اس میں جملہ میں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا تھا
 کہ وہ اس حرم کے ہاتھ سے لکھی کھوت مگر
 اور حرم کے حساب سے ہونا چاہئے کہ وہ سوچے گا۔
 اس نے چند فون گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی
 رات ہو گئی تھی کہ وہ آرام کرنا چاہتے
 کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد خود وہی
 کہیں پر بھی پانڈ، میں نے سکا تھا۔ لائٹ
 اپنے کے لیے اسے ۱۱:۳۰ ظہر کو تھا مگر انہوں نے سکا تھا
 اچھی کر سکا تھا۔ وہ اسی وقت دو تین ایسٹ انڈین
 سے تھا۔ پھر یہاں تھی ہو تو کوئی کام نہیں میں رہتا۔
 رات ہوتے ہی یہ ایک کام میں ہلاکت کی شکار ہوا تھی
 فہرست سے باہر نکل کر وہ گاڑی میں بیٹھا تھا کہ اب
 اس ہلاکت کے فرس تھے چار گھنٹے کا ایک فون
 گزری اپنا دوست وہ کرانے پر حاصل کرنا تھا۔ کل
 صبح وہ لاکٹ سے پانڈ لینے کے بعد اسے مہل اور
 ضرورت کا پیکر سے سامان رکھا تھا اس کا کارڈ تھا
 وہ کل شکاری رات تک اس کے ہاتھ سے ہارے ہو کر

اس میں برائی لیا ہے خرد و احسان کی والدہ
 سورج حرم کا سورج۔ اس اس تک سہل انسان کے
 میں ہانڈ نے وہ فون اسے دیا ہے کہ وہ حرم کو اپنی
 مان رہا ہے تو تم کچھ نہیں کا بھوت مست۔ اس لاکٹ
 تمہارے سامنے حرم کا علاج ہونا چاہئے۔
 اللہ ایسٹ اس کی صحت اور اس کی زندگی کی بہت
 اہمیت سے متعلق سے بھلائی ہو گی۔
 حرم کو اس شخص نے ہمیشہ ہی کہا تھا تھا
 خوشی میں بھی جاتی ہے اسے اس پر ہانڈ سمجھتے
 پر کلی سرت میں ہوئی تھی لاکٹ سے فون تھا
 لڑائی دوسرے کسے والا ہے جو بیٹی کی زندگی کے
 مگر ہے اس کے ساتھ نہ تھا۔ خود وہی
 اس سوچے لاکٹ کرنا لیا ہوا وہ اتنی سے بہت
 ہوئی تو اس شخص کے سامنے سے بھی اپنی بیٹی
 دور صحت مگر اس کے پاس گلی اور رات میں
 گفتگو سے بہت محترم لگے۔ مہل میں
 حرم کے پاس تھی تو وہ گھسے پر بیٹوں اس کے
 کھینچ نظر کی ذمہ دار لاکٹ سے چاہتے تھے
 قیمت اور خوب صورت لاکٹ تھا۔ اس نے
 سے بھی دیکھا کہ اس نے خود سے دیکھا بھی
 مگر خود سے کیا ہر وہی اسی وقت لاکٹ تھا جب
 سرکل اپنا چل میں سو سے لاکٹ اسے اپنی
 کو چھوڑا تھا۔ یہ ان تمام میں خوشی کی
 پہنچ کر اس نے وہ سیکس لگے سے آ کر میرے

کے لیے ہاپ کی صحت کو قبول کرنا آسان ہو گیا۔ نسبت
 اصل میں وہ لوگوں کو اپنے چاہنے کے
 حرم نے لاکٹ اس سے لے کر ہاپ اس کے بھائی
 میں سے لکھ کر لاکٹ اسے۔ وہ لاکٹ لاکٹ
 حرم کے دیگر گھنٹوں کے ساتھ ہر رات لاکٹ اور ان
 اپنے گھنٹوں سے اپنے گھنٹوں میں بیٹوں سے
 اس تصویر کے ایک ایک فون کو بہت اچھی طرح
 پہچان رہی تھی اور اس کے خیال میں اس کی والدہ
 ٹھیک کا تھا تو قبول لیا اس سے پار کرتے تھے اور
 دوسرے فرس سے جو ضرور تھا بیٹوں کے تھے۔ اس
 سے آگے سوچنے کے بعد اس کی عمری میں تھی۔
 وہ سوچتی ہے اگر حرم کے ہر بار کہنے سے لاکٹ
 لکھی اپنے گھنٹوں سے بیٹوں لاکٹ کو کوئی نہ کرتی
 حرم اپنے کام میں مگن رہے کہ وہ ہانڈ لے
 سولے کے لیے اور حرم کو لے کر تھا قادر اصل
 ان کے اس حرم سے نظیر کا اور مگر ہانڈ سے
 لوگ بطور ڈانگ دوم استعمال کرنے تھے۔ وہ
 چھوٹے چھوٹے کہوں کا لکٹ ان کی لاکٹ تھا۔
 ان دنوں خرد و حرم کے ذمہ استعمال تھا۔ خرد اس کا
 بہت زیادہ احساس تھا۔ ان دنوں کی دوسرے
 چاہنے کے بہت حد تک اس کی کوئی جگہ
 نہیں رہی تھی۔ اپنی ذمت اٹھانے کے بعد وہ چلی گئی
 جو بہت زیادہ فائدہ ہو رہی کوئی لاکٹ ظاہر کر سکیں کہ
 اس کی دوسرے سے نہیں ہو سکتی تھی۔ اس جان
 کی سہولت لڑائی اور طلسم کی وجہ سے ان کی احسان
 حرم تھی۔

خود کا اپنے ساتھ سے ٹھکرا کر اور انھیں سب سے
اجرا تک قتل کرنے کے لیے اس کے لنگھنے تک اسے
لانے کے لیے اس نے جیتتا " یہی نکتہ کی غمی۔
اسے اپنی موت اپنی حالت کا جزو قرار دینے سے جینے کا
قلم اپنی موت کی حالت کے ساتھ ساتھ لڑنا اس کے
باز بھرے ترقی جانتے اور ان کو پوری طرح محسوس کرنا
سکراتے ہوئے زندگی بھلنے سے فوراً ۱۳۱۱ھ
"تو ان اپنی یہ کمانڈر کو ہوا بھی نہیں بیٹھا تھا
میں مجھے بتاتے اس وقت کو ان سٹاپور ہو رہے۔
پہلی جنگ پوری میں بلکہ ساڑھی پن کر جائیں یا
مگر یہ۔"
"اب یہی بات نہیں کسی کا مذاق اڑانا چاہئے۔"
وہ اس کے غیر عقیدہ ہوا اور لڑتا ہے ہوئے سزا بھلا کر
ہولے ہولے کسی اگر کوڑا تو کیا تھا۔
"مذاق اڑاؤں گا وہ بھی اتنے سنجیدہ مسئلہ کا؟"
ہاں یہ ایک شرارت بھرا جسم ہے وہ خود کو کچھ ہوا
قلم۔

ساتھ لڑا کچھ عرصہ میں لڑا ہو۔ ان سب سے کسی
زوردار بھی ہو سکتا ہے یہ پھر تو سب سے اچھی ہو۔
تسلیمی سلطنت آسٹری سب سے پہلی خواہاں ہوئی۔
فرمانروا پر سے ایک جیسی ہو ہو جو میں نے ظاہر بھی
کئی کئی مرتبہ اس صورت کی لڑائیوں کی طرف۔"
"یہ تو دلوں بات ہے کہ وہیں پر ہمت بھری
مشغولی کے ساتھ ہتھیاریہ جنگی اور مسالیت سے
کہ ساتھ خود کے انھوں سے اس نے وہ دونوں
ڈیگر لے کر جیکے بیڑ پر اجملے اور وہ وہاں کے
شاہوں کے گرد پھیل گیا کر لیا۔
"ہاں صورت یہ تو نہیں سمجھا جانتے کہ کسی
فوت کی صورت نہیں۔ نہیں کسی جینے پر یہ نہیں
حتمہ یعنی صورت نہیں۔ نہیں کسی پہلی سزا جیوں
اور دیکھ سکتی ہے کہ پوری سبک ایک کے بغیر اس سالہ
ہوا میں بھی رہتا بھی لگا ہوا۔" ہمیشہ اور پرانہ روز
میں اچھی لگتی ہو۔" تھم سے بنتا اچھا کئی لوگ بھی
نہیں سکھ۔"
"ہا ہمت بھری اور پورے ہول سے اس کی طرف
کروا تھا اور وہ لڑا۔ وہ ہمیں مسکن کے طرف
وہ وصل کر دئی تھی لیکن اسے اپنے بچے اور توجہ
کر کے ہو اس نے ذرا گھٹی لگا نہیں اس پر واپس نہ
حسب حالت فوراً چلیں بھاگ گئے۔ اس کے اس
شرطے کے لئے اسے کھڑے ہوا ہے یہ سوچ کر بھی لڑی
کہ جن لوگوں کو خود سے تر محسوس کر کے وہ ان
جیسا بیٹے کی کوشش کر دئی تھی تاکہ وہ نہیں کھینچی
تیب بھی ان میں سب سے مرکز اور سب سے ہمت نہیں
کئی تھی۔"
"ہمیں تو واقعی سبک اپنی کئی صورت
نہیں۔" اور پھر ہولے اس کو کڑا پڑے شرکار
چھو کر لیا۔

بہری سرگوشی کہ "ہمیں یہ کہے خود تم میرے لیے
میں خاص ہو۔" یعنی انہوں میں کسی خود کو کسی سے کڑ
کئی کئی مرتبہ اسے خود کو کسی سے متاثر نہیں
کہ کڑ بھارتی تھے کہ گارڈ شاہی سبکی موت میں کوئی کی
وہ بھی ہے جو ہمیں ہماری زندگی میں اپنے سب سے
انہوں سب سے خاص ہونے کا یقین نہیں۔"
"اور پھر اس وقت جب وہ لوگ اس پالیش آئے"
تیب کا وہی سے انہوں کو داخل ہونے سے خود کو
باقی تمام لیا۔
"تو پھر میں پہلے۔" اسے تھم سے ہونے لگی۔
"تو وہ ان کی گناہوں کا پتہ چکے ہوئے اور
داخل ہونے کا وقت۔
"ہاں ساتھ لے اپنے تمام جانے والوں سے اس
لیں باقیات کوئی کو ڈوگ تھم کے لئے اس کا تڑپا ہوا
کو سب کو کھڑا ہاگے سب کے گل جی خود اسے اس کی
بات کچھ نہیں آسٹری تھی کہ خود کو وہ سبوں سے سب سے
بند اور خاص سمجھتا ہے۔ "فیشن ادا لڑا اور حقیقت
کے آگے خود کو کتا م تر اور تھم جی نہیں اس سے۔"
"سب تو رسد کر لیا ہے۔"
"اس روز اپنے ہر ہر لڑاؤ سے اس نے خود کو بے یار
کر لیا تھا۔"

میں ہونا ایسی ہوا
"تو ان اپنی۔"
"بہری کڑا چھاپا پالیش نے اس نے لڑنا کیا ہے
کہ میں محوڑی رہیں تیب کو لینے کہا ہوا ہے۔ کپ
تیار ہوا تھا۔"
"تو ان اپنی اسے اپنی میں کے بات کرنے کا مشق
انہوں سے تھم چھاگ، باقیہ چل سکتی تھم کے ہاتھ سے
وہ کئی کئی بار، مذہب اور شراکت کی لڑائی کی۔
اس نے خود کو خدا کا لہو کہہ کر انہوں کو کھانا اور
ایک آخری لہو اپنے انھوں سے اپنی میں کے لیے
چھلنے اس لڑائی پر ڈال۔" کچھ سویت سے وہ
یہاں کی تڑپا اور ان میں معصوف قلم لارٹنٹ
کی کھلت کے ساتھ لڑا وہ سب سے سار اور
قتل کر لیا اور جسٹلہ راجوں کے گل کے امراض کے
باہر مرزوں اور لڑا ہتھیاری سے گل کا پٹیشنٹ بھی
لے لیا تھا۔
"اس وقت شہم کے ساتھ بیچ رہے تھم گائی کی
چالی اور کھو وہاں سے ہا ہر گل گیا۔ ہا ایک بار پھر اس
تھم و تھم کٹے تھم سے پھینچا تو اس کے تھل کرنے پہ بند
سے گل کے لے لیا میں اس کی ہا ایک کی سولہ۔ اور
سے اسے سکڑا لے کر بھجوا کر لیا۔
"تو ان اپنی۔" اس نے فوراً ہی دوران کھول دیا
قلم۔ وہ ان کے ہتھیاری اس پر نظریں تو وہ بنگ
بازو اور تھم و سکتا ہے پھل تھم نظر آئی اس نے
پھل اسے جاننا سے کچھ کرتے بنگ کھڑے شہم میں
رنگے تھم اور سر میں جو ڈھیر ملدا اور تھم سلطان
پھول پھول اور انہوں سے سر میں ہتھیاری کھینچ کر
پھل کی صورت میں ساقھار تھم تھا وہ سب بھی تھم
بنگ اور تھم کھڑی کا قلم شاہ اس کی بھی کھینچ
سنو نے کاپے حشری قلم۔
"ہاں اس لڑائیوں کو تھم پھری لہوں سے خود کو ہا
قلم جو تھم سے اسے سام کر کے ہاتھ ملانے کے لیے
ہاتھ کے چھاپا تو تھم نے اس کا ہاتھ تھم کے اس
لے سے خود کو اٹھایا۔"

اس نے جیت پر فہم کو کہ خود کا کھانا کھا لیا۔
"میں اس لڑائی میں کئی تھی۔"
"میں تھم سے بات کر لیا۔" اس نے سواروں بے
ناز نہیں فوراً لگا۔
"اسے ہوا تھم کے اور فہم جو کئی حملہ کے بغیر
دوسری طرف سے اس کے سر میں تھم حرم کو کھانا لیا
قلم۔
"تھم کو بات کو تھم انہوں سے۔" حرم کی
تو ان سے فوراً ہی کئی تھی۔
"میں لیا۔" شاہی خروا سے پہلے ہی اشارتاً "سہما
بھی تھی کہ اس کے باپ کا فہم ہے۔"

تھم سے اسے سب سے سار اور
قتل کر لیا اور جسٹلہ راجوں کے گل کے امراض کے
باہر مرزوں اور لڑا ہتھیاری سے گل کا پٹیشنٹ بھی
لے لیا تھا۔
"اس وقت شہم کے ساتھ بیچ رہے تھم گائی کی
چالی اور کھو وہاں سے ہا ہر گل گیا۔ ہا ایک بار پھر اس
تھم و تھم کٹے تھم سے پھینچا تو اس کے تھل کرنے پہ بند
سے گل کے لے لیا میں اس کی ہا ایک کی سولہ۔ اور
سے اسے سکڑا لے کر بھجوا کر لیا۔
"تو ان اپنی۔" اس نے فوراً ہی دوران کھول دیا
قلم۔ وہ ان کے ہتھیاری اس پر نظریں تو وہ بنگ
بازو اور تھم و سکتا ہے پھل تھم نظر آئی اس نے
پھل اسے جاننا سے کچھ کرتے بنگ کھڑے شہم میں
رنگے تھم اور سر میں جو ڈھیر ملدا اور تھم سلطان
پھول پھول اور انہوں سے سر میں ہتھیاری کھینچ کر
پھل کی صورت میں ساقھار تھم تھا وہ سب بھی تھم
بنگ اور تھم کھڑی کا قلم شاہ اس کی بھی کھینچ
سنو نے کاپے حشری قلم۔
"ہاں اس لڑائیوں کو تھم پھری لہوں سے خود کو ہا
قلم جو تھم سے اسے سام کر کے ہاتھ ملانے کے لیے
ہاتھ کے چھاپا تو تھم نے اس کا ہاتھ تھم کے اس
لے سے خود کو اٹھایا۔"

"پچیس تیار ہو ۳۲ سے پار کرتے اس نے پوچھا۔
 "میں پیلا لانا۔ پچیس لپٹا آگے۔" اسے جواب
 دینے کے ساتھ اس نے نذر سے خرد کو تازہ دئی۔ وہ
 سائے نظر تے کرنے کے باہر اٹھواں میں دوڑے
 پڑے سائے کے چھوڑ کر گزری تھی۔ بن خالوں
 نے کل اس کے لیے یہاں دوڑا ہوا تھا وہ خرد اور
 حریم کو رخصت کرنے دوڑا ہے تکہ تکی تھیں۔ خرد
 ان کی مہمان داری کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔

پھر وہ تھک رہاں سے باہر نکل آئے تھے۔ حریم کو
 گود میں لے تیز رفتاری سے بڑھیاں اتر رہا تھا جبکہ
 دوڑوں پہنچو باہر میں اٹھائے خردوں دوڑوں سے کافی
 پیچھے گئی۔ وہ دوڑا اٹھا کر اتر رہی ہے۔ اس بات سے
 اسے کوئی سوچ نہ تھی تھا کہ اس کی بیٹی اب عمل طور
 پر اس کی آمد داری گئی وہ اس کا سناں خود اٹھا ہوا تھا
 تھا لیکن ایسا کرنے کے لیے اسے اس سے مخاطب ہونا
 پڑتا اور اس عورت سے مخاطب ہونا اس کے ضبط اور
 اس کی برداشت کا کرا امتحان ہوا کرتا تھا۔ نیچے آ کر
 جب وہ اپنی گاڑی کے پاس پہنچا تو اس نے حریم کو گود
 سے اٹھا اور اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولنے لگا۔
 "یہ کار کسی کی ہے پیلا؟" حریم نے گاڑی کو حیرت
 اور خوشی سے دیکھے اس سے پوچھا۔

"یہ حریم کی ہے۔" اس کی حیرت اور بے تحاشا
 خوشی نے اسے ایک ناقابل برداشت کرب میں مبتلا کیا
 تھا۔ حریم کے لیے اگلی نشست کا دروازہ کھول دیا تھا
 جبکہ گاڑی کو شوق اور دلچسپی سے بلور دیکھنے بیٹھی
 کھول نشست کے دروازے کے ساتھ لگ کر گزری
 ہو چکی تھی۔

"کو بیٹا بیٹو۔" دروازہ کھولے اس کے بیٹھے کا
 منظر تھا۔
 "پیلا! حریم یہاں بیٹھے گی۔ آگے مام اڑیے بیٹھے
 ہیں۔" اس نے بڑی سمجھ داری اور بچے کی بات اسے
 بتاتے جیسے ساتھ ہی اس کی کم مٹھی پر انہوں نے کرتے
 اپنے سر پر ہاتھ بھی مارا۔ وہ مسکراتے بغیر نہ رہ سکا۔
 اس کی ذہانت اس کی سمجھ داری سے خوش کر رہی

تھی۔

"اچھا۔ آپ کو یہ بات کیسے پتا آ رہی ہے جھکا ہوا اس
 سے پوچھ رہا تھا۔
 "خیر تم نے کار لوٹاں پر دیکھا ہے پیلا؟" سر کو داغیں
 ہائیں نورد نورد سے جھٹکے دے کر وہ تکی منصوبیت
 سے بیاری بیاری باتیں کرتی تھی۔ اس کی باتوں کو
 انجوائے کرتے گئے گئے گئے ہر منظر کے ساتھ اس کے دل
 میں نئے سرے سے بخرونی سے بھر ایک احساس بھی
 جاگا۔ چار سال پہلے اس کی بیٹی کی بیٹی پہلے سال
 کی عمر میں وہ اسے ملی ہے اور اس سے پہلے قریب اور
 سال تمام روز و شب وہ اس کی ایسی کشتی معصومانہ
 باتوں اور شہزادوں کو انجوائے میں کر سکا اس کی بیٹی
 کے پروان چڑھنے کے وہ سارے سر ملے وہ سارے
 دن ادھب راتیں جن میں وہ اپنی بیٹی کے ساتھ ہو سکا
 تھا جن میں اسے اپنی بیٹی کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔
 وقت گاہ ایک ایک لمحہ اس سے اور حریم سے خرد
 احسان نے زمین لپٹا تھا۔

"وہ چار سال جو تم نے مجھ سے حریم سے چھین
 لیے ان کا باپ رو کر احسان امیر الحق تھا اپنی بیٹی
 کے وجود سے آشنا ہوا اس کی زندگی کے ہر لمحے میں
 اس کے ساتھ ہونا تھی بیٹی کا حق تھا اسے باپ کو
 چاہنا۔ جو میری زندگی اور دنیا میں چار سالوں تک کو ات
 کرنا صرف تمہاری وجہ سے جو میری بیٹی کا حق تھا
 چار سالوں تک اسے نہ مل سکا صرف تمہاری وجہ
 سے۔"

حریم پچھلی نشست پر بیٹھ چکی تھی۔ خرد نے دوڑوں
 چھوڑ کر گاڑی کے پاس آ کر گئے اس نے دوڑوں چھوڑ
 ڈکی میں رہے اور ڈرائیو تک بیٹھ کر آکر بیٹھ گیا۔ اسے
 برابر آگے کی نشست کا دروازہ اس نے کھولا، وہ تو تھا کر
 وہ اس عورت کے لیے نہیں کھولا گیا تھا مگر وہ اس کے
 دروازے سے بغیر کسی ہنگامہ یا شرمندگی کے اس
 کے پر ہر دو نشست پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کا تیرا اڑنا خیر
 متعلق ساتھ تھا جیسے وہ نہیں بھی بیٹھ جائے یہ کوئی اہم
 بات تھی ہی نہیں۔ وہ اس سے اور حریم سے بالکل

کے فرزند ہیں۔"

"بیابان کے ساتھ سوئی حریم؟ ہمیں نے تہمت سے اس سے بچان میں پوچھا۔ اس کے کندھے میں حریم چھپائے چھپائے اس نے سر کو زور زور سے اقرار میں ہلایا۔"

وہ ات کوڑ میں اٹھائے وہاں سے اپنے کمرے میں لے آیا۔ اسے بیڈ پر لٹا کر اسے ہی چلایا اور پھر خود اس کے برابر میں نکلیں اسے لیکر گا کر بیٹھ گیا اور ہونے ہوئے اس کے باطن میں اٹھیں چلنے لگا۔ ساڈ نکلیں پر رکھے سکرٹ کے پکٹ میں سے ایک سکرٹ نکال کر اس نے منہ میں پائی سکرٹ کو شیطا دکھانے ہی لگا تھا کہ اس کی حریم کے چہرے پر تھری ہوئی وہ آنکھیں حیرت سے دیکھے بڑی مصوبیت اور وہی سے اس کی اس قلم کار روانی کو دیکھ رہی تھی۔ جیسی کلرٹ سے وہ راتوں کو جاگ جاگ کر سکرٹ میں بیٹھ کر تھا۔ وہ اس کی محنت کو کس طرح حجاز کر کے کاغذ پر دیا اسے بھی نہیں رہی تھی۔ مگر سکرٹ کا یہ دو حواں اس کی تیار تھی کی محنت پر کیا اثرات ڈالے گئے تھے اسے ایک لہجے میں لاحق ہوئی تھی۔ ایک سیکنڈ بھی نہیں لگا تھا اسے اس شیطا کو بھانسنے میں۔ بڑی سبب اختیار کی کیفیت میں اس نے ایک لمحے میں سکرٹ کو اپنے منہ سے نکالی تھی۔ سکرٹ اور لائٹ ہو لولہ وہاں بیٹھ کر دیکھنے سے حریم کے من سوچنے چہرے کو محنت سے نکھارو اس کے برابر میں لٹ گیا۔ وہ آنکھیں کھولے لیٹی تھی۔ شاید اسے اسے بیٹھ نہیں آ رہی تھی۔

ہمیں یہ خبر نہیں آ رہی۔"

اس نے سر اقرار میں ہلایا پھر فوراً ہی اس سے کہہ "بیابان کھلی ستارے۔" اس نے اپنا اتھا اتھا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔
"کھلی۔" وہ ایک لمبے کے لیے جب ہولہ پھار اس کی آنکھوں میں کھلی تھی اس کی خواہش کو دیکھتے سر زینات میں پلا گیا۔ یہ کلمہ زندگی میں بھی کیا نہیں تھا مگر کوشش کر کے وہ یاد کر کر کے یادوں کی ایک کھلی اسے ستانے لگا۔ لیکن کچھ ہی دیر میں حریم کے چہرے پر

جو شہ و غروش کم ہونا نظر آنے لگا تھا۔

"کیا ہوا پر کس۔ کیا کھلی اجھی نہیں ہے۔"

اس نے بے ساختہ پوچھا۔

"بیابان کے پاس جانا ہے۔" بیٹھ بیٹھ بیٹھ کے اس نے اسے اپنی بے چینی کی وجہ بتائی۔ اس کی ہاں سے ہار میں ہو کر اس سے منہ چلا کر اس کے ساتھ بیٹھ آئی تھی اور اب تھوڑی ہی دیر بعد دوبارہ وہیں جانا تھا۔ وہاں اس کی بیٹی کے لیے اتنی زیادہ تازہ کر ہے۔ احساس میں کو ٹوشی نہیں دے رہا تھا مگر اس کی بیٹی کی بیٹی کی خواہش لوری کرتا۔ وہ حریم کو گور میں اتھا کر وہیں اسی کمرے کے پاس آیا۔ اس ہار اس دوران سے برتاگ کیا تھا۔ شری لور کاٹنی لٹل سے یہ عورت اجھی تھی اس کی لوری تھی جس نے اس کے باگ کرنے پر دورانہ کھولا تھا۔ اسے انور کرنا وہ ساڈ سے نکال کر کمرے کے اندر آیا اور حریم کو بیڈ پر لٹا دیا۔ خود وہیں بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ حریم کو لٹا کر اسے یاد کرنا وہاں سے بیٹھ لگا اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بیابان استوری اور Fundishہ کریں۔"

"پر کس! اب بیٹی کی استوری اکل سٹیں گے۔"

"ہمیں آج۔" وہ خود ہی انداز میں ہلے۔

اس نے خود کی طرف تھوڑا سر کھینچتے بیڈ پر اٹھ کر کے لیے جگہ خالی اور بولی۔ "بیابان استوری۔"

"موسوینہ بھارت۔ بیابان استوری اکل سن لیں گے۔ اہی ہمیں سوا ہے بل۔"

"استوری سنا نہیں نہیں تو حریم دے گے۔"

اس نے دھکی پر ہار مان کر سکرنا کہ اس کے برابر میں بیٹھ گیا۔ "پل تو ہم کہیں رہتے تھے۔" اس نے حریم سے پوچھا۔

"ہے نہیں۔ لٹ کر سناں۔" اس نے ہار بھر جت اس کی خدمت سے چلے ہی ہار مان کر وہ اس کے پاس لٹ گیا۔

"بیابان کو animaki کی بہت اجھی استوری لٹی ہے۔" اس نے بیڈ کے کدھ سر سے کوٹنے پر لٹا لٹا

یعنی خود کو غالب کیلئے ہوا یا کچھ نہ ہوا۔
 "بلکہ اور ہمیں علم نہیں بلکہ" "مستم نے اس کا
 لگاؤ بگاڑ کر اسے اس کا لائق نہیں بنا دیا اور اس کے
 طرف کھینچنے بھجور کیا۔
 بگھورے گل اس مضمون پر دو بار غصہ انداز لے۔
 خود مضمون بار مکرر کراہت و گھٹا اور اس کی ضد پر
 استغاثت اس پر ناچار ہونے کے جانتے اسے اس
 کچھ قریب ہو گیا وہ سب کچھ میں نہیں تھا کہ قریب کے
 قریب ضرور ہوئی تھی وہ بیز پرست قبول فرماتے
 سے شکی ہوئی تھی۔ مگر بھی سینٹ کراہل سپر ہو۔
 مضمون ان دونوں کے چچ میں مزید سے سخی ہوئی تھی۔
 ایک پتے اس نے اشرف کے ابو رکھا ہوا تھا اور
 اور مزید سے مشہور ہے۔ خود کو بگاڑ کر قلم اور
 کمالی شہنشاہ کا تھا اور کئی طرف سے یہاں مشہور
 کر دی اس کی انھیں بند ہونے لگی تھی۔ خود
 آہستہ آہستہ اس کے باطن میں انھیں چلا رہی تھی
 اور حریفانہ سنوٹوں میں وہ گھسی تیز ہو چکی تھی۔
 اس کے سونے کے پتہ وہ ایک سینڈ میں اس

ی دیکھ کر اس نے فورا "دو واہ کھول دیا۔ قلم
 کوٹ لے کر قرب کوئی تیز سواری تھی۔ وہ آہستہ
 بہت چڑا اس کے قریب آیا کہ اسے اس کی سے جگہ
 کراس کے دل سے یہ یاد آ رہا پھر خود کو اپنے ساتھ
 آئے انشاہدہ کرنا گھر سے باہر نکل گیا اس کے
 پیچھے کر سکتے باہر آئی تھی۔
 "یہ وہ چور ہے کہ کاوا لڑ گیا نصاری کے
 یا حشمت سے رکھے میں نے۔ اسے کج کار اور
 دیکھا میں ایک۔ سو ایک بیٹے تک انھوں جیاس کا
 لب تک جو جو بیخفت ہو گیا ہے اور جو کہ میڈیسن
 لست دی جاتی رہی ہیں ان سب کی مصلحت
 (تفصیل کاروں کے ساتھ ہوتے تھے نہیں)۔
 اور جس سب کچھ چور نکلتا۔ اس سے سوسلے
 اس سے کلمہ خود کے چہرے پر اس وقت اخلاقی نہیں
 تھی نہ پوری وجہ سے اس کی بات نہ رہی تھی۔
 اس کی طرف دیکھنے والی کی ناہیں ضرور پتا چلا
 ہے پڑھیں۔
 "میں نے قلم کے لیے ایک سڑیا کا بندو بست
 سے نہایت متواضع نام سے اس کا شلیہ لکھی ہے۔
 کھنے میں وہ مصلی اپنے لیے اس کے اپنے سے گوارا
 قلم کے ساتھ کچھ اور یہ طرف اس پر یہ طرف اس
 قلم کے ساتھ اس کا وقت پڑا کہ اس سے اس
 اس سب کی خوشبو لگے۔ "سب اب جیسی بنی کے
 کاہلی اور اس کے دو واہ لینے پر جسے اور قلم کر سکتے
 کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کل رات میں نے
 بیزاشت کر لیا۔ آئندہ کچھ اس میں چلا کر اس میں
 نے اس کی انھیں میں آئے دیکھے تو کہ بیزاشت
 میں کھلا گیا۔
 اس کے سب سے یہ کہ ہی کو لڑ کر جی ہوا اس
 کے باہر "لوگ اور قوت سے بھرے۔ اپنی بات
 شکر کے ہا لیے جبے وگ۔ بھر اپنا کمرٹ سے باہر
 نکل گیا تھا۔

بصیرت حسین رائے سے مصلحت کے ساتھ ہی ملے ہی مگر
 آئے تھے۔ شام کے چھانے کے وقت تھوڑے چوتھے خوراک
 لڑکوں کے چھانے کے دوران کے ساتھ ایک کلمہ ہے
 پختے سے لست سکس نے کئی کئی گھنٹے کیوں
 نے چھانے چینی شروع ہی کی تھی کہ فریڈ بھی مگر
 آگے۔
 "میں نے رات پر آگے۔ "تیار ہے کلمہ۔" "بزرگ
 کلمے بصیرت حسین کے نام میں بھیجے گی کلمہ
 "مگر چھانے خورنے کے بجائے یہ تو چیل کی۔ روز
 میں۔ "پس اس کو گاڑنی کی چھانی سینٹر چیل پر رکھ کر
 صبر سے بیٹھے ہوئے انھوں نے کلمہ لڑنے پر خود
 بے ساختہ مگر کئی تھی۔
 "چھانے کی سونے پہلی ہے مگر اب بزرگ
 بھی۔ آپ سچ کرنا کلمہ کیلئے ہے۔" "قریب بصیرت
 حسین کو لگی بھی مصلحت ہی تھی کچھ لڑنے
 تھلی کے لڑنے لگے کچھ عرصے بعد ہی خود کو مصلحت کے
 سے روک گیا تھا۔ کہہ کر اس میں اپنی ہوس کے سزا
 سے خود کو مصلحت کلموں سے نہ انہیں توڑنا ملے گا
 اور اس پر نا ہے۔ سو ان کی خواہش پر خود ان میں ہوش
 ہی کی طرف کی گئے گی۔ بصیرت حسین ہوں
 فریڈ اور مصلحت کو چھانے اور کئی طرف اور صرف خود
 ہی کے ساتھ کی لینا ہی تھی۔
 شام کی چھانے پر سب کا اظہار و نامت ہی بھی
 کھوار ہو کر اگھا۔ اپنا رات کے کھانے کے بعد
 پہلی اور لڑنے ضرور خود سے فائنل کر کے چلا گیا
 گاڑنا جو لڑنے اور اس کے ساتھ ہے فریڈ نے خود گاڑنا
 کلمہ چلا شاموں ایک دو واہ اسے ہاتھی میں چھانے
 میں۔ "مگر یہ لکھنا سزا اور پھر کئی میں کھانے
 میں کیلوریز کا پورا پورا حیا رہی میں کلمہ ایک
 پر کلمہ خود سے خود تھا اس کے ہا سے توڑنا
 چھنے گی میں۔ اتنی ہی میں خودوں کے لیے چھانے
 نکل چکا تھی۔
 اس نے ان کے ہاتھ میں کپ پکڑا اور خود بھی
 ہائے پی گئے۔ بھی چھلی کپ شپ کے ساتھ وہ

سب ساتھ لڑ کر شام کی چھانے کا تجربہ کر رہے
 تھے۔ یہی فریڈ نے چھانے کا کپ خالی کر کے واپس
 لڑے اور اس کا قلم اور اٹھانے کی کچھ شے والی
 خانہ میں کی آمد کا اعلان کیا۔
 "میں ہی بہت اچھی جانتے خانی ہیں۔ اسلام آباد سے
 تلی ہوئی ہیں اور خود میں نہیں اس پر لڑا۔" انہوں
 نے صبر سے اسے اٹھے ہوئے خود کو بھی اپنے ساتھ
 ازرا اگھ وہ میں آئے کے لیے کلمہ
 وہ وہاں ماساں ہموار لگے وہ میں مصلحت میں
 حسب حالت ان کے درمیان تفریق مصلحت زور کھنڈ
 آگئے۔
 "تم خود کے ساتھ خوش ہو رہی ہوش۔" "پس اس کی
 باتیں کر کے انہوں نے اگھا کی ہی اس سے
 پر چلے۔
 "کپ کو کیا تھا انہوں۔" "ان کے یکدم ہی
 مصلحتیں تبدیل کر کے لڑ کر ہر جہان ہونے کے بعد
 زور لپ سکر گیا۔
 "تیرے خوش ہونا۔" "ہی چلایا سکر آئے۔
 "اگھ تو اب کو باطل خلد آگے۔" "ممن کی بات کی
 میں کی ہے تھی کہ اس نے ایک پل بگھٹ کر کیا اور
 پھر اس میں کچھ سے بولا۔
 "میں صرف خوش نہیں۔ بلکہ بہت سے بہت
 زیادہ خوش ہوں۔ کپ کا انتخاب بہتر ہے ڈوٹی ا
 میں خواہے ہے ہموار سے لگا تو اس کی کئی بھی میں
 ہموار سکر آئے۔ وہ دست اہمیل بہت ناگیب کی ہے۔
 وہ میں لڑنے سے بہت ناگیب ہے۔"
 بصیرت حسین حمایت بھرے انداز میں سرشاری
 سے سکر آئے۔ "میں خود کے ساتھ خوش رہے کر میں
 بہت خوش ہوں۔ شہر روز شادی کے بعد خوش میں
 تم مجھے متھے اٹھے اور اسے خوش نظر کرتے تھے اس
 سے بہرہ برتے اور ایک بھولے انسان کو میں بہت
 رہتا تھا مجھے لگتا تھا کہ شاید چھانے میں ہونے کا بہت
 ہے۔ میں ایک بہت برا باپ ثابت ہو گیا ہوں۔"
 انہوں نے فریڈ کلمہ

اس کے سونے کے پتہ وہ ایک سینڈ میں اس
 کر کے باہر آیا تھا۔ اس عورت کے ساتھ ایک
 کر کے میں اپنی دوستوں کی بی بی بیزاشت کا گوارا اٹھان
 تھی۔ کچھ ہوتے اس پر یہ طرف اس پر یہ طرف اس
 اپنی قوت ظاہر کر کے کے قلم کے ساتھ اپنا ہوس
 اس پر اس بہت کچھ کھانا چاہتا تھا۔ مگر میں کی غیر
 قربت۔ وہ اس خیل سے اس وقت کچھ کما میں تھا۔
 کچھ مصلحت کے مطابق اپنے وقت میں زیادہ بول
 اپنے کچھ بیزاشت اور خود کی سلطان و گل کر سے میں
 نے کیا تھا اس لیے آرام سے آس چھانے کے لیے
 تیرے تیار کیا۔ کچھ میں اس طرف سے کے طور پر اس
 نے فریڈ میں سے "کلمہ لگا اور اس میں سے ایک
 گاس کھنڈا اور وہ ہی پتے کر سکتے ہیں لیا۔
 کچھ سے نکل کر اس نے کوٹ بہت ہی برف میں
 سہاگن اور گاڑنی کی چھانی لنگھ لیا۔ رات سے نکلے
 سے گلے "ہم کے کر کے میں کیا اس نے اس کی
 سے دھکڑی۔ خود کو ہوئی ہی کی شپ میں اس کی بگلی
 اس شام وہ آس سے قدر سے ہلدی آیا تھا۔

مخوفت کے بعد میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اسے
کریں۔

بہت لڑائی ہوئی تھی آپ کی۔ یہاں میں تو
میں نے بہت سوں کو بغیر کسی بیماری یا پرہیز کے شوق
اور ملاؤ چھینکے اور وہ بچے دیکھا ہے مگر کسی بچے
کو بھی نہیں دیکھا۔

□ □ □

”یہاں کہیں ہیں؟“ سو کر اپنے کے ساتھ ہی حرم کو
چاپ کی گھر لائیں ہوئی تھی۔ رات نمازوں کے بعد اس
کے پاس سوئے تھے مگر صبح کے وقت اپنے کمرے
میں تو کیا اسے اپارٹمنٹ کے کسی حصے میں پلا نظر نہیں
آئے تھے۔

”وہ دوسرے شہر چلے گئے۔ حرم کو کھل بھی نہیں
دلائی۔“ جواب میں نے اسے اشعر سے ملنے سے مل
کئی بار ملتی تھی وہاں سے اس کا۔ وہ دوسرے حرم کی ”یہاں
کھل ہیں؟“ کی کہانوں کو نظر انداز کر کے اس کا پتہ پتہ
کرنے میں مصروف رہا۔ فرج میں اور چکن کے
کیمپس میں ہر طرح کی اشیاں خرید لوٹی سوچو
تھیں اس نے بہت اچھا سا پتہ حرم کے لیے بنا دیا
مگر اس نے پتہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اسے اچھی بہت چھوٹی اور مصروف سی ٹی بی کے چہرے
پر یہ خوف پھیلا نظر آ رہا تھا کہ اس کے پتہ پتہ اس سے
نہیں دور چلے گئے ہیں۔ سو کر اپنے پر اسے وہ نہیں نظر
نہیں آ رہا تھا تب اسے جیسے منہ بسود کر بیٹھ گئی تھی۔
اپنے آپ کو درمیان سے نکال کر دیکھتی اصرار حرم کا
سہیلی تو وہ واقعی اپنی ٹی بی کے لیے بہت خوش تھی۔ صبح
وہ اس سے جو کچھ بھی سنی اور غصے سے کہہ کر گیا تھا
اگر چاہتی تو وہ جواب میں ایسی وقت اسے بہت کچھ کہہ
سکتی تھی مگر وہ چپ رہی تھی اس لیے نہیں کہہ اس
شخص کی نفرت اور غصے سے خائف ہو گئی تھی بلکہ اس
لیے کہ اسے بس اپنی ٹی بی کی صحت پالنے سے غرض تھی۔
وہ اس دور میں چاہے اسے جتنا بھی متوجہ کر لے
اسے جتنا بھی بے عزت کر لے وہ پتہ پتہ کر جواب نہیں

دے سکتی۔

صوفی اچھا بیٹا تھا تو کہو۔ تمہارے پاپا اس کے
ہیں توہڑائی اور میں انہیں گے۔ ”وہ ظلمت کی آواز
لے کر اس کے پاس بیٹھی تھی اور وہ گپے میں صوفی
کر رہی تھی۔“

”یہاں چلے گئے پاپا دوسرے شہر گئے؟“ اس نے
خدا سے باز مان کر اس نے اپنا سوال اٹھا دیا اشعر کا
سوال اسے نہیں ملا اور پھر بتلی ٹھیکہ جاتی وہ کچھ کر لیں
کے جانے سے پہلے سوال حرم کے احوال میں پکا
دیا۔

”میں خود پتہ کر لوں۔ دیکھ لو تمہارے پاپا نہیں
کے ہیں۔“

□ □ □

وہ ایک نئی پتہ چھان کرنے کے لئے پہنچی تھی
کو کچھ ہدایات دیتے ہیں مصروف تھا جب اس کے
سوال پر وہ کہتی۔ ”شعبہ مصروفیت کے دوران اس
وقت وہ کسی اور سڑکی پر نظر انداز کرنا مگر خود کا بغیر
دیکھ کر اس نے فوراً وہ نکل رہی تھی۔“

”یہاں پتہ پتہ؟“ وہ ساری ہی آواز حرم کی تھی۔
”یہاں کچھ دیر میں پتہ کرنا ہوں۔“ اس نے
بیکہڑی کو جگت میں حاضر کیا۔

”یہاں پتہ پتہ؟“

”آپ دوسرے شہر چلے گئے ہیں؟“ حرم کو پتہ
(بڑی) والی ڈول بھی نہیں دلائی۔ حرم آپ سے کہتی۔
حرم آپ سے بات نہیں کرے گی۔“

”ارے ارے! کی ناراضی؟“ اس نے پاپا اس کے
میں ہیں۔ توہڑی دیر میں آپ کے پاس آجائیں گے
اور بہت بھاری سی ڈول (اکل حرم کے) سنی کر چکی اسے
خانہ میں گئے بلکہ ایک۔ نہیں بہت ساری اور تھوڑا
گئے اور بھی ڈیڑھ سارے کھلونے حرم کو دلائے
گئے۔ ”اکل اس کے ایڈیشن میں ”یہاں“ کو ”یہاں“
اس نے اسے پیار سے تعین دلا دیا۔
”پاپا اس؟“

پاکل بچا ہاں۔۔۔ وہ اس کی سب سے افسانہ کی روک
 بھرے تو لاڑیں سکر کر کر گیا۔۔۔ صوبہ ہوا روئے میں
 ہے لکھتے کیا ہے؟
 "تسلیں لانا ہی ہیں۔ جو ہم نے تسلیں کھلیا۔"
 "کیا بات ایشیے نے کیا کیا کیا بات لاتے ہیں۔"
 "شاہین چاندی سے ہاتھ کر لے کر چلا گیا۔ دیکھو میں تو قرنی
 رو میں تھی۔ کئی اجناس لکھ۔۔۔ تو نہ ہوا چوہا نے کچھ
 کی ہی ہوتے ماسک پاؤتھ میں لے کر ہی چلا۔
 "آپ وہ سرے سرے ہٹے ہیں۔۔۔ وہ ۱۹۳۸ء کی چار
 سار کی تھی۔" مصمم مری میں اس کی بچی نے اس میں بھی
 کیسے خوف اور نمٹے ہائے دل میں پیدا کر رہی تھی۔
 اس کا دل دکھ سے بھر گیا تھا۔

تے اگل کر اس طرف لٹی تو اسے دیکھ کر وہ لپکا
 سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وہی کئی ہی بی بی کی گھڑی وہ اس
 حور سے ہر نظر پر نہیں کر رہا تھا۔
 "اب تم ایک سدا ایشیے واکٹر اگل کے پاس
 جا رہے ہیں۔ وہاں ہی برس اگلک سے چیک آپ
 کریں گے اسے مٹی کی بیٹی منے سوا وہیں کے کار
 وہاں ہی کسی کی ساری سے پاگل ٹھیکہ ہو جائے۔" ۱۹۳۸
 نے گاڑی کی چکی لاشہ۔۔۔ مٹی جو ہم سے کلا
 ہو گیا۔ وہ اس کا سکل چلنے میں لگا۔
 "پاکل چلنے میں لگا۔ جب پاگل کی برس پاگل
 لکھ ہو جائے گی تو کیا اسے بہت اچھے والے اسکل
 چھینیں گے؟"

دیکھتے ہیں۔۔۔ کہ ہوتے اس سے اس سے لگا کی
 نکلتی تھی۔
 "مٹی کی آپ کی طبیعت تو وہی اسے خراب سے بنا۔
 اس لیے ملا تھی کلا۔۔۔ آپ لاکڑی کا کلا ہوا
 دو مینٹھن ہو رہے تھے وہ سب لکڑی اور وہاں ہی چلا
 ٹھیک ہو چکا کہ۔۔۔ ہفتہ اور مٹی کے ساتھ کھیل کی بھی
 اور کھیل اور جسم کی ماہر بیٹیس کے اور وہ سرتے ہی
 بہت سارے جموں پر بیٹیس کے اور جب تک
 وہاں ہی برس کی طبیعت پر ہی طرح ٹھیک نہیں
 ہو جاتی تھ جب تک پاگل نے اس کو جسم پر ملا اور پاگل
 کے ساتھ چھائی کر کے ہی اور ملا اور پاگل کے ساتھ ہی
 کھیلے گی۔ ملا اور پاگل کو بھی بہت سارے مانتے ایشیے
 خیر نہ تھے یہاں جو جسم کو اور نہیں ہوتے وہیں گے
 کیل کس بھی ٹھیک کہہ پاویں؟"

انسانی بچوں میں دل کے امراض کے علاج کے
 جو اسے ایک جلی ہی کی صورت لاکڑی اور طرز ایک
 شہید شہہ کامیاب اور قابل احترام ہے۔
 "اور سے سلا تھی۔۔۔ ٹھیکہ ہے جسے اپنی طاقت
 سے۔۔۔ اس کی زیادہ طاقت" اس مشہور ایشیے کے مدعو
 رکھتے ہیں اس کے دل سے لکڑی اور جسم کا علاج کے لیے
 لاکڑیاں انسانی کے پاس بھی ملتی ہے۔۔۔ یہ تو شاید
 اس نے تو سوس ہی نہیں سوجا تھا۔ وہ مری جانب
 لاکڑیاں جھلسی لے سکر کر ہی خوش ہلا کے ساتھ
 ان انوکھ کو خوش تو یہ اور کھانا۔
 لاکڑیاں انسانی کے لیے مددگار ہے کہ ساتھ بھی
 پھلکی ہی تعاقب کی شکل کی بھر وہ جسم کی طرف توجہ
 ہوتے کیا کام ہے اس سوچنے کلا ۱۹۳۸ کہوں نے
 جسم سے جو چلا۔

ٹھیک سوا ایک بے اشر کر گیا تھا۔ چال پاں
 ہونے کے باوجود اس نے تل کی ماری کی گدی اس کی
 میں بردان کھوئے خوشی فریسی ہے تل ہے یہ منظرہ
 گلہ کر دیکھ کر تازہ ترن چلو کھانا چھاتا۔
 "کلا کھانے۔" کلا وہاں کے روہا ہی سے کھولا تھا۔
 لڈیا اور زور اور رشتہ سلیم نہیں سب سہا سے بہت
 چارنی ہمت کر گئی۔
 looking very pretty darling
 "You are
 جگ کر اسے چار کرتے اس نے جانی محبت سے
 کلا
 "تھیک ہو چلا۔" بنی ہوا نے بے نیازی سے اس
 سے شکریہ میں ادا کیا جسے اپنی فریسی میں شام سنا
 اس کے کہنے سے اس کی بات سے۔
 "اما لیا کھنے پلا اور مرے شہر نہیں گئے۔" اس
 نے خوش و خوش سے اس کو آواز دی۔
 "طیاب نہیں چھوڑ کر کسی اور سرے شہر میں
 جاؤں گے سو پہلے اپن سہ پیشہ چلوں جس کے
 ماتھہ رہیں گے۔" اس کی تازہ بھرا ہی تھی۔ اپنی
 بات سے زیادہ اپنی ہی کے لیے آرزو تھا۔ فریسی کرے

تسلیں جانا کو اپنے اسکل نہیں چلا۔ جو ہم
 اپنے اسکل ہوتے۔۔۔ ہل کر ماہی ہے۔ اس ماہی
 بہت ملا اس سبیلہ۔۔۔ وہ اپنے اسکل اور تیل اور سائیک
 پارل لاکھ کو اس قدر نہیں کر رہی تھی کہ اسے ہر
 بچوں کی طرح نہ ہر اسکل جاسکتی تھی۔۔۔ ٹھیک کر
 فریحت اور دو سٹھل کی ٹکٹ اور اچھے کر کسٹی
 تھی۔۔۔ ماما باہو ڈیورہ لکھتا ہوا اس کی سے لے کر اس
 تال پٹائی گڑی مشقت نہ چلا کر تھا۔
 ان کی گاڑی جس جگہ سے گزرتی تھی وہاں اس
 سارک پر کچھ بچیوں کی سکر لٹے اور ن سکر لٹے پر
 چھٹی کا ہاتھ قند ختم ان اسکلوں سے لکھتے پر۔
 بے صحت سے نہ تروت۔۔۔ چھانے۔۔۔ "ہوئے ہینے"
 سکر لٹے چری کو انکھوں میں سر سے لے کر کھیلتے
 کر دیکھ رہی تھی۔۔۔ دیکھو ہر موش ہاں نا بھر پور
 رہا تھا۔ اس کی انکھوں میں یہ سرت اس سے وہ بھی
 نہیں جا رہی تھی۔
 "میری برس کس کا اس میں پرمتی تھی۔ لپکے
 اس ہی سولہ اسکل میں؟"
 "کے کھیلوں میں۔"
 "کسی دن میں نہ رہتے ہیں۔"
 "پلا جو ہم کو اسکل جانا ہے۔ ملا اسکل نہیں
 چلنے دیکھتے ہیں۔۔۔ ہفتہ اور مٹی کے ساتھ کھیلنے

جسم سے بہت کرتے تھلے کے انتہام ہے اس نے
 اپنے بار بار ایشیے پر بھی خود کو چاہ کر باہر چل
 کی طرح لاشقی سے نہیں بھیجی تھی۔۔۔ اس کی اور
 جسم کی باتیں وہ صیانت سے کن رہی تھی۔ اس نے
 کرنا تھا کہ جسم کی طرف سکر اور کھلا اور سر
 اٹھتے میں پلا۔۔۔ مٹی کی خوشی کے لیے تل پر جو کر کے
 اسے چاہی بھی کرنا زیادہ تھا۔ اس کی یہ ہر تھی جس کی
 زندگی میں اور یہ کہہ نہیں میں نہ ہاں اس کی خود ہی
 کی خوشی میں آپ کے سنگ گزارا ہے۔۔۔ چوڑھا روز
 دشب بھی لکھتا ہی کے ان دلوں میں نہیں دے سکتا
 تھا۔ بیاری کے ان دلوں میں اس چھٹی نا کھتی تھی کے
 لیے خوشیوں بھرے دن رات کے۔۔۔ ڈرات تھے۔
 اب تم سے کمت شوہری تھے۔

انوکھ انسانی کے لیے مددگار ہے کہ ساتھ بھی
 پھلکی ہی تعاقب کی شکل کی بھر وہ جسم کی طرف توجہ
 ہوتے کیا کام ہے اس سوچنے کلا ۱۹۳۸ کہوں نے
 جسم سے جو چلا۔
 "انوکھ حسین۔۔۔ پر پلا جو ہم کو برس گئے ہیں۔"
 لاکڑیاں انسانی اس پر سب سے کھلا ہوتے تھ۔۔۔ کلا
 برس نہ۔۔۔ اس ہی میں اشہری پر ہی مٹی شامل تھی
 جبکہ وہ مٹی کی بچکانہ ہی کھیلنے کی سکر لٹے تھی۔
 "چال ٹھیک گئے ہیں۔۔۔ یہ جو کھیل کلا تو وہی
 پاگل تھی کہ برس پھیسی ہی ٹھ رہتی ہے۔" لاکڑیاں
 انسانی نے سکر لٹے ہوئے کہا۔۔۔ جسم کے لیوں کی
 سکر لٹے ہر تھی کہ اسے لاکڑیاں چل پند کر کے
 ہیں۔ انہوں نے اشہر کے ہاتھ سے جسم کی رو میں
 دلا نا کھلا۔۔۔ پند ختم اور سر کو باہر دیکھتے رہے
 کے بعد اسوں نے پہلے جسم سے کھٹو شروع کر کے
 لاکڑیاں انسانی اس سے بچانے اور اسے دیکھ کر کے
 اس کی پھل کیفیات کے حقیقی خزانے قائم کرنا چاہ
 رہے تھے۔ جسم کے بعد وہ خود کی طرف توجہ ہوتے
 تھے۔
 وہ پہل چھو اور کچھ پر کے انکھار کے بعد اس کی
 پلری تھی تو آخر کار وہ ٹک کے اس باہر ترین
 pediatric heart surgeon کے مدد سے
 پہنچے جن کی پھلری فیوسل کے سب کوئی عام انسانی
 سے علاج کرانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لاکڑیاں
 خود نے ہاتھوں کی خاک چھٹی تھی اور اسنے

”ایسا ہی کرتی ہے“ اور لہذا وہ آگاہ ہے سائنس
 جہلہ اس کی جتنی ترقی ہوئی ہے اور معاصرت
 بانیوں کی ہے۔
 اور انسانی زندگی میں بھی خوش آمد ہیں اور ان کو ان
 میں دیکھ کر اپنی تمام نظریات کو میں پیچھے چھوڑ چکیں گے اس
 وقت کہ حرم کی ہونے پر پہلے کی ہی ایسا ہی کیا کر کے
 منکر فرماتا۔ ”اپنے جانے اور اس کے لیے“
 اس کا معنی ہے ہواؤں کے لیے اور ہر
 منکرانہ لے گا تو ایسا ہے تاکہ کسی شخص کے
 بات پر منکرانہ ہو۔ ”اذاع میں داخل ہوئی فرود
 لے کر آئے تھے، بند کر کے بیٹھے کسی بات پر
 منکرانہ کر کے اور فرما رہے تھے اس نے انھیں کھول
 کر انھیں دیکھا اس کے لیے اور ہر ہر ہر ہر ہر
 منکرانہ تھی فرود اس کے داخلے والے صوبے پر
 بیٹھ گئیں اور ان کے پیچھے داخل ہوئے وہی وہی کی
 ملازم شاہین نے لٹائی کرتے بیٹھ جلیں پر رکھ دی۔
 ”تھکے تھے چاہے اسے کافی سو کر لے کر بیٹھ
 کہتے وہ ہر اشرفی طرف حجب ہو رہے۔ وہ مسلسل
 اپنے کمرے تک پہنچے، نہ کھانا کھا کر اسے کھانے
 سے بھی وہاں سے مل کر گیا تھا اور اب بھی کھانے کے
 ساتھ ہی ایسا ہی کیا ہوا ہے کہ کھانے کے لیے اس کے
 اپنا کھانا حرم کی اسے خود سے دے دیا میں جانے وقتی
 تھی اور اب بھی ہے تو ایک ہی جگہ میں نہیں رہتا
 چاہتا تھا جب تک حرم کھلا رہے تھا وہاں تک
 ہوتی طرح صحت یاب نہیں ہو جاتا۔ وہ اس وقت
 تنہا کسی کو اپنی بیٹی پر اور ان کی ہوتی سے لڑتا نہیں چاہتا
 تھا کہ اس وقت وہ ان سے کیا کر کہ مسلسل کمرے
 تک پہنچے گا یہ ابھی تک اس کی کھانے میں کیا
 تھا۔

میلوں میں بھی چڑھے کہ لڑا کر مجھے میرے
 کی منکرانہ لگی اور دیکھ کر کوئی۔ میں تو تڑپ گئی تھی
 جس میں منکرانہ اور خوش دیکھنے کے لیے“
 ”اب چاہے پھر کر لیں ہیں میرے میں اللہ کا شکر ہے
 بہت خوش اور صحت مند ہیں۔“
 اس نے منکرانہ کر انھیں اطمینان دلایا اور یہ
 منکرانہ منسوخی میں بھی بہت ہی منکرانہ
 تھی۔

”تو لے لے سناڑ ہوئے وہی عورتوں اور بچوں
 کے لیے ہر کوئی کہ جو چیز تھی فرود اور ان کی ہونے کے
 لیے فخر دیکھ کے لیے مختلف طرح کے ہر کوئی
 لک کے تمام بیلے شوق میں گرا رہے ہیں۔ پھر ان
 کے بعد ڈر ڈر کر ان کو دیکھا ہر کوئی میں خوشی
 کے ساتھ عورتوں کو ان کی ہونے کے سوا لے سے فرود
 اپنا یا اس کی کھانے ہونے کہ ہر کوئی کیا ہے کہ
 ایک بار یہ حرم تک لگے جانے کہ حرم میں داخل
 ہوں گے۔ یہی جگہ گھر سے دور ہوں گی تو نہ۔“
 ”اب جانیں گی کہ ان کو کھانا کھانا ہے۔ ہوں جس کی
 آپ کو شکر ہے۔“

”ان کا سب لیتے ہیں نے ان اطمینان دلایا۔
 ہاں کے اس پر وہ گرا کر اور صوبت کو جان کر کہے اتنا
 خوش ہوا تھا کہ اس کا قصے اس کا سلسلہ اور خوشی یا
 اس کا عمل ہو گیا ہے۔ فرود اپنی اپنی اولاد کے علاوہ
 دیکھا وہ سناڑ، طاق میں رہنے والی عورتوں اور بچوں
 کی طرح ہے۔ ہونے کے لیے ہر کوئی گرا رہے ہیں۔
 وہت میں خود اس طرح کے تجربے سے متعلق
 ہوں گے۔ ہوں لکھتے اور ہوں لکھتے اور ہوں لکھتے
 چاہتا ہر کھانا ہوں صحت کے ساتھ ساتھ
 2005ء کے ڈیڑھے سے سناڑ میں کی عملی کے
 چاہے سے اور اور ان کا بارہ خاصی سرگرمی سے کام
 کر رہا تھا۔

بھرت حسین کی طبیعت خراب تھی۔ وہ ہسپتال
 فرود نے بغیر شکر مانے کھانے کا کاب اس کے آگے
 رکھا اور پھر اپنے کبھی شکر مانے پر لگے۔

میں داخل تھا۔ وہ دن میں فرود اور خندان کے پاس
 ہوتی اور رات میں وہ ان کے پاس رہتا۔ اس رات
 بھی وہ ان کے پاس تھا۔ وہ بیڑ پر رات گزار رہا
 ناپلاں سے لیتے تھے اور وہ ان کے سوائے بیٹان کا
 سہارا ہوا تھا کہ ان میں چند اجابت ماس کی تکلیف
 تو انھیں اور اپنی لائی تھی۔ اس بار طبیعت ذرا اترتا تھا مگر
 وہی تھی۔

”میں نے سہولت سے تحفہ تو آوازیں اسے پکارا۔
 ”تھی فرود۔“
 ”شکرانہ میں سہی اتنی ذرا لگتی ہے جسے کچھ
 باتیں تھے۔“
 ”کیا ہو گیا ہے تب کو ڈیڑھی۔ اتنی معمولی سی بات
 سے بہت بار ہے۔ آپ کو کچھ میں نہیں بول رہا ہے
 کہ بہت سارے مائل لکھتے ہیں کہ ہر کوئی کیا ہے کہ
 ”جو شکرانہ میں بات سنو بیٹھ میں تم سے کچھ باتیں
 کرنا چاہتا ہوں جو میں کتا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے کئے
 وہ۔“

”ہاں کی بات نظر نہ مارا کہ وہ ادا ہو لے۔ پھر
 ایک بل کا اترنے کر کے انھوں نے وہ بھی گواہ میں
 آہستہ آہستہ پرانا شعر کہ لیا۔
 ”شکرانہ میرے ہونے چھٹی جگہ تم جہاں کہ گھر میں
 بھی اور جس میں بھی۔ میں ہیں برس میں میرے
 مشوروں کے بغیر خدا رقم پہلے کرنے ہوں گے
 جس میں بہت سے رشتہ بھرتے ہوں گے بیٹھ جس
 ایک بہت اچھا بیٹا بنا ہو گا۔ مجھے شہر کے سب
 فرائض بھرتے ہوں گے اور شکرانہ میں۔ بیٹا۔
 میری طرح بہتوں سے قابل نہ ہو گا۔ بھائیوں پر
 بہت ہوں تو آپ سنیں کہ۔“
 وہ بغیر اطمینان کے خاموشی سے ان کی بات میں دیا
 تھا۔ وہ گھبرا کر تو ان میں آہستہ آہستہ سے بیٹھیں
 کر رہے تھے۔

”میں فرود کا بہت ڈیڑھ رکن بیٹا۔ خود بہت سارے
 اور مصروف ہے۔ اس کی اسے لائی تھی میں تم
 کچھ وارہ پھیر ہو گا کہ اس سے بھی کئی عملی ہو جائے

تو اسے اس کی سادگی اور معصومیت جان کر اس کی
 عقلی کو نظر انداز کرنا اس کے پاس بیٹھ گیا کہ سادہ
 نہیں ہے۔ اسے اس کی سادگی مت ہونے بنا شہر
 میں ہے اپنی سادگی ہوتی ہے کہ وہ سادہ تھا کہ اس کی سادگی
 بیٹھ تھا تھا وہ کچھ خوشیوں میں گلاب میرا لہذا وہ
 تم کو بھلا ہے۔“

انھوں نے اپنے صبر رکھا اس کا ہاتھ اپنے کا پتے
 آپ اور میں نے کر لیا۔
 ”اب یہی باتیں کر رہے ہیں ڈیڑھی۔ آپ جانتے
 ہیں۔ میں خود سے بہت محبت کر رہا ہوں۔ وہ میری بیوی
 ہے جس میں کھانا کا خیال نہیں رکھتا تھا۔“
 ”تم تو ہم کو دیکھتے ہیں بیٹھ اور ابھی سب اس
 فرود کی طبیعت سے ذرا ناخوش۔ اور داخل اس نے
 ہاں کے ساتھ ایک سے بہت محبت ہے اور وہ کئی
 نگہاری ہے۔ ذرا ہوں بھی کئی اس کی سادگی کی
 جاننا تو وہ نہ تھا جانتے اشعار وہ بالکل جتنی سادگی کی
 طرح ہے۔ وہی۔ تم جس ماننے میں چاہو اسے ذرا
 اور اسے دیکھا کی کچھ دیکھا اسے اٹھو سے بیٹھ کا
 قربت سمجھنا تھا۔“

اس کے ہاتھ کو اپنے انھوں میں دیا ہے۔ کچھ بل
 کے لیے خاموش ہو کر ایک کئی لاسی میری
 سانس لے کر لے لے۔
 ”بہت خوشی تھی میری۔ لہذا مجھے شکرانہ اور
 کی خوشی بھی لکھا ہے۔ کچھ خبر نہ میرے اللہ کی
 میری۔“ مسلسل بولنے سے وہ کھٹکے تھے۔ اس
 لیے پھر ایک بل کے لیے وہ کہ اس کے بعد گھبرا
 تو ان میں ہر دو لے۔
 ”اللہ میں میں اور ان کی محبت سے نوازے تو
 ہے اور لہذا وہ اپنی کئی ہونے سے میری اس کے ہوا کہ
 طرف سے بھی ضرور یاد رکھنا اور اسے یہ بھی بتا کہ
 اس کے اوپر اس سے بہت یاد کرتے تھے۔“
 اشرفان کی بیٹوں سے بیٹان ہو گا تھا کہ اس کا
 خیال تھا کہ وہ اپنی سادگی سے بہت محبت ہونے ہیں۔
 ”میں دن آہستہ میں وہ کہ انھوں نے اپنی جگہ اپنی

فرود نے بغیر شکر مانے کھانے کا کاب اس کے آگے
 رکھا اور پھر اپنے کبھی شکر مانے پر لگے۔

سختی و راحت تھی۔ خزاں اشعر کی شادی کو ابھی صرف سات مہینے ہوئے تھے شاید اس اپنی اولاد کی منت سے آتی اور ہمت بہت تھی کہ اس کی موت کے بعد کبھی باہری خود بھی اس کے پیچھے چلیے اس زبان سے ثابت ہوئے تھے۔



جلتے والے تھے جلنے سے جین نہ بڑھ سکے نہ ڈکلی ہو پائی نہ کسی سب سے کوئی بولوں کہ "رو کو سارا" سنبھالنا پڑا ہر ماہینے ہی ہزار گنا ہوا تھا۔



اپنے باب کا مشغلہ کیا جس ان کی پٹائی = عزت = یہ سال کے بوقت اس سبب کہ اسے سنبھالنا تھا اس نے اپنے کتب خانوں پر نئی ہر روز داری کو پر ہی روز داری کے ساتھ چل کر رکھا تھا۔



بھی زبان زندگ ہو گئی تھی۔ پل لگا تھا جسے ہواوں کے رستے کی کئی کئی فریادی کے ساتھ اپنے رستے کی مزید متنبہ بنا کر پوری کرنا چاہتی تھی۔

اس شام اشعر بس سے گرہ لائیں آیا اشعر آرا بیٹھا تھا۔ فریاد اور خود بھی پلہ لگتی تھی۔ سب لٹا لٹا کر کہہ رہی تھی پلہ لگا۔

"اب کیا بنے گی؟ پتھر لگے تھے پتھر لگے تھے خود دینی ہیں۔ انہوں نے ہم کی لگی تھی کہ اس لیے پتھر لگا کر آئی کی طرح میں رہا جس کی پائین سوزی ہو جانے حاصل ہوا ہوں۔"

اس سے بے باقر ملنے کے لیے کمرے ہوئے = نے کلمہ وہ ہاتھ کی بات پر سرگرا نا خود کے باہر نکل کر پڑ گیا۔

مہمان کی بیچل چوری ہی آتی راجن ان کے بچھڑے اور اس مشغلی کی خفا تھا اس نے پتھر کو توڑ کر رکھی تھی۔ اس نے پتھر کا تھوس سے فریاد کیجئے ہوئے کلمہ = چرتے ہو نکل ہی سکتا لے بیٹھی گئی۔

مزید تعجب حاصل کرنے کے لیے اس کو ابھی تھا اور اب کزبت سے سنبھال رہا تھا جسے اس کی اپنی اس ایک کر کے کے بار میں کتب خانے۔ تھا رہتا تھا تو اپنے یہاں امتیاز پتی زینت اور اجمل سے گرہ اس کامت زیادہ اچھا بنا رہا تھا اور زینت سے حوالے سے اس کو لکھ کر بھی تمنا کرتا تھا۔ ہائیں جس میں یہاں وہ ایک بہت خوش فطرت پینڈہ سر اور وہ فطرت کم کا لڑکا تھا۔

۱۱ یہ خود ہی میں خود کا کلاس نیا قلم خود کو لوند دینی چاہے ایک مہینہ ہو رہا تھا اور اس ایک مہینے کے دوران اشعر نے کئی کئی بار ایک مہینہ خوشی سے کوئی کتاب لکھنے یا اس کے بچھڑے کو سنتیں اور فریاد سے لے کر اسے لکھنے اور پتھر لگنے اور خود کو لکھنا۔ مہینوں کا مہینہ بن کر اچھا خود مہینہ مدار عزت = اشعر نے کھانے سے خود کو فریاد دینی خود اور اب کھو کر رہا تھا اور ایک ماہ اس کی سیلوں کی فون بھڑکی ہوئی ریجی کی گئی، اس سے اس کی اولادوں سیلوں سے اس کی واقفیت اور وہ اسلام گئی۔ فرد کے گروپ کا کون اشعر نے مہر خور سوا جو سابقہ ماسٹر فرسٹ کا کون اشعر کے دربار میں وہ ان تینوں کے گروپ میں بھی آکر ڈیپو پڑ گیا کہ اس کا خود جو جلونے کے دستاویز کے گروپ میں قاضی بقول خود کی دست سید کے صرف خود کے بچھڑے اور اس مشغلی کے لائی ہیں ان کے گروپ میں شامل ہو گیا تھا۔ خود کے خفیہ طور پر اس کے نام کی لکھی تھی وہاں تھی تو پتھر ٹلا تو یہ قلم وہ سخت پتھر کٹی گئی کہ ان کا نام میں یا اشعر کی آغوش سے خود سے ان کے ساتھ رہنا ہوا۔ وہ اپنے ہی کسی اور وقت میں بھی سونے سے فیل اس کا ایک مہینہ اپنی مشغلی کا لازمی ہوا کہ اچھا۔

اس سے بدنی تنہی کی سے اس سے اس وقت پریشانی سے اپنا بٹی نہ لی اور اس کے ایک بار پھر ہی پائنٹ سے پائی گئی۔ وہ گائییا عالم جو پتھر تھا جس سے پتھر ڈر کر تیز تر میں طلب کیا گیا کہ کہ مہر لگا کر پتھر کھینچی

۱۲ یہ خود ہی میں خود کا کلاس نیا قلم خود کو لوند دینی چاہے ایک مہینہ ہو رہا تھا اور اس ایک مہینے کے دوران اشعر نے کئی کئی بار ایک مہینہ خوشی سے کوئی کتاب لکھنے یا اس کے بچھڑے کو سنتیں اور فریاد سے لے کر اسے لکھنے اور پتھر لگنے اور خود کو لکھنا۔ مہینوں کا مہینہ بن کر اچھا خود مہینہ مدار عزت = اشعر نے کھانے سے خود کو فریاد دینی خود اور اب کھو کر رہا تھا اور ایک ماہ اس کی سیلوں کی فون بھڑکی ہوئی ریجی کی گئی، اس سے اس کی اولادوں سیلوں سے اس کی واقفیت اور وہ اسلام گئی۔ فرد کے گروپ کا کون اشعر نے مہر خور سوا جو سابقہ ماسٹر فرسٹ کا کون اشعر کے دربار میں وہ ان تینوں کے گروپ میں بھی آکر ڈیپو پڑ گیا کہ اس کا خود جو جلونے کے دستاویز کے گروپ میں قاضی بقول خود کی دست سید کے صرف خود کے بچھڑے اور اس مشغلی کے لائی ہیں ان کے گروپ میں شامل ہو گیا تھا۔ خود کے خفیہ طور پر اس کے نام کی لکھی تھی وہاں تھی تو پتھر ٹلا تو یہ قلم وہ سخت پتھر کٹی گئی کہ ان کا نام میں یا اشعر کی آغوش سے خود سے ان کے ساتھ رہنا ہوا۔ وہ اپنے ہی کسی اور وقت میں بھی سونے سے فیل اس کا ایک مہینہ اپنی مشغلی کا لازمی ہوا کہ اچھا۔

”رات کے لیکہ بیٹے ہر شریف تیری کو خیر آتی ہے۔ شرافتی اپنی بیڑ سواری بھی لکھے اٹھاوا۔“ وہ اپنی خیر قراب کی جانے پر ہلکا سا ہنسی سے منہ پھیر کر لہرا۔

”کراہ کر ہوا میں آئے تو لیکہ میں کایہ فرس ہوتا ہے کہ اس کے استقبال کے لیے باہل چل دو چونکہ جاہل ہیں۔“ اس کی گفتگو سے سنا کر وہ لکھے اور مشاغل سے گناہی سے لہرا۔

”خیر سرباد کی ہا بھی کا نام بھی تو راسخا ہوتا ہے میں کج بخت نہی چاہتا ہے اس کے لیے میں جلدی اٹھاؤ گا اس لیے لعل لعل آپ کی ہر شرف کی خدمت سے سزا دیا جا رہی ہے۔“ وہ اس کے لیے سے عمل ہم رنگ نے گناہی بھر سے ہی اٹھاؤ اس لہلہ لہلہ پر سکرابٹ چھپانے بٹا ہر سیدہ سمجھنے کی۔

بختہ رشی کے باہل اٹھاؤ اور کلاس فیلڈ کے اس کی باہت کے حوالے سے سمیوں نے اس کی شخصیت کو مزید خاکداریاں قصاب اگر اس کے سامنے کسی بھی سب سے بے بس نہ کر دے گا پندرہ ٹھہرے کی مشور سے مشور اور بڑا بڑا سے ملوان بولی جی میں کو بھی لاکر کھڑا کر دیا جاتا تو وہ پورے اجلاس کے ساتھ اپنی شخصیت اپنے ظاہر پر اپنے جلی جلی گراؤ پر کسی بھی چیز کے بارے میں ذرا بھی کوٹھنسی ہوئے بغیر بھر پور اسیجن کے ساتھ نہ سے تپ کر لیا کرتی تھی۔ اس کے ساتھ بھی اپنے شہرے اور انوکھے ترکہ کے کے تھوڑی سی بولہ ہو گئی تھی۔ اگر وہ شرافت میں اسے بیڑے کو لیکہ کر دیا تو اس کی کلاس سے بھی آگے بڑا زبردست قسم کھا لے لیا ہوتے تو کرا کا قافلہ اس کی بے لنگھی اور بے رشتہ حاضر جوابی کو بہت اچھا لگتا۔

”جب تک کل بیٹھو نہی سے پھر میں کرا رہیں آئیں گی اس رات سو جاوے گا لعل لعل آپ کو کوئی سرفند نہ گا میں۔“

وہ اپنی اعزاز سے بڑھتی گفتگو میں کبھی خیر آتی اس کی عمل طور پر ہلکا جھکی میں گھر بھرا سچا سچا لہلہ بھی اسے گور مشور رہی تھی۔ گھر بہت اور جنگ میں سب ہاتھ بے کے صدق اور کور سے جانے کے اس سلسلے سے کھٹا۔ اپنے ناز قافلہ

”خیر اچھتہ تو تم تک سے کرو۔“ جلدی جلدی ایک نوبت اور چاہنے سلسلے سے اتاری خیر کو فریڈ سے ٹوٹ

”میں ایسی ہی پہلی کلاس ساڑھے تھوڑے کے۔“ لہلہ ہر جاہل کی۔ اب گرت کر میں ہلکا لنگھی تو میں وہاں کھٹے سے لہلہ کی۔ ”خیر وہ خود کی حکمت کی جب سے وہ بیٹھ نہی چاہتے لگی کئی بہت گرت رہنے لگی تھی۔“

”کھٹے جا سے لٹاؤ نہ کھٹے میں ہے۔ اس کو بھی جی جی قہقہے سے لہلہ کا چاہا ہے۔“

”اس نے افسوس منظر کیا۔“

”افسوس! بڑا دکھو ہے۔ اپنا باہل خیال میں رکھیں۔ دکھو لہلہ ہی وہ رہی ہے۔“

وہاں لہلہ پر نظر پڑا نا اٹھا کسی پر سے سانس کے گاڑ اور ہوس کے فرس و کھڑا تھا اب یہ رات غائب کیا گیا تو اس نے اظہار سامنے سے ہٹا کر ان کو ہلے پٹی توجہ کر رکھی۔

”مجھے تم لیکہ خاک بلکہ تھوڑی سولی ہی لگ رہی ہے گی۔“ اس جواب پر انہوں نے غلامی سے بیٹھے کو گھورا۔

”چلے اپنی سیدھی لاکھیا اور ہل ہو گا کہ رہی کسی کمرہ روئی کر کے عمل طور پر لانتک شرح کو کہے۔“

”جی! تب سے پر اس کی کہ رہی ہوں میں بیٹھ نہی میں بلکہ مشور لکھاں کی۔“ چلے گا کہ پتلی کر کے بیڑہ رکھنے اس نے اس پھر اظہار میں سرفند نہ گا میں۔“

”میں جی۔“ خیر نے اس سے پوچھا سر لہلہ میں ہا ہا کر رہی تھی کھٹے کھٹا کر کھڑا ہو گیا۔

”اس کی پہلی کلاس جلدی ہوا ہوتی تو وہاں شرف کے ساتھ قہقہے میں جالی جالی۔ وہ اسے کیسوں وار پ کرنا نہیں چاہا اور کرا اس کی پہلی کلاس وہ سے ہوئی تب وہ رات کے ساتھ ملی جالی اور وہی مشاغل تو وہ روئی اور انوکھے کے ساتھ آئی تھی۔ وہ رات رات نواز۔“ رات گھنٹوں سے وہ کوئی قہقہے اور کاکھ پھٹ اور بیٹھ رہے میں وہ سے نہیں

”تو کرا کو گھڑی گھڑی ہی لگ رہی تھی۔ ایک ٹیک سی کرا کی گرت کے مشور پر پوری اتاری ہوئی۔ وہ کسی بھی طرح ٹھہری شدہ نہیں تھی کسی ایک بھر پر اور کسی لکھا جی میں یہ لہلہ لکھاں سکر لیا۔“

”کیوں کہ میں ہے۔“

”اپنی اذیت خیر کو خوش کر دیکر خوش ہو رہا ہوں۔“ خیر نے اس کو اپنی اختصار سے لہلہ شروع ہونے پر

”ہاں بہت زیادہ۔“ وہ جیوا جیوا بھر پور اور انوکھ میں سکر لیا۔ ”کیا کھٹے گا سے بیسی دن لنگھی کوئی شخصہ سے کہ میں ہلے بیٹھے تو انہیں خود کو باہل ی words لکھا۔ کھٹے لکھا سے کھٹے کھٹے گا سے کہ میں میں بھی کھٹے ہوں میں بھی کھٹے کر رہی ہوں۔“

وہ اسے پہلے کی بات تار میں گئی۔

”جب میں اٹھیں ہی کر رہی کی تو آپ مجھے جلب کرتے رہے۔“ اس نے ہنسی میں طرف لکھا۔

”ہاں باہل مجھے دیکھ رہے ہیں ایک سین بیکہ شرفی جس کا سینس بھی بہت اچھا ہوئی اٹھ خود تہ سے۔“ وہ خیر کی بات تار میں لگا۔

”ملاقات میں میں۔ تب سے پہلی تار میں۔“

”تو لہلہ یار جہاں لہلہ چاہے وہاں چاہ کر لہلہ۔“

”جیسں کہا میں اتنا ذرا تو کسی لکھاں کہ خیر کو کوئی نام کرا چاہو تو میں جسے اس سے رو دوں گا۔“

”میں۔“ باہل بھی نہیں۔ کھٹے کی حد تک تہ سے

ہوتے ہیں مگر کرب حقیقت میں بہت کٹے ہیں کے انسان ہیں۔ یہی شدہ خرافات میں میں اپنی کھٹے میں پوری کرسکوں۔ یہی وہ خرافات صرف آپ کی اور سے پوری ہو رہی ہے۔“ اس نے سہتے بیٹھی سے اس کی طرف کی۔

”جگ ایک حصین لڑکی نے یہی اتنی اچھی طرف کر رہی ہے۔ لکھا ہے کرا کا سارا بدن اتنا اچھا کڑے۔“ جگ اپنی طرف پر ہنسی لکھاں سے اسے دیکھے اس نے گاڑی بیٹھو کر کے کھٹے کے سامنے لا کر دکھائی تھی۔

خیر نے اس کے جواب میں لکھاں

اینا بھر سے منتخب مہیار کی ادب

عمران ڈائجسٹ

مارچ 2007ء نمبر پانچواں ہے کیا ہے

☆ مدخلی علم ”اسلم راہی کے علم سے تاریخ کے ادب“

☆ لکھی و لکھی راہی سے انتخاب

☆ روزگی کے ماحول سے منتخب ”جی دا سائیم“

اس کے علاوہ بہت سی دلچسپ سٹوریوں

ماہانہ نمبر آج ہی خرید لیں

لوٹن ان ایڈیشن [221] مارچ 2007

گناہِ حق

بصیرت حسین کو کاہنہ باری دیا میں دلمِ حقیقتِ حاصل ہے۔ ساری زندگی غلط محنت کے بعد انہوں نے یہ مقام حاصل کیا ہے۔ جی تو وہ بظاہر سوہا اور عزتی اور بیٹے، افسوس ہے ان کا غائب ہو گیا۔ اس نے اپنے وطن میں انیس سو تیس کی یاد نہ رہا کہ کن کی کاٹھول سے وہ کس کیون اسان اور بھائی خود کسی زندگی گزار رہی ہیں، پیکس کے آخری ایجنج میں اختلال ہے بس تو کہ کیون اپنی اگلی بیٹی کی زندگی بھاری بصیرت حسین پر واقف ہیں تو انیس سو تیس سے اپنی گناہی کا اسان ہو آج ہے۔ بس کے علاوہ کے لیے ہر گھن کو کش کرتے ہیں لیکن وہ پھر کس سے ہوا میں۔ مرے سے لے لے اس کی آخری فرمائش پوری کرنے کے لیے ہوا ہے۔ اگلے تیسے افسانہ کی شادی کروا اسان سے کر رہے ہیں۔

بشرِ افسانہ سماجی کا پردہ ایک تعلیمی نکتہ نظر میں ہے جسے والدین خصوصاً والد کی نگاہی نہیں دیکھتے ہیں۔ والد نے اپنے لیے (رہو) کو اپنی دنیا سے دور اپنی ایک ایسی دنیا میں ڈھال لیا ہے۔ جنہیں خود وہ ستوں کے انتخاب میں بھی افسانہ و سیاہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کی دونوں بیٹیاں شادی کے بعد اپنی دنیا میں گمن ہیں۔ افسانہ کو اس کے پاس کی کوئی حاصل کر کے بصیرت حسین کے کاہنہ میں پتھر ڈالا ہے۔ اس کی بیٹی بھی فرمائش رہی ہے کہ وہ ایک ایسا پیمانہ کو رکھے کہ فرحت سے شادی کرتے ہوئے کسی کی جذبہ کو فرما ہے۔

مکمل ناول



اشعر کا چہرہ بالکل بے ہاتھ تھا۔ حرم کے گرد ہاتھ پھیلائے، کمالی سنا شروع کر دیا تھا۔
 "بنگل میں سب جاؤ اور مل جل کر رہو جتنے شہر یا شہر چاہتے ہو، ہندو، لومڑی، خرگوش۔" حرم آکھوں
 میں وہ جیسی لے سکتے تھے میں کھلی ہنسی میں تھی۔
 "ہاں گی کی برتھ ڈے آن والی تھی مبارکے جاؤ
 سوچ رہے تھے کہ ہاں گی کو برتھ ڈے پر کیا منت ہیں۔
 لہذا لومڑی بولیں کہ چلو چل کر شہر سے پرتیجے ہیں کہ
 ہاں گی کو برتھ ڈے پر رہنے کے لیے کیا لطف۔"
 "یہاں حرم نے بے ساختہ اسے پکارا، "ہو فوراً" دکا
 اور کتاب پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔
 "ہاں گی، ہاں گی!"

پندرہ منٹوں کے بعد پھر وہی آہستگی سے حرم کے اوپر
 سے اپنا ہاتھ ہٹا کر آہستہ آہستہ پیچھے کوئی توازن برقرار رکھنے
 اس کے پاس سے اٹھا اور خود پر نظر ڈالنے پہلے کرتے
 سے نکل گیا تھا۔ اس نے اٹھ کر لائٹ آف کی اور پھر
 حرم کے برابر آکر لٹ گئی۔ اس کی چہرہ چلی ہوئے اس
 کی آنکھوں سے ہنسی نکال رہی تھی۔
 "حرم! ہاں نہیں تم بھی یہ جان چو گی! نہیں کہ
 تمہاری ماما نے تمہاری محبت میں اپنی کسی تدبیر
 کر والی اپنی عزت نفس اپنا دیکھا ہے کچھ مٹی میں ماما
 کر پھر اس شخص کو اپنے سامنے لے لے اپنے ساتھ
 بیٹھنے کی اجازت دے دی جس نے اس کی عزت کی
 دھجیاں ڈال دی تھیں۔" وہ حرم کے پاس لٹ گئی تھی مگر
 اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔



"تپ حرم کی برتھ ڈے پر کیوں نہیں گئے؟
 گفت بھی نہیں دیا۔" ایک بڑا بڑا گل اس کی پونجی
 سا لگا کر بڑی تھی۔ اس کی بیلہ سے لڑتے سخت
 پرینٹل میں جھکا صرف اور صرف حرم کو خوش کرنے
 کے لیے اپنی ڈارہنی کو ایک پھول سی، مصدوم سی
 خوش رہنے کے لیے اس نے ایک کرے والے اپنے
 اس پھول سے گھر میں ایک برتھ ڈے پائل لٹائی
 تھی۔

اشعر کو بیٹھنے کے بعد فوراً نیند نہیں آ پائی تھی۔
 حرم کے ایک مضمون سے سوال نے اسے پورا کا پورا
 بلا دیا تھا۔
 "تپ حرم کی برتھ ڈے پر کیوں نہیں گئے؟
 گفت بھی نہیں دیا۔" اس کا ایک مضمون سوال کیا
 اسے پورا کا پورا، "مجھ کو ذکر کر کہ کیا تھا۔ خود وہ سنا
 عورت کو نہ گیا کہے۔ اس سٹاک عورت کے علم کی
 بدولت آج وہ بیٹا سے دور رہنے کا مائل رہنے کا حکم
 قرار دیا تھا۔

اشعر حرم کی بات پر بالکل چپ بیٹھا، کیا تھا۔
 ایک بل بالکل چپ اور تم مہم سا بیٹھا پھر ایک گہری
 سانس لے کر بڑی سے بولا۔
 "سودی پر نس! یہاں تو ڈے بڑی تھے اس لیے
 تپ کی برتھ ڈے پر آئیں گے تھے تپ کا برتھ
 ڈے گفت تپ کو اب ڈاؤں کے اور پلا کیا پھر اس
 جہاں پر نس سے کہ تپ سے اس کی ہر برتھ ڈے پر
 اس کے ساتھ ہوا کریں گے۔ اس نے جب تک کہ حرم
 کے گلاب پر پیار کیا اور پھر سے اسے کھلی سنا لے لگا
 کھلی تو مٹی بھی نہیں ہوئی تھی کہ نیند کو بہت دور سے
 دور نکالی حرم آخر کار اس سے ہار گئی۔ وہ حرم کے
 سوتے ہی فوراً اس سے دور ہٹ گئی تھی۔ وہ گریڈ
 کے استانی دوسرے کتھے پر بیٹھ گئی تھی۔ اشعر
 مانا حرم کے گہری نیند سو جانے کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ بے چینی سے گونج رہی تھی اور وہاں سے نیند بالکل
 بھی نہیں آ رہی تھی۔ صبح اسے دیکھ جلدی ہو چکا تھا۔
 لہذا ان کی ایک کھاتی کے ساتھ ان کی ایک اہم ذیل کل
 فائل ہونا تھی۔ ان دنوں حرم کے ساتھ مصروف
 ہونے کے سبب وہ فحشی کاموں کو مناسب طور پر وقت
 نہیں دے پا رہا تھا۔ کل اسے حرم کی فہم رہی پر نس
 امریکہ میں جن ہسپتالوں سے اس نے رابطہ کیا تھا
 وہاں ٹیکس بھی کھول دی تھی۔ وہ اپنی بیٹی کو دنیا کا بہترین
 علاج فراہم کرنا چاہتا تھا اس لیے اس امکان پر بھی غور
 کر رہا تھا کہ کیا اسے سرجری کے لیے حرم کو امریکہ

”آج کل جو کچھ سامنے آ رہا تھا اس وجہ سے۔“
خود سے جواب دیا۔

”بل میں لگا سوجا رہا تھا کہ آتی رہ کر اور
چیکو کو جانوں آج تپ کے لیے ہو گئے۔ خیال آلا
کہ کہیں طبیعت تو خراب نہیں۔“ حضرت چاہتے تھے
ہوئے خود سے بولے روز اشعر سے خطاب ہو گیا وہ
ان کی طرف دیکھ بھی رہا تھا۔ گویا کہ رہی میں
ان سے لڑنے بھی میں ساتھ اس کی تائیں کسی اور
طرف نہیں۔

”چاند خزانہ نہ بھر کو کے کہ کئی گئے دنگی میں
لے کر صرف یک اینڈرا پدے کی بکت کی تم سہی
لباسی ہاتھ کیا۔“
ارتھ کو فریڈ سے جو بھی ہم تھا، اسے جلوی
جلوی اسکنس کر کے چاہنے کے لیے جلدی اللہ کی
تھی۔

”جی اڈو کر کے چاہتے گا۔“ خود نے ان سے
کہہ کر خود اور فریڈ دونوں ان سے کہانے کے لیے
رکتے رہا اور کر رہی تھی۔
”میں جو جانی فریڈ ان کے ساتھ ہوں اور مارا
صاحب نہ کر کے لے رہا ہوں۔ مت ابھرو تو جی خیر۔
کوئی ایسا ایک روٹ دینے کا خیال آتا ہے۔ سو تو رت
آج لاڑی طور پر دیکھ کر ہی گرا ہے۔“ خود کے
اسرار کے جواب میں فریڈ نے اپنے زور کے ایک اور
بتائی۔

”سانہ کیسے ہے؟ ہمت دلوں سے کہیں نظر نہیں
آتا۔“ سوزہ ہمدی کے اپنا ہاتھ میں بھی کسی آنکھی
تھی۔

”ٹھیک ہے۔ بس وہاں اس کے چہرے اور کیا ہوتا
ہے اس کے پاس سے۔“ طاقت ہو گی پھر جرات میں
اور اس وقت بھی آتی تھی جہاں بولی ہے کہ کہہ سکتی
سیو گی ایک پتہ پڑھیں۔ کل پانچ بجے گا کہ کہہ
انہ کو تو چھوڑ دو تم کہہ کر خود کو تو حور وقت۔ تو حورا
آرام سے لگا کر دیکھنے کی گئی آج کل اپنی اپنی
Summer کی ایک ہی صحت کی تیار ہوا کی وجہ سے

اپنی مصلحت ہوئی اس کے بعد خوب آرام کروا گیا۔
میں نے کہا رہتے ہو اس کے بعد کوئی دوسری
آنکھ نہیں ہوگی اور ہم آئینہ شوگر ملی یا نہیں
ہو تے۔“
فریڈ نے کہہ کر کے کہ وہ چاہتا ہے کہ بعد فریڈ اور
خود نے انہیں غور میں دیکھا اور وقت اور شعرت
جلدی ہی وہاں چلے گئے۔

☆ ☆ ☆
”فریڈ کہہ کر گھر کو اور فریڈ ان میں جو حکم ہو گیا
ہے میں نے چھو لیا۔“

خود ڈانٹنے کو ہم کسی کوئی اور ان سے
فریڈ کی، لیکن کہہ سکتے تھے دیکھو تو فریڈ
فلانہ میں اور میں مجھ کو کہہ دو ان کے کوئی
سب سے اپنی ملازمہ اور فریڈ کے ایک ایک فریڈ
میں آ کر اور اس کی لینڈ ہائپر کو متا بھی طرح سمجھتی
تھی ایسی لے لکھانے کی بنیادی ہے۔ ہمدی اس پر ہوا
کر رہی تھی مگر آج شاید وہ ہمارے شاعر اور فریڈ
لاڈلے میں بیٹھے تھے۔

”ہمت فریڈ کی ہے۔ فریڈ کو ہر کسی کی بات سے فریڈ ہی
سے۔“ سا خیال آ رہتا ہے۔“ فریڈ نے یہ بات
خود کی طرف کی۔“ فریڈ کو فریڈ جیو جیو جیو میں
ہوا بھی دے رہا آگے ہے۔“ فریڈ نے ہمدی کی طرف
خود کی ہی طرف ان کے طرف میں نہیں سمجھ کے کہ
سے انہیں متا اور بھی رہا تھا ایک ماہ تھا اس کی
طرف فریڈ ہی خود کی مانتی تھی۔

”کہہ کر کے فریڈ ہوں تو کہہ رہی یاد دہشت ہے ہر
ایک کی ہادی طرح گھر رہتے ہے۔“ ہمدی حضرت کا
ایک ہی نہ تھا ہوا تو اس کے لئے خود فریڈ پر ایک کچھ
دل بعد اس کی عبارت کے لیے پہنچ جاتی رہی۔ بھی
سہبت کہہ سکتی تھی کہ وہ دوسری کئی اور جے جیکس تو
کئی بات سے پیشکش رہا ہی سوزہ۔ ہمت چاہتی حضرت
دیکھنے لگی دونوں میں فنون بہ زور تپتا خودوں سے
ہو کر آئی تو اس سے شہرت معلوم کر لیا کر لگی۔

فریڈ نے فریڈ ہی بہ ہمت میں لڑتے تھے حسین
زادے خود کی بات۔ سارا سارا وہ اپنے ہاتھ میں ان
کے پاس لگا کر لگی تھی۔ میں کسی بھی جگہ نہ گیا مگر
ہر آرام کر کے دیکھ کر ان کے پاس سے تپتے ہوئے چوری
انہیں ہوتی تھی۔ اس کی تجربہ میں اس طرح کی ہے۔
ہمت سوزہ سستی زبان میں ان سے فریڈ نے۔
فریڈ نے کہہ کر اور فریڈ میں ان کا پڑھانے کا تازہ
یعنی اور فریڈ نے کیا تھا مگر ان کے فریڈ کی تیار کی کاپی
تاہم خود نے کیا۔ میں نے فریڈ کو فریڈ اس سے
تیار کیا تھی۔ وہ سچیل کھاتے تھے گاٹھا کھا کر سے
ہمدی ان کو ان کا ماہی ہی تھا کہ وہ لڑنے اور حضرت
کی آنکھیں لڑتی۔“ ہمدی ہلا ہلا ہے۔“ فریڈ نے
انہی سے کہہ کر فریڈ میں اور فریڈ کے ساتھ
اپنی اپنا سارا۔ ہمدی کے بعد فریڈ سے ہو گیا۔
”پتھر حضرت! اگر کھا کھا کر آئے ہو تب بھی
فریڈ نے کہہ کر فریڈ کو فریڈ نے اپنے ہر فریڈ
ہو کر فریڈ میں ان سے تپتا تھا تو ہمدی نے۔
ہلا کلف سکرا ہوا اور فریڈ فریڈ فریڈ

”پتھوں گا کیل۔ میں خود ہی جگہ کر گا کیل۔“ خود
کے ہاتھوں تک سوسا سے تپتے تپتے کاہو آتے تو فریڈ
فریڈ ہی ہمدی کی ہمدی ہمدی ہمدی۔
خود سکرا رہی تھی۔ وہ اپنے لیے ماں نکالنے کا
تھا۔
”اشعر بھائی بہت چپ ہیں۔ لگا ہے اس پر بنا
لایے مسلمان کی گدے۔ آپ کو خوش نہیں ہوا۔“
فریڈ نے فریڈ ہی اس کی تپاوشی بلکہ رکھائی کو فریڈ
کیا تھا۔

”میں کبھی کوئی بات نہیں۔ میں عاشق سے
دیکھ کر کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا۔“ وہ خود
فریڈ کے زور سے سکرا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا
تاہم ان کو فریڈ کے ہمدی فریڈ فریڈ کے فریڈ فریڈ
ہوا تھا۔ نہ فریڈ کے ہمدی فریڈ فریڈ کے فریڈ فریڈ
نہیں کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا
رہی تھی اسے اس وقت تک بھی اچھا نہیں کہہ سکا۔

”تھک گیا شہید قسم کی ہے زاری اس پر ملانی ہو رہی
تھی۔“
کہانے کے بعد وہ کسی لوگ میری ہی کہہ
صورت کرنا نہیں تھے کیا تھا وہاں سے سوچا
اپنے کرنے میں کیا تھا وہ کہہ کر کے ساتھ بیٹھا تھا
”فریڈ فریڈ میں ہمدی ہی اس کے پیچھے کر کے میں آ
گئی اور وہاں اس کے پاس آ کر لگی ہوئی۔“
”کیا ہوا آپ کی طبیعت اب؟“ اس نے فریڈ
مندی سے اسے دیکھا۔ فریڈ نے نگاہیں جاتا کر اس
نے فریڈ کو کھا کھا کھا کھا کھا کھا۔
”ٹھیک ہے۔ کیا ہوا تم کلا ہی ہے لہجہ کیا آئیں
؟“

”تھکے تپ کی گھر ہو رہی تھی مجھے گا شہید تپ
کی طبیعت ٹھیک نہیں۔“ فریڈ نے اسے تپ تپ
کہہ دے ہیں نہیں کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا۔
اس کی فریڈ میں ہمدی سے ہمدی سے سکرا گیا۔
”طبیعت میں ایک ٹھیک ہے۔ جس کا شاید کچھ
ٹھیک کیا ہوں“ خود اس کے ہمدی سے۔

”میں اسے دیکھ کر کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا۔
کر رہی اسے تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ
میں آپ کے لئے زور سے تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ
چاہتے ہیں کہ فریڈ میں لیں ہمدی اور“ مرید بھی دور
ہو گا اور کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا کھا۔“

”خود فریڈ میں سوزہ کی گئی میں اس نے اپنے چکر
اسے دوک لایا۔“ کسی چکر کی ضرورت نہیں۔ سوزہ کا
تورہ تپتے آپ دور ہو جائے گا۔“
”میں تو چھوڑنے لگیں۔ میں کے تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ
خود کی ہمدی میں لگیں چاہتی کچھ فریڈ میں ان کے
کی گئی۔ وہ نہیں فریڈ کے ساتھ سے انہی کا تھا سہیل
کی طرف ہمدی انہی میں آپ کہہ کر وہ خود ہی اس
کے اس آگئی تھی۔“ ہمدی میں نہ کر کے کھا کھا کھا کھا
اس کے پاس فریڈ اور تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ
تھی۔ ڈانگ لگیں کی نہایت اور گڈا گڈا کھا کھا کھا کھا
قادر ہمدی میں تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ تپ

جیسی محسوس ہو رہی تھی۔

عمل جاتا ہے اور وہیں حرم کے دل پر کلمہ کلمہ پڑھتے رہتے ہیں اور اس صورت عمل کے مسلسل جاری رہنے کے سبب حرم کے دل کا سائز اس کی عمر کے لحاظ سے جو نارمل سائز ہونا چاہیے۔ اس سے دوگنا ہو گیا ہے۔ حرم کی گزشتہ سات آٹھ مہینوں کے دوران کی کچھلی تمام رپورٹس اور لب و لہجہ موجودہ تمام رپورٹس کا جائزہ لینے کے بعد انہوں نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ حرم کو جو مرض ہے جس طرح کے کسوز میں وقت سب سے زیادہ اہم ترین چیز ہے۔ سرجری ہونا ہے یہ طے شدہ بات ہے مگر کب؟ ان لوگوں کو اس لحاظ سے خوش قسمت قرار دے رہے تھے کہ انہوں نے حرم کے علاج کی طرف بالکل درست وقت پر توجہ دینی سے اور ان کے حساب سے یہ حرم کی سرجری کے لیے مناسب ترین وقت ہے۔ انشاء اللہ ایک ہی سرجری سے نقص دور کروا جانے کا اور آگے مزید کسی سرجری کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔

ہذا انزما صاری سے یہ پوچھ رہا تھا کہ اگر وہ حرم کو سرجری کے لیے امریکہ لے جائے تو کیا یہ زیادہ مناسب رہے گا یا پاکستان ہی میں سرجری کروانا ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر انصاری کا کہنا تھا cardiac paediatric سرجری ایک مشکل اور ڈاکٹر کاہل سے۔ اس کے لیے اعلا دستہ کی پیشہ ورانہ قابلیت، مہارت اور جدید ترین ٹیکنالوجی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے پاکستان میں اس حوالے سے اب پاکستان میں دل کے امراض اور لن کے علاج کے حوالے سے highly trained کارڈیالوجک سرجنز کا ڈیوا لو جیسٹ اور جدید ترین ٹیکنالوجی کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اگر حرم کی پاکستان میں ہونے والی اوبہا بہارت سرجری کی کھیالی کے ۹۵ فیصد چانسز اور اس میں ایک فیصد ریسک ہے تو وہ اس امریکہ سمیت دنیا کے کسی بھی ترقی یافتہ ملک میں لے جائے ایک فیصد ریسک وہاں پر بھی ہو گا۔

”خود اپنا نہیں کون سی بات ہے جو مجھے پریشان کر رہی ہے، مگر آج میرا دل خوش نہیں۔ خود انصاری قسمت پر روز کی طرح دل کو آج بھی بہت تسکین دے رہی ہے مگر تسکین پھر بھی دل کو اس کیوں ہے۔“ وہ بہت دیر تک اس کا سروا لی رہی تھی اور اس کے بازو اکھڑے تھے اس کی کولہ لاکھیروں کی نشانیں محسوس کرنے لگتے وہ بجائے کس وقت سو گیا تھا۔ صبح اس کی آنکھ کھلی تو وہ اس کے پاس بیٹھی تھی، اس کا ہاتھ ابھی بھی اس کی پیشانی پر تھا۔ ”پانچ گھنٹے رات وہ کب تک اس کا سروا لی رہی تھی اور قیام“ سروا لے جاتے ہی خود بھی سو گئی گی۔

ابھی محبوب ہوئی کے محبت بھرے اس انداز نے حیرت اس کی ساری ہی ساری حیرتوں کو مٹا دی تھی۔ اپنی پیشانی پر رکھے اس کے ہاتھ کو اس نے اپنے ہاتھ میں لے کر لمانہ جو تھا۔

”خدا! اے خدا! خود ہیبت تجھ سے ایسی ہی محبت کرنا یہی زندگی کی ہر چیز کو ہوشیاری میں آکھیں گے۔“

اس نے خود کے گرد اپنے ہاتھ پھیلا دیے تھے اور خود اس کے محبت کے اس پر جوش انداز پر حیران ہی ہو رہی تھی۔



آنے والے ہفتہ دس دنوں میں حرم کے تمام ٹیسٹ ہو بھی گئے تھے اور ان کی رپورٹس بھی آگئی تھیں۔ اس روز حرم کی تمام رپورٹس لے کر ڈاکٹر انصاری کے پاس گیا ہوا تھا۔

”ہاں“ اس نے اس طرح کلام کرتا ہے ”تفصیل سے بتا رہے تھے پھر انہوں نے اسے یہ بتایا کہ حرم کا ایک ہارٹ و اوپن اسی طور پر خراب ہے اس کی وجہ سے اس صاف خون کی کوئی مقدار بجائے دل سے نکل کر جسم کے دیگر حصوں تک پہنچنے کے عمل میں back Pump ہو جاتی ہے۔ یہ صاف اور گدلا خون نہیں

خود کے انتظار میں وہ بہت دیر سے بیٹھ جا کر بیٹھے

توجہ کے حصول پر اہل کر خائف ہو کر مرنے کو ہوا تھا۔
 خود رائے کی تکلیف پر بھی کسی مجبور کے بعد رائے کی
 رہی تھی۔ سب نے عزت کا اظہار کیا اور اس نے جلدی جلدی
 اٹھا کر باہر نکلتا اور پھر کمرے میں اس کے ساتھ ساتھ
 رہائی میں بہت ہی کم روڑ کی طرح کھنڈ "ایڑھ"
 غنڈہ کراڑے سے سر جھٹکے احکام سے کام کرتے
 وہائی تھیں مگر ہر کے ہتھ لپ اس سے مزہ چاکا
 نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ وہی اپنی ہنر کے انصاف اور اس
 کے ساتھ رہا۔
 "تو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے اس کی گرفت
 کے گرد لٹکا دیا تھا کہ اس کی طرف جھک
 "پہلی توجہ سے کام کرتا ہے۔" ہم چلتے چلتے
 روک کر اس نے نکاحی اٹھا کر ایک بل کو اسے دکھا۔
 "میں کو روادہ چلی گاں گل کر لیتے تھے۔ تیرے آری
 ہے۔" اس نے استغنا بھرے انداز میں اس کے
 شانوں پر ہاتھ ڈالتے اسے کرسی سے اٹھاتا ہوا
 "یرا دل بہت سیر ہو رہا ہے۔ میں نے تجھے اس کی
 تیار کی کرنا ہے۔ میں نے یہ تک جاگ کی۔" آپ بیز
 سوا ہو گیا۔
 "اسے ذہین لوگوں کو لڑنے دینے ہوتی ضرورت
 نہیں ہوتی۔ سمجھوں میری پیش "آرام سے لیت کر
 سوا "یہ لوگ اچھے بھی چوکے۔" اس نے بیچارے کو
 کہنے کو خوش کیا۔
 "آپ کچھ کہیں میں وہ ہے۔ مجھے میری اپنی
 رات میں جاگ کر رہنا ہے۔ میں سو نہیں سکتی۔"
 آپ سو جا گیا۔
 "تو میں نے سوئے تو اس کے ہاتھوں کو اس نے
 چلیا تو نہیں تھا کہ اس کے ہاتھوں جو جھٹل رہی تھی
 لڑ رہا تھی مگر کہ وہ ان ہاتھوں کو اپنی ہاتھ لینے
 نہیں کر رہی۔ اس کے ہاتھوں سے ہاتھوں ہاتھوں
 ہرے لڑا تو کبھی میری جیسے اس نے اس کے کیفیت
 میرے حضور انداز کو اسکو پیش کیا وہ اس کے
 دیا تھا۔ وہ ایک ہی جھپٹتا۔ ایک ہی میں کرسے کی
 تھیں اس آگ کر کے ہیڈ پر لٹکا تھا اس نے

یہ ہر قسم کا اتفاق ہی ہوا اور اس میں رعنائی کے
 ساتھ چند منٹوں کے لیے کسی کرکٹ پر لڑا اور
 ہوا۔ اس کی خوش خوش قدم ہوا۔ اس کے
 کئی سو تالیف کوئی ہاتھ جاتی تھی اس
 کے ہاتھوں کو لہرا کر وہ خود بے اختیار کر کے
 ہوتے کہ اسے لہرا ہوا تھی۔ لہذا کج ہاں ہوا تھا
 جب اس کے ہاتھوں سے اس کے ہاتھوں سے
 تھی۔ وہ بہت ہوا تھا۔ تو نے اس کے ہاتھوں کو
 پائی تھی۔
 اس رات سوئے سوئے سوئے آفری احساس نے
 اپنی گرفت میں لے لیتے تھا وہ تھا کہ کج خود نے
 اس اس کے ہاتھوں اور اس کی محبت کو بہت ہی
 طرح ہوا کی ہے۔ آج خود نے اس کی محبت کو
 میری اور بے ڈاری سے لکھا ہے۔
 ○ ○ ○
 صبح وہ باگل غازی اور جیو کی سے اپنی اپنی
 جلنے کی تیار کی ہوا تھا۔ خود بھی بھی
 لے دیکھ رہی تھی اپنی ہاتھ ہونے سے
 کہنے کی محبت ہاتھوں میں کراہی تھی۔
 ہوا اور وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے لیے علی شکر ہوا
 وہ ہاتھوں کو یاد رکھتا ہوا تھا کہ وہ بھی اس کے
 پاس اگر کوئی ہو کر "ہاں اس سوئے ساتھ
 سون چلتی تھی۔
 اس نے فوراً خود کو سر پر لگی ایک تالیف
 رنگ کی تالیف تھی اور تھوڑی سے اور وہ اس کے
 سامنے سے لہرا ہوا تھی اس کے ہاتھوں کو لڑنا تک
 تھیل کے ہتھ کے سامنے اس کو لہرا ہوا تھا۔ وہ بھی اس
 کے پیچھے وہی آئی تھی وہ بھی تک گھر کے پاس
 میں تھی اس نے اپنے ہی جلنے کے لیے اپنی لٹا
 تیار کی شروع کیا تھی۔ وہ ہاتھ کے ہاتھوں سے
 ہوا۔ کوئی نظر آگئی کی گرائی سے گھونٹا ہوا
 دھرتی سے نہیں تھا۔

"آپ کب سے ہمارے ہیں؟"
 "میں نے کئی ہفتے بعد خود لڑائی سے ہاتھ اس
 لایا کہ میں خواب ہاتھوں سے اس کے ہاتھوں سے
 "آپ میری۔" رات کی میری حرکت ہوا تھا کہ
 زیادہ غلط تھی۔ صرف وہی تھیلے اور لڑا ہوا۔ نے کج
 کے ہتھوں سے ہاتھوں سے تھی۔ میری اپنی تیار کی
 نہیں رہ سکی کی ہاں وہی میں سلی کی تھی کی
 فریڈ کو کا تھا۔ یہ سما کی پوری سرکار شام اس میں
 لکل میں رات میں میری ہتھوں سے اس کے ہاتھوں سے
 اور گل میں پورے تھی اس کے ہاتھوں سے
 میں نے جیسے تیرے ہی آئی تھی۔ یہ گھر میں
 نہیں تو پھر تھی کو اس میں ہونے سے تھیلے ہاتھوں سے
 سلی ہوا میری میں ہاتھوں سے میری ہتھوں سے
 تیار کی نہیں ہو سکی کی اور میرے ہاتھوں سے ہتھوں سے
 سہارا تھا۔
 وہ رات نے ہونے سے آپ بھی کر ایک ہیل کے لیے
 یوں چہ ہوئی کی خراب ہے کہ سب سے ہتھوں سے
 اس دوران اس کی ہاتھوں سے نظر لڑ کر تالیف سے کج تھا۔
 قہقہے کے ہونے سے لاکر کو ٹھیک کر لیا تھا اور وہ ہیر
 برش لٹا کر اختیاری سرعت سے ہاتھوں میں برش پھیر رہا
 تھا۔
 "لیکن جیسے آپ سوئے تو اس کے ہاتھوں سے
 مجھے اپنی رات اپنی تالیف کی احساس ہوا تھا۔ "شرکت کی
 ہوئی تھی اور وہ ہاتھوں سے میں آپ کے پاس تھی
 آپ سوئے تھے میں اس وقت آپ کے پاس تھی
 چاہتی تھی کہ میرے لیے کوئی ایسا ہونے سہارا کی تھی
 کام آپ سے زیادہ نام نہیں۔ میرے لیے سب سے
 زیادہ آپ ہیں۔ میں رات کی آپ سے متعلق تھا
 چاہتی تھی پیڑھے سے متعلق کروں۔ مجھے سے ناراض
 مت ہوں۔"
 اس نے اس کے لیے اپنے ہاتھوں سے
 وہ اٹھل سونے ایک حالت نہ تھی اور اس کے لیے
 اسے دیکھ رہی تھی۔
 "میں ناراض نہیں ہوں۔" وہ اپنا ہاتھ جھڑا

اور تک تھیل کے سامنے سے ہونے لگا۔ اس نے زنگ
 میں سے کوئی تھیل کر دیکھ کر سوئے پر اٹھل ہوا
 کھٹ کھٹ ہوا تھا۔ "اس نے ہاتھوں سے کوئی تھیل
 نظر آتا ہے۔"
 "آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھ سے محبت کرتے
 ہیں۔" ہم جس سے محبت کرتے ہیں۔ اسے اس کی
 تھیلوں سے متعلق تھی تو لڑ رہے ہیں۔" وہ اس کے ہاتھوں سے
 کو کام کر رہی تھی تو لڑ رہی۔
 "مجھے سے ناراض ہوں۔" وہ اس سے مجھ سے ناراض
 ہو کر اس سے ہاتھوں سے "آپ نے اپنی زندگی کے اس
 دوران میں ان کے لیے میں خود کو بھی محبت میں کر لیا
 کیا۔" اس نے ہاتھوں سے لڑ رہے سے محبت کر لڑ رہے
 سے ناراض تھا۔ "آپ کو اس کے ہاتھوں سے متعلق تھا۔ اس کی
 آنسو تو ان راتوں میں بھی تھیل سے تھے وہ
 لڑائی کی جو اس کے ہاتھوں سے اس کے ہاتھوں سے متعلق تھا
 تھیل سے ہاتھوں سے اور اس کے ہاتھوں سے محبت کا ہونے سے
 ہوا اپنی تھیل سے ہاتھوں سے تو پھر تھیل۔" اس کی تھیل میں
 اس نے ہاتھوں سے اس کی طرف سے لگا۔ اس کی
 آنسو تھیل سے نکلا۔
 "ہاتھوں سے متعلق تھا۔ اس کی محبت کر لڑ رہے
 تھیل سے ہاتھوں سے ہاتھوں سے ہاتھوں سے ہاتھوں سے
 آپ کی ہاتھوں سے ایک ہاتھوں سے ہاتھوں سے ہاتھوں سے
 ناراض تھی کہ ہاتھوں سے ہاتھوں سے ہاتھوں سے
 مجھ سے کرتے ہیں اس سے بھی نہیں لڑا ہوا اس لیے
 کہ آپ کے پاس تو میرے ہی ہاتھوں سے رہتے ہیں
 جن سے آپ کو محبت کا متعلق ہے۔ آپ کے پاس میں
 سے نہیں ہیں۔ آپ کی محبت کو تھیل کرنے کے لیے
 ہاتھوں سے آپ کے ہاتھوں سے ہاتھوں سے لڑ رہے ہیں
 میرے پاس تو آپ کے ہاتھوں سے ہاتھوں سے ہاتھوں سے
 محبت کرنے کے لیے میرے پاس صرف آپ ہیں اور
 اس محبت کو تھیل کرنے کے لیے ہاتھوں سے
 ہوا کو اپنی تھی نہیں۔" وہ اپنے آنسو کو تھیل سے
 نہیں پائی تھی وہ اس کے ہاتھوں سے ہاتھوں سے

تھی۔ "مگر مجھے باہر تیسری بار ماضی اپنی باڑے بھیجے
 اتنا خوب صورت اگھا مرت سوت سنا ہے تو ہمارا
 ہونے والا ہے ہمارے کلم بہت بے اطمینان ہے چکا
 ہو گا۔" اسے شائبہ ہے اس کا مرقعہ اگر اس کے
 چہرے پر بکھرے اٹھوں کو خشک کرتے وہ جسم بے
 میں رہا۔

"ابا، بھئی، جو ہے اس طرح ہمارا دست ہوئے
 گد اسی تب تک جو ہے مزارا میں تھی غریبہ دیکھ
 نہیں رہے تھے مجھ سے بات نہیں کرے تھے مجھ سے
 اپنی رحمت ہو رہی تھی "کیا لگا ہوا تھا میری زندگی
 میں ہر غریبہ کو میری اندر میرا کھل گیا ہے۔"
 اللہ ہے جس سے مجھ سے بات کرنے کی ہوس
 سے اس نے بل کر لیا "ابا، یہ سنا لیں جس میں اس
 نے اس کا پہلا بیٹا قبول میں تھا۔"

"اگلے دو مہینے چھٹی ماہی پھونڈی پھونڈی لگتا ہوا تھا اور
 کر نہیں سوتے۔ شکاری شہدہ زندگی میں غارتگی
 لڑائیاں، جنگ سے بچنے رہتے ہیں۔ من گدے
 شکوں، ٹانگوں اور زاریوں میں ہوس تو اس رشتے کا
 حسن ہے۔ لیکن اس وقت جو اتنا خوب صورت اگھا
 تم نے مجھ سے کیا ہے کیا لگا ہوا ہے اس میں بھی
 تامل اور خوش گوار حالت میں مجھ سے تامل سنا تھا۔"

"مجھ اور کبیر لیے میں بات شروع کر کے بننے
 کے اتمام پر وہ ہوا اس کی باتوں نے واقعی اس
 دے دے دوئے بننا تھا۔ اسے بننا شروع کر کے کھل کر
 ہنس پڑا تھا۔ اسے کہتے کہ انہوں نے مجھ کو اور
 خراب کر کے ہے اسے معنوی شکل سے گھور اسے
 بائیں ہاتھ ہاتھ۔"
 وہ اس کی ہر بات کو کھلا چکھا کر فونڈے شایہ ابھی
 اس بات کو کھلا نہیں تھی جب وہ ابھی وہ وہ
 اسے یہ خبر ہی پھولنے کا ہوا تھا اس کے برابر
 گاڑی میں بیٹھی وہ اپنے کلم کے اس کے ہاتھ کے
 اور لپٹا ہوا تھا کہ وہ کھانسی سے گھری گئی۔

"کل کی بیٹی، کبیری کو بھول جائیں گے میں؟"
 آنکھ سے پھر لپٹاری پڑا اس کے کلم سے
 آنکھ سے پھر لپٹاری پڑا اس کے کلم سے
 حواس کی بار ماضی سے خائف ہو کر اسے حموکات
 ہلے تھے وہ اس سے اس کر ماضی میں اس کی خشک کے
 معلقانے کی تھی وہ کسی کی نہیں چاہتا تھا۔
 جس لڑکی سے وہ ہلکا نہایت کرنا تھا اس کی کدرا
 کی ہر کی بار ماضی سے تھی بھئی کی گئی تھی۔

"مجم جس طرح ابھی وہ کسی طرح پر ہو رہے
 کسی کو نہیں کو کچھ نہ کہے ضرورت نہیں۔ اگر کیا
 کر دیا تو مجھے اپنا تب تک کھل خاتم اور چاروں ہوں
 بیٹے لگا لگا لگا لگا اور لپٹا ہوا ہے کھلا اور اس
 اور ماضی میں اس طرح اسے اس پر زور دیکھتا ہے؟"
 اس نے سکرانی تھی میری لگا ہوا ہے اسے کھل
 "آپ بھئی کی نہیں کھین مجھے اسے کبیر سے
 غصہ ہے۔ میں نے کھنی نوخت اور جسے فرسنگ
 کل ماضی رات ماضی کی ہے لکھی میں بھی نہیں
 کی۔"

"اسی فرسنگ فرسنگ میں تھلے سے بیٹھی
 تیار کیا گیا تھا۔"
 "مجھ کو نہیں مجھ کو کسی بھی نہیں۔ میں لڑ
 چاہوں مجھے ہرگز نہیں۔" لکھی وہ اس کی خشیت سے
 چلے وہ لکھی تھی بھی اس میں اس ہونے کی
 خواہش نہیں۔"

"مجم تم لکھی کی نہیں وہ تم میرے لئے بہت
 کچھ ہو۔ نہیں تاج میں بہت کچھ اس اور اس کی
 سوال کیا ہے۔ یہاں ہو گیا ہے ان کو سب نے سننا
 سے آزاد کر کے ہل کر دیکھیں ہو کر بیٹھ رہا۔
 میں خود مجھ ہوا وہ ہو گئے میری خود ہی پر
 مجھ ہوا ہے۔ وہ پھر تیری کے کسی اور کسی میں
 سب سے اچھا بیٹھ سے کر کے گی۔ میں لاپرواہ
 نہیں تھی بھی تھا اور میرا ہاتھ سے ہر ہر کی
 اس کے پھر تیرا ہر ہر ہاتھ سے سکرانی گئی۔
 ہر گز سے تیرے ہر ہر ہاتھ سے اس کے سب وہ اپنے اس

جاہا تھا ہمارے راستے خود کو سزا دیکھا تھا۔
 میں جس نام لکھی کی کہ تیرا کچھ کچھ میں اس کی
 مشکل چھانی کے لئے وقت سے کچھ تھا۔ کدرا
 جس وقت وہ اپنا دھڑکی یا کھل کر خودی کلم کر رہا ہوا
 سے تب خود ہی سے کبیر کلم اور وہی ہوں۔ کسی
 زندہ بیٹے جلتے انسان کو صرف اور صرف اپنے نکل
 میں رہنے کی کو خوش کرنا بھی میرے کے ہر ہر صحبت
 کی سزا کرتا ہے۔"

تمام تر خود لکھی کے بعد اس فیصلے پر پہنچ گیا تھا کہ
 اگر سکرانی ہی حکم کا واحد ملتا ہے تو وہ ہے سکرانی
 ہوا لکھی ماضی ہی سے کرنا چاہے گا۔ اسے لاکھ
 ماضی کی پیشہ ورانہ مارت "من کا لکھی کر سب
 کچھ کو اسے اپنے نکل لکھی۔"
 کلم چھٹی کلم تھا۔ اپنی من فرسنگ کی حالت کے
 معلقانے جلدی جاگ جلتے کے پانچ ہونے وہ جو ہر سستی
 سے سکرانی پڑا رہا۔ ہر جب وہ آگہ کر لکھی کے لیے
 ہاتھ داس میں کھتا ہونے سے بچنے کیے میں خود کو
 دیکھے اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پیرا کھلا ہوا کھ
 نہیں کر لکھی۔

اس کے چہرے پر موجود خست دہاں اس کی فرسوز
 بڑک ہی تھی اور کار گزار سکرانی۔ شہر کر کے لکھی نے
 اور بہت کچھ اس کے فرسوز اور کولوں استعمال کرنے کے
 بعد وہ اپنے آپ میں ہنس پڑا تھا۔

"وہ ہاتھ دوم سے ہاں لکھی مینا اسی وقت ایک
 زور دار دھماکے سے کمرے کا دروازہ کھل کر فرسوز اندر
 آئی اسے اپنے کھل کر کھل کر کھل کر کھل کر کھل کر کھل کر
 "مجم، تم کھین کر دے۔"
 وہ لکھی کے کلم پر لپٹا اور اسے مسکرائی تھا اس کے
 اندر ہا ہر ہر سکرانی ہی خوشی بھری تھی۔
 "مجم لکھی کے کلم سے۔" وہ اپنی بائیں پھیلائے
 اس کے پاس لکھی ہی اس نے فرسوز تھا اسے کھین
 اٹھایا اور وہ ہاتھ اس کے کلم پر پڑا لکھی۔

تکھ کر دوڑا ہے ہی پردہ کر انہیں دلچسپی سے دیکھنے لگی۔
 "اور ٹوٹ لوگی، نس؟" جم لگاؤں "۳۳" شعر کے سوال کا ریم نے ٹٹی میں سر ہلا کر جواب دیا۔
 "تب ہی اس کی خودی نظر پڑی۔" "لما آئیں۔"
 بڑے جوش سے کہے میں اس نے باپ کو مطلع کیا۔
 اشعر نے گدگد کر کہا اسے بے ڈاڑنگا ہوں سے دیکھ کر فوراً ہی سر دبا دیا سیدھا کر لیا اور اپنی توجہ ہاتھ میں سونہرے جہانے کے کپ اور سامنے دھرتے اظہار پر مرکوز کر دی۔

"لما! حرم کو بریک فلاٹ پلانے دیا۔ بلکہ بھی پلانا نے دیا۔" حرم بڑے ہوش و خودوش سے اطلاع دے رہی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے حرم کے برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔
 "لما! کو بریک فلاٹ نہیں کرادو گی؟" حرم کی طرف ہنس کر اس کے گلے پر پیار کرتے اس نے پوچھا۔
 اسے سرٹاٹ میں ہلا کر جواب دیتی وہ اشعر کی طرف حوجہ ہوئی۔ "لما! کو بھی بریک فلاٹ دے۔" اس کا نام از ایسا حکم دیا تھا کہ وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔
 "بہت سحر نس! پر اپنی لاما سے یہ تو پوچھو وہ کیا لیں گی۔"
 "لما! آپ کیا لیں گی؟" شعر کا جملہ اسی کے انداز میں دہراتے اس نے خود سے پوچھا۔

"جو حرم کھانگی سوئیٹ پلارٹ۔" شعر اس دوران تالیٹ ٹوٹ، دفن، تمکین، زہم چھریں خود کی طرف کرنے لگا تھا۔ اس نے کیتلی کی طرف ہاتھ پھیلاتے ہی اشعر نے کیتلی میں کی طرف کرنا چاہی۔ اشعر نے اسے کیتلی کی طرف ہاتھ پھیلاتے نہیں دیکھا تھا۔ اس کا ہاتھ خود کے ہاتھ کے طور پر رکھا تھا۔ اسے جیسے کوئی بہت نڈر کا جھٹکا کوئی بہت شدید تو خیمت کا کاشٹ کا تھا۔
 لمحے بھر کا اس شخص کا۔ نس اسے اتھان کی باتیں بڑھات اور کھل نظرت محسوس ہوا تھا۔ مرتے دم تک بھی وہ بھی یہ تصور نہیں کر سکتی تھی کہ یہ شخص

رہا ہوں۔"
 نیشٹا سے خود بخود بٹانے کے سوا کسی دیکھ کر سر ہلائی لیکن سے لکل گئی تھی۔ "بٹھتے میں کیا تھا تو گی نس؟"

"بلکہ اور ٹوٹ اور اہل جم اور کریم۔" اس نے بے تکلفانہ اپنی پسند بولی۔ اس نے حرم کو گود سے اُتار کر ڈاکٹر بنھ لیا۔ وہ کھل رہی تھی۔
 "ہاتھ اور وہ دلچسپی سے اسے کام کرادیکھ رہی تھی۔"
 "نس! آپ بلکہ کیا یہاں بند کریں گی؟" کھل رہی تھی کے وہ سامنے ڈاکٹر میں پلانے اس نے پوچھا۔
 "لہذا اشعر کر نہیں۔" "انکس پلانے اس نے فوراً" جواب دیا۔ فرج کی طرف چند ہاتھ حرم کے جواب نے اسے چونک کر رک جانے پر مجبور کیا۔
 "تک میں شوگر اچھی نہیں لگتی پلانے۔" وہ اس کے پوچھنے کو شاید اس کی بیٹہ بیٹی محسوس کر کے عذرانہ انداز میں بولی پھر اس عذرانہ انداز میں بیٹی ہی بچکانہ اور مصروفانہ قسم کی سنجیدگی کے ساتھ بحث سے مزید بولی۔ "لما! حرم میک اور کسٹو میں شوگر ہوتی ہے۔" حرم وہ کھاتی ہے۔ "تو ایک گمری کی سانس لے کر اپنی بے تحاشا حیرت کے حصار سے باہر نکل کر مسکرایا۔
 اپنے بچپن کی ایک عادت جو آج تک قائم تھی، اپنی بیٹی میں دیکھنا ایسا لگا رہا تھا جیسے اس کے سامنے خود اس کا بچپن آکر کھڑا ہو گیا ہو۔"



اس کی آنکھ کھلی تو وہ کمرے میں تھا تھی۔ آنکھیں کھولتے ہی اس نے بیڈ پر اپنے برابر کی خالی جگہ اور پھر ہاتھ روم کون کھلے۔ وہ یک دم ہی گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ پھر اسے حرم اور اشعر کے ہاتھ کرنے کی آواز آئی تو وہ سیدھی چٹن میں چلی آئی۔ لیکن کے اندر کا مہر حیدریتاً ایک بہت ہی خوب صورت اور دلچسپ سا مہر تھا۔ حرم اور اشعر چٹن میں بیٹھے ساتھ بیٹھے بیٹھے رہے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے اپنے خوش استے گھن لگ رہے تھے کہ وہ بے اختیار

اس کے قبول کو قلمت اس کے قریب آئے۔
ایک ایک اس نے شکر کی حمد پڑھ لی ہوئی تو اس نے۔۔۔
چشم ابوابہ اپنا ۴۳ ہری طرح صبر کر اس نے اپنے برابر
چشم ابوابہ کو رکھا جو سچ سچ کلمہ آگرتے آگرتے
سائیں رہی تھی۔

۱۲۔۔۔ "مگر تکلف کے عالم میں اس نے اسے
پکارا وہ دست صحیح چھین کر پڑی کھڑکی سے سائیں نے
دایا تھی۔ اس کے چہرے کو رگت پر نیابت کی
ظاہر ہو رہی تھی وہ نہایت شرمناک تھی۔
"حرم! بیٹا کیا ہوا؟ کیا سائیں نے سچ سچ ہو
دیا ہے؟" سچ سچ کر سائیں نے کسی کو کوشل کر دیا
جو اس نے آدھیں بند کیوں تو اشرف شہید پریشانی کے
عالم میں اسے گود میں لگا کر اپنے حوادید پر غصہ کے
روز اس کی طرف سے لگا۔

"سیرا سول گھنٹی کی چالی اور دلت لگا کر لے
آؤ۔" وہ ہانپتے سے نکلنے اس نے غصہ سے کہہ دیا۔
اشرف کی قہم چڑھی لگا کر باقی اس کے پیچھے ہی لگت
سے داخل ہو گئی۔

"اگر انصاری سے ان کے سوا کسی پر کلنگٹ
کہہ دے سزا ہے تو جس میں ہارت پتھر میں پھینچے ہیں۔
ان سے یہ پھر وہ اس وقت میں ہیں؟" وہ ہانپتا کہہ
ہوئے۔ "گالی انتہات کرنے ہوئے اس نے غلٹ
بجرت ہوا میں خود سے کہہ حرم! فریڈ کو گمشدہ
شہدہ سی پڑی تھی۔ سچ جلدی وہ لوگ پہنچا ہے
تھے۔ وہاں جانے ہی ہوا اسے توئی طور پر ٹھینٹے طا
تھے۔ اس کی طبیعت بہت بدلی تھی سچ کی تھی

اسے جو کل سکون تو رو ادائی گئی تھی اس کے ذہن
اڑوہ مکمل طور پر پر سکون بیٹھیں تھی وہ اس میں
بھی باطل بھڑل انداز میں رہے تھی۔ اشرف کے
ہاتھے پر غلٹات کے سبب کی گری گریں پر مہربان تھیں
مگر وہ چہرہ پر مسکے کرتا ہے میں لوگو کو دوسرے سال
کر چکا تھا۔ جبکہ وہ ابھی تک بھی شوخو مارل میں کر
سکی تھی۔ اس کے ہاتھ ابھی تک بری طرح ڈور رہے
تھے۔

اگر انصاری نے سر جری کے لیے بد وہاں سے کسی
آج دی تھی۔ انہوں نے جانا تھا۔ حرم جی کے بعد
حرم پر طرح سے نازل آتھی کہ ان کے لیے وہی
ہوئے کہ وہ شہاد کی لگت لگتے تھی۔
پندرہ دن بعد کی آج اس نے وہی نہ گئی ہے جو
وہ کی ہوئی گئی ہیں۔ انہیں مشعل کر کے ان کو وہاں
سے اس کی قوت و طاقت پر مدعا لگے۔
وہ لوگ حرم کو ساتھ لے کر گھومیں آگئے تھے۔

ہست تھکے ہوئے اور ذرا دل قدموں سے پٹی ہوئی
حرم کے سرے میں داخل ہوئی۔ حرم بھی مکمل طور
پر غصہ کی تھی۔ اشرف نے اپنی ایشانتا سے اپنے
ناروا قلمت اشرف کے چہرے پر غلٹات کا بیل چھا کر
ہاتھ

اس کے لیے یہ چین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ یہ وہی
فصل سے جس نے وہی کے پر کھینٹا ہوئی کی
ہاتھ جان لینے کے بارہ ہوئی گئے لایا اپنی لولاد
تک کے لیے بھی کھینٹ کر اس تک اس نے قہم
فصل کی تھی اور اس کے اس چھل چند دنوں وہ
حرم کے اس کی لولاد ہونے کے ہی طرح کے بہت
نے کر اس کے آپس پہنچی تھی۔ شہید لفظ کی بات
لکھ تھی۔ وہی کے ہر ہنکسے ہونے کو چاہتے اور
اپنی ایک کھینچ جاتی بیانی ہی کھینچنے میں اس دن
ایک اور قلمت کہ ہے۔

بیکور آرام سے بیٹھی وہ یہ سوچ رہی تھی
سمجھا ہوا اسے سزا ہے اگلے سے روکتا ہاتا تھا۔ اگر
انصاری کے پاس سے آتے کے ہوتے وہ وہوں
مسئل اس کے پاس ہی بیٹھتے تھے۔ قہم اس
کے ایک طرف لولاد وہی طرف سے ہے۔ اگر
ی نہیں کہ اسے کیا ہوا تھا اور کیا ہوا تھا اسے اگر
کوئی فکر تھی تو اپنی کہ اپنے اولی ہلاک کی اپنے
دوسرے گھولوں کی اس کے اس غلٹات سے تو اپنی
ذہن کے حقیق ہے کہ گھولوں کے حقیق۔

طبیعت کی تخی شدت کی خیالی کے بعد ابھی کہا تو کم
چند تھکے آتے عمل آرام کرنا چاہیے تھا۔ اس کی
لوڈ لولاد دوسرے کھولنے لگا کر میں نے کیا۔ اس
ہوئے تو فراموش ہوئی فکر سے اپنی کے جس میں قہم
تھی لولائی کو اپنی کہ میں اٹھتا تھا پہلی کہ لایا میں تبدیل
کی تھا۔

"یہ تو تو اس شلب پر رہیں؟" رات وہ اپنے
کے وقت کا وہ اپنے منہ لکھ کی بات اسے پوری
شہر چلا تھی۔
"یہ رہا اچھے کے پر کی جو منڈ ہے؟" قہم تو

ساری شاہیں بند ہوئی۔
"اسے یہ اس کی قلمت" وہ آگھوں میں وہ میر
ساری شہیں بھر لکھ۔
"میں یہ بات لایا کو اپنا پر اس باز ہے پر کرنا تو
منڈ سے عمل ہم سے پہلا کام تھی میں نے
کر لایا پر اس کو اس کے لولاد تو اس لکھ لکھ
کے۔ اس کے چہرے کو لولاد پر لکھنا بارے ہوا۔
اس کے چہرے کی رگت کو اب نہایت ناک میں
تھی مگر اس کے لبوں کے اطراف کی جلد ابھی بھی
لیکھ میں خوش ہو رہی تھی لولاد اپنے ہاری سے تھی
انجان اپنے طوا لکھ لکھ میں کر رہی تھی وہ آگھوں
میں کر دہ وقت سے اپنی انجان لولاد بے خبر سی
صبر ہوئی کو کر رہا تھا۔

کے سارے حرم کی طبیعت چھل ہار گئی تھی وہ
چھوٹے چھوٹے معلولہ کھولتے تھے بہت جلدی
تھکن تھکی سے یہ تو اس نے کیا انڈر سے
لب تک میں کیا قہم نے چھوٹے ہم اس قدر معلولہ
ذہمت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اسے اسے انڈر میں اس
کہا تھا اور اپنے بیٹھے بیٹھے ہائیں کر رہی حرم کے لیے
کھولیں میں تھو ہوتے۔ اپنے کم جو حرم کو تھا
کے ہیں۔ صرف بیٹھی پر ہاری تھی وہ اور ساتھ اس
سے اور خود سے ہائیں کر رہی تھی۔ کسی کلمہ
ہائے پائل آرام ہا اور یہ سکون انداز میں لولاد سے
معلولہ سے کام سے وہ اس قدر جوا عمل ہوئی تھی کہ

اس کے دورست طریقے سے سائیں نے بھی ایک
مشکل عمل میں کیا تھا۔ وہ اس سے رہا تھا حرم کے
ساتھ حرم ہائیں بھی کر رہا تھا حرم سے وہ سخت
پریشان تھا۔

میں جو بیٹھ حرم نے کہا تھا اس کے ہوتے اس
نے کچھ نہیں کھلیا تھا۔ اس وقت ہم کے سات
نہ رہے۔ اسے سزا پر بند کر کے کھل مشلا ہا ہا
سے اس بات پر اس کا موٹا تھا قلمت وہ میں باہر
گھومتے ہوئے کے لیے طے کی اشرف سے ضد کر رہی
تھی۔ اسے کہہ جانا تھا گھولے ہوتے تھے اسے
ہمت سے کھل کھینچتے۔

"حرم کو ایک سزا بہت سزا ماسرہ انڈر لے گا اگر
وہ کھانا کھانے کی تو۔" پہلے اسے سزا کا مطلب
اسے سمجھا دیا۔ مطلب کچھ میں کرنا تو کسی اگھے سے
تھے کے بعد انعام لینے کے لایا میں وہ آگھوں کھانے
کے لیے تیار ہو گئی۔ خود اب غلٹ کھانے کے نام
کے لے کر اس سے پوچھ رہی تھی کہ اسے کیا کھانا ہے

"تو تو یہ سیکھ لی تھی وہی اول چاہلی مجھری
خود کی طرح کے کھانوں کے ہاتھ رہی تھی نہ تمام
چیز لایا۔" وہ شوق سے کھلا کر لکھ لکھ میں بیٹھی
تھی۔ اس کے آخر وہ مجھری کے لیے کلمہ ہوئی تھی۔ اس کے
مجھری کھنے پر بے اختیار لکھ لکھ سے سزا سزا
اس کے لبوں پر ابھی لکھ لکھ میں اس کی سکر ہاتھ
کے لیے چاہلی سزا تو تھی تھی ابھی ایک کلمہ لے
لوا میں لولاد مجھریوں کی گرفت میں تھا اور اب اگلے
ہی میں لولاد سکر رہا ہے۔ مجھے اس کی آتھی میں میں
کو لایا اور مجھری ہے ہی مجھری۔

خود مجھری نکالے جان میں تھی۔ زنت کو اس
نے حرم کے لیے رکھا تھا حرم اپنا ہر کلمہ میں سے
کرنا چاہتی تھی وہ اس سے نوالی اس سے کھائی ہوا
ایسی کھانے حرم تھی۔ وہ وہی سے لایا ہوا تھا
تھی۔ اپنی چار سال کی بیٹی کی ہائیں ہائیں اس کی
خود لولاد اس کی لولاد کو آہستہ بہت جانتے کے

"ہائے اشعر۔" خوشگوار سے اجازت میں مسکراتے ہوئے اس کے قہقہے سنائی آئی۔

"ہائے سارہ! ایسی ہوں؟" وہ اندازاً "مسکرایا جبکہ دل پر ہل سے وہ تخت کو تخت کا شمار ہوا تھا۔

"پچھلے کی طرح بالکل باکلی۔" وہ اس کے سوال کے جواب میں دلچسپی سے مسکراتے ہوئے بولی۔

سات سال پہلے نکل جانے سے فیضین ڈیرا منگ میں ڈگری لے کر آئی۔ اس کی یہ کنن پچھلے چند سالوں سے کے اندر پاکستان کی فیضین ایڈمنسٹریٹو میں ایک نام اور ایک شناخت بنا چکی تھی۔ وہ سارہ کی تعلیمی صلاحیتوں کا ہاتھ کا دستہ تھا۔ اسے کیریئر اور اپنے بہرہ فیضین کے ساتھ اس کی کمشنٹ کو بھی وہ قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ مگر اس سے پہلے کر کسی اور حیثیت میں وہ اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جبکہ سارہ کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ وہ ہالڈ بھی تھی اور کالغیڈ ٹیٹ بھی۔ اشعر کے لیے اپنی پسندیدگی اس نے کبھی اس سے چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چھ سال پہلے جب وہ خود احسان کے ساتھ اس نام نہ شدی کے بندھن میں آئی بندھا بھی نہیں تھا۔ سارہ نے اپنے واضح انداز میں اس تک اپنی پسندیدگی کا پتہ چلائی تھی۔ تب نہ اس کی کہیں کوئی کمشنٹ تھی نہ کچھ اور۔ مگر تب بھی اسے سارہ میں کسی بھی طرح کی دلچسپی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اس نے اسے صاف طور پر یہ بتایا تھا کہ وہ ایک ستا چھی اور غیر معمولی تڑکی ہے مگر اس کے لیے صرف ایک کرن اور دست ہے۔ وہ اس حکمت احرام کر گئی ہے۔ اس سے زیادہ فن کے دور میں کوئی رشتہ نہیں مگر وہ اتنی ذہین سمجھ دار حسین اور کامیاب لڑکی بن گئی۔ یہ کیوں نہیں سمجھ پائی تھی کہ وہ اس میں کسی اور انداز سے نہ کبھی دلچسپی رکھتا تھا۔ کبھی رکھے گا۔

اس کے اٹار کے پانچوں سالوں بعد آج بھی جیسے اس کے اظہار میں کمزوری تھی۔ اس کی ایک نظر انکلات کے لیے لوگ بے قرار رہا کرتے تھے مگر بھی پتا نہیں کیوں وہ اس کے ساتھ سر ہلاؤ رہی تھی۔

"ایسا ہو رہا ہے توج کل؟" وہ سارہ کے جواب کی حسی خیزی کو قصداً نظر انداز کر کے بولی۔

"اوری کلہم کلہم اور بس کلہم ایک فیضین شو کے لیے اپنے 2007ء کے برائیل کلکشن پر کام کر رہی ہوں۔ اپنی مسندی شدی کے برائیل کلکشن اور برائیل وشر کرافٹ وغیرہ کی ڈیزائننگ اور تمہارے اپنے سٹکی ہاؤس کو زنگت سے ماحول سے بچھے کرتے ہوئے بولی۔ "کھلم ہوتے ہو توج کل۔ مگر برائیائی کرو تو میں شے میں بر کوشکٹ کرنا چاہو تو کبھی تک ہوتا ہے اور کبھی میرا نام دیکھ کر کل ہی رہیج نہیں کرتے۔"

ایک دلکش سی مسکراہٹ ہو تھل پر لیے وہ صاف گوئی سے بولی۔ ایک ہل کے لیے وہ کچھ شرمندہ سا ہوا۔

"ہیں توج کل! برائیل مصروفیات بہت زیادہ ہیں۔ ایک ڈیل کے سلسلے میں بہت ذہنی ہوں۔"

"تمہاری تار ہی تھی فریڈ آئی رتھ کو رنگ لڑکھٹا اور پاز میں کوئی فری میڈل کیسپس وغیرہ لگائے گئی ہوئی ہیں۔" اس نے از خود ہی موضوع تبدیل کر کے سارہ کو مزید شرمندہ ہونے سے بچایا۔

"ہاں مئی کاتھ نہیں پتا ہے سوشل ورکس اور توجی کے فن تمام کاموں کی طرف فن کا اتنا زیادہ جھکاؤ رہتا ہے۔"

"یہاں کس کلہم سے کہتے ہو؟ آتے ہو یا واپس جا رہے ہو؟" اس کے جی کیر ہوئے اچھے سے شیڈ کی ٹیل پائس سے بچے خوبصورت ہاتھ اونگٹا ایڑی کی اٹھین میٹل میں مقید گورے گورے خوب صورت ہاتھ یہاں تک کہ اس کی گردن کاٹل بھی۔ سب کچھ اس قدر متناسب اور دلکش تھا اور وہ اپنی اس ساری دلکشی اور خوبصورتی کو کتنی فضول جگہ پر پہنچ کر رہی تھی۔ کسی دلچسپی کے بغیر وہ اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے ایک جہاننی بہت پرانیست رکھنے والا انسان کوئی بہت خوبصورت آرت کا شکار دیکھے۔ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگائے بغیر سرسری اور سطحی انداز میں۔

وہ رحم کو لے کر اٹھکھٹھ بھیل پر آئی۔ ماشعربھی
 ہنسا مسکرائی، ماہین ہمارے، ہدی ماہیوں کے ساتھ
 آ رہی ہے کیا تھا۔
 ماشعربھی سے سو اور ہاتھ پر پچھتوہ رحم کے برابر
 دلی کر رہی تھی۔

”مہنت کرتے ہیں تو لڑکھائے جارہے ہیں اور وہ
 بھی کئی ایک لڑکے“ کل کے مقابلے میں آج رحم
 کی فحش مزاحیہ نو ذوقیت انھوں سے لڑا تو کما
 کٹی کٹی کر اس کی شانہ نش فرما رہا ہے اس
 لیے عزیز بہنوں ہاتھ بھی نہ دانت سے ترم افکاروں
 ایک دو سر سے دھڑک رہی تھی۔ رحم اس
 کے ہاتھ سے لڑا دکھا رہی۔

شروع کے دو پاروں نے رحم نے باہر فحش سے
 کھائے شرمگراں کے بڑے ٹولے کو کھلا سے متع
 کرتے ہوئے بھیل۔
 ”اڈاس اور نہیں۔“

”کیوں جانو؟“ اسی تو آتے سارے لڑاؤں میں
 بیٹے ہیں۔ سب فحش گو۔“ ماشعربھی کھائے سے
 ہاتھ روک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

”اڈا! بس tummy گل ہو گی۔“ اس کی
 جھوک کھانے کی زنجب سب تندی سے بلیا
 مٹھ جتا رہی تھی۔



کھائے کے بعد وہ دونوں شرمگراہ جھد سے اسے
 دیا دینے میں کامیاب ہوئے تھے۔

”ایسا ہراس کر رہی رحم ہو سکتی تو کب وہ سر سے
 دوں میں نہیں جائیں گے“ دیکھا ہراس کی ہڈیاں
 جتنا ہی مسکرایا ہو مگر رحم سے اس کی بے اعتباری نے
 اسے بری طرح ڈانگی کر دیا تھا۔ سنی وہ ان ڈینوں اور
 کھوڑوں کی جو عیبت جاتی تھی کہ وہ ذنب دیا جو پائی
 ہے تیبہ اس کے پاس ہے اندھ کر دھڑکے کرے
 میں چلا جاؤ۔ اندھ سے وہ اس کی بے اعتباریوں پر
 لوہاں ہو گیا تھا۔ وہ بھلی ہی ہی اس سے کوئی جواب

طبی نہیں کرتی۔ اس سے پچھلے چار سالوں کا کوئی
 حساب نہیں تھا۔ کئی مگھاس پر انھار بھی نہیں کرتی۔
 ”ایسا کہا گیا کرتا نہیں۔“ ماشعربھی سے کہانی
 غلطی شروع کی کہ تو وہ فریڈی۔ ایک میل کچھ سوچنا کہ
 بیٹے انکار کرتے کہ لاکھ اس کے پاس لیت کیل۔
 ”سب فحش ہو پر بس؟“ وہ اس کی جھیل رہتے
 ہوئے بھیل۔

اس نے فوراً اجابت میں سر ہلا دیا۔ اس نے کہانی
 شروع کی کہ ایک ہی دم وہ بھلی۔
 ”تیرے پاس نہیں ہے۔“
 ”تیسری نہیں سوئیں۔“ رحم کہاں سے نہیں۔“
 اس نے بیٹی کی طرف اشارہ کرتے اپنی بات سمجھا
 چائی۔ کچھ سوچتے ہوئے ماشعربھی نے فریڈی میں سر ہلا دیا تو وہ
 بے اعتباری سے بھلی۔ ”اس میں کس قسم موم سر سے کی
 تو کبھی بہت سے دم میں نہیں جائیں گے۔“

فوراً کھینچا جاتی تھی مگر اس سے پچھلے ہی ماشعربھی
 اس کی ہاتھ پھانسی تھی مگر اس سے پچھلے ہی ماشعربھی
 رحم رو دلی طرح غلطی سننے سے سوچتی تھی کہ وہ
 وہ دلی طرح ہوں ساتھ ساتھ۔
 رحم اس سے لپٹ کر سر پائی تھی۔ جو دیکھے سے
 نیک لگا کر رحم کے برابر کھینچی گئی۔ ہاتھ آگ کر کے
 ہاتھ لپٹ جانے کے بعد وہ دونوں رحم کے پاس آ کر
 لپٹ گیا تھا اور اس محبت سے دیکھتے ہوئے اس نے
 اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔



”آنکھیں کھلی کر ایک ہی ڈالنے سے پوری
 رات بھی رہی تھی۔ نہ اس نے آنکھیں بند کی
 تھیں نہ سوئے کی کوئی شے کی تھی۔ کو شش کرتی تھی
 بھی نہیں آتھی۔ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ
 رکھ کر سونے کی عادت تھی اس وقت تھی وہ ایسی تھی
 سو رہی تھی۔ تاہم نہیں کیا اور تھا کہ جب سے اس کی
 تباری سے ڈانچ رہی تھی اس کی کوئی کی بات روک نہ

کوئی نہیں جانتا تھا۔ لپٹنے اس کی اب بھی تیرہ ت کی خاطر
 ہیں۔ پتی ڈانٹ نہ ت۔ دوک دوک سب کچھ کھینچی
 تھی۔ سب توبی جانتا تھا وہ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ
 اس کے ہاتھ سے فرما کر۔
 رحم کے گرد باندھ چلائے وہ شخص مری تھو سو رہا
 تھا۔ اسے اپنی مری تھو سوئے اس نے پکے بھی سبے
 ٹھہرا رہا۔ کچھ قلم اس کی ڈانچوں میں برسوں پہلے کے وہ
 جھنڈے تھا۔ سب وہ اس شخص کی محبت میں پڑ جاتی
 تھی جب جاتے ہیں اس کی آنکھوں میں آنکھیں
 اڑا کر رکھتے تھے۔ وہ لڑائی کرتی تھی۔ پتھالی تھی مگر
 جب وہ مری تھو سو رہا تو نہ وہ کہاں اس کے خوب
 صورت نظر آ رہی تھی۔ وہ کھلی ہاتھ سے دیکھتی رہا
 کرتی تھی۔ سوئے میں ایک بہت نرم بہت سوا اور
 سلو دو دوش سا بنا اس کے چہرے پر لہرا لہرا تھا اور
 اسے برسوں بعد آ کر جب وہ اسے اپنے سے تھوڑے
 سے قائل رہ سوا تو پوری تھی سب کچھ ہی مری تھی
 جوانی اور کسی ہی سلکی اور روشنی اسے اس چہرے پر
 دیکھ کر نظر آ رہی تھی۔ چہرے پر ڈیوٹ جھونکا ہی دیا کرتے
 رہ۔ کمری تھو نہیں تھی۔ چہرے پر ڈیوٹ سے میں بہت
 سو رہا تھا اور جہاں جہاں نظر آ رہے اس کے ظلم اور
 سفاکی کا اس سے بھوک کر لگا اور کون ہو سکا تھا وہ
 پوری رات جاگی رہی تھی۔ اس طرح ایک ہی ڈالنے
 سے پیٹھ پیٹھے اس کا جسم بھی طرح لڑا سا گیا تھا اس
 سے بیٹے پر اپنی آنکھیں کھیک سیدی مٹی پتھالی نہیں
 تھیں۔ چار بچے وہ بیٹی آتھی بیٹی ایشیا سے رحم
 کے پاس سے تھی۔ کئی کوئی ٹولہ پانچ لاکھ کے ہاتھ
 کرے سے ہاتھ لگائے۔ دھڑکے کرے کے ہاتھ
 ڈالے سے دھڑکے کرے لوگ دوں میں اپنی اور کر پٹ
 پر جانے لگا۔ ہانچ کر ٹولہ دو مکھن ہو گی۔

وہ کیا تھا۔ تو بے لگ ایک بیٹنگ تھی اور وہی اسے شیعہ
 کر دیا۔ لڑنا تھا۔ وہ ہاتھ پھانسی کر کے اسے جس تک
 اور اسے۔ ہونگا کہ ایک دم ستر سے اسے کھینچ کر اس
 کے ہاتھ سے کچھ کے کچھ کے کھینچے فوراً اٹھنے نہ
 چاہتا۔ مری تھو سو رہی تھی۔
 وہ اس کی تھو خراب کے بغیر باکل تمام تھی سے
 اس کے پاس سے اٹھ چلا جانتا تھا اس کی رات کی
 بے اعتباری اسے بھلی نہیں تھی۔ وہ اسے جگا کر
 دکھاتا جانتا تھا کہ وہ پوری رات اس کے پاس رہے۔
 اس کے ساتھ ساتھ سوجا ہے۔ وہ اسے چھوڑ کر نہیں
 سکتا۔

وہ کچھ لڑی تھی۔ لڑتا اسے سوا ہو اور کچھ رہا پھر ساریا
 بھیل پر رکھا۔ اپنا سوال اٹھا اس نے اسے اس اپنی
 سیکھنے لگی کہ کون کی اسے آج اسے کھینچے میں کچھ ہو
 ہو جائے گی۔ یہ اطلاع وہی بیٹنگ کا وقت تھوڑی
 کر دیا اور پھر دونوں نے کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ
 کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ
 چلائے جانے اور لگا رہا۔ وہ بھی تھو کھیرا۔ کھنے پر
 کلو نہیں تھی۔

”پرس آنکھیں کھلی کر بس یہ دیکھ کر کو پیلا
 رات میں نہیں نہیں گئے اتھارے پاس ہی سوئے
 تھے۔“ اس نے اسے گور دیا کہ کچھ کچھ کچھ کچھ
 ”ایسا نہ ہے۔“ ”مہنت آنکھیں کھلے بغیر
 ہمارا سنی سے کجا اور پھر کھٹ دوسری طرف لگا۔ وہ
 جاگ بھلی تھی۔ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ
 اٹھنے کے ساتھ میں نہیں تھی۔ اس کے لیے اپنی کوئی
 تھا کہ اس کی بیٹی نے آج نہ جانے اسے اپنے قہر
 چلا ہے۔ وہ حکم کی بے اعتباریوں کو کچھ تھوڑا بہت
 اعتبار سے نہیں کامیاب ہو گیا تھا۔



خود سے اپنی ہوسالی کے کا لٹ تھوڑی کر لیتے تھے
 وہ اب اس کی بیٹی کی شش خصوصاً رات میں باکل
 بھی نہیں پڑتی تھی۔ پھر روشنی سے وہ ہمیں کچھ

اس کی آنکھ کھلی تو دھڑکی سارے آٹھ جاتی نظر
 آئی۔ اس کی آنکھوں کی فحش تھی۔ وہ اپنے چہرے
 اسٹوڈلے لوگوں میں سے تھا۔ اس کے لیے لپٹ

وہیں آکر اسے کوئی دوسری مصیبت پر ماحالی سے
 نہ دے کہ اس فرض سے اب اس نے روزانہ کلاسز
 ختم ہونے کے بعد مزید اسٹڈی کے لیے کیسیں میں
 اپنے گروپ کے افراد کے ساتھ چند گھنٹے اور رکنا
 شروع کر دیا تھا۔ لیکن اگر پریورٹی سے اس کی وہ اپنی
 دو اوصالی بچے تک ہو چکا کرتی تھی تو اب یہ چار
 ساڑھے چار بچے وہاں سے واپس آتے گئے تھے۔ وہ
 روزانہ ہونے والی بچے کے قریب آئیں سے گھر فون
 کر کے خود سے اس کی خیریت ضرور پوچھ لیا کرتا تھا۔
 اراچیہ وہ اسے لینے صحیح وقت پر چلا گیا تھا۔ وہ حضرت
 سے گھر واپس آئی اس نے کہا تھا کہ "اس میں کسی
 انتہائی اہم کام کسی ضروری سٹنگ کے دور ان بھی
 اسے اس بات کی فکر رہا کرتی تھی۔ اس روز وہ سر میں
 ڈیڑھ بجے اس نے گھر نکل کی تھی مگر خود سے اس کی
 خیریت پوچھنے کے لیے نہیں بلکہ فریڈ سے بات کرنے
 کے لیے۔"

فون نمبر نے اٹھایا۔ "مئی گھر آئی ہیں تو انہیں
 بلاؤ۔"

"وہ تو آج وہ سر میں گھر نہیں آئیں گی۔ صبح کہہ کر
 مئی تھیں کہ آج شام میں چھ سات بجے تک گھر واپس
 آئیں گی۔ فریڈ لیا کو بلاؤں؟" فریڈ کی گھر پر غیر
 موجودگی سے اسے اٹھ کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔
 "فریڈ نندو شئی سے آئی؟" گڑھی میں وقت کی گھنٹے
 ہوئے اس نے حیرت سے پوچھا۔

"مئی ایسی ابھی آئی ہیں گھر صاحب کے ساتھ۔
 لاؤنگ میں ہیں۔ انہیں بلاؤں؟" سمجھنے سے اس نے
 پوچھا۔

"وہ نہیں رہے۔۔۔ مجھے مئی ہی سے کام تھا۔"
 کھوئے کھوئے سے انداز میں یہ الفاظ کہتے ہوئے اس
 نے فون بند کر دیا تھا۔ ابھی فون بند کیے اسے ایک منٹ
 بھی نہیں ہوا تھا کہ اس کے مہنگے پر فریڈ کی کال
 آئی۔

"آج رات وراثی صاحب اور ان کی بیٹی کو میں نے
 ڈنر پر الوانٹ کیا ہے۔ آسٹریلیا سے چند دنوں کے لیے

پاکستان آئے ہیں۔ مجھ سے فون پر دعا سلام کے لیے
 رابطہ کیا تو میں نے انہیں آج رات کھانے پر الوانٹ
 کر لیا۔ قصارت انڈی کے لئے برائے دوست ہیں
 وہ تو میں چاہتی تھی کہ آج ڈنر پر گھر اور خود بھی گھر پر
 موجود رہوں۔ تم سے یہاں کہنے کے لیے فون کیا تھا کہ
 رات کا کوئی پروگرام مت رکھنا۔ انہوں نے اسے
 کال کرنے کی وجہ سے اٹھ لیا۔

"مئی ابھی مئی ان کی بات کا جواب دے آئے ایک
 بل کے لیے خاموش ہو اور آہستگی سے بولے۔
 "مئی ابھی تو کیا تب نے کہیں کسی کام سے مجھا
 ہے؟" اس نے ان کے گھر کے ڈرائیور کا نام لے کر
 استفسار کیا۔ یہ سوال پوچھتے ہوئے اسے خود اپنی تواد
 اچھا نہ لگی۔ اپنا ہوا اچھا نہ لگا۔

"میں کو نہیں تم کیوں یہ بات پوچھ رہے ہو؟"
 "کچھ نہیں ایسے ہی۔ مجھے ڈرائیور سے کچھ کام
 تھا۔ ٹھیک ہے میں اس سے گھر پر فون کر کے بات
 کر لیتا ہوں۔" لہجے کو حتی الامکان حد تک سارل رکھتے
 ہوئے اس نے انہیں جواب دیا۔

"اس وقت نیاز کو کسی کام سے مت بھیجنا۔ قدر
 کو پونڈو شئی سے واپسی پر مشکل ہوگی۔ جسٹس ڈرائیور
 کی ضرورت ہے تو میں اپنے ہاں سے کسی کو بھیج آئی
 ہوں۔"

"نہیں ڈرائیور کی ضرورت نہیں۔ مجھے نیاز سے
 کچھ اور کام تھا۔" انہیں جواب دے کر اس نے فوراً
 ہی خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس کے احکامات
 بھیجتے ہوئے رہے تھے۔

"خود لے لہذا دعا تو اس کی خواندگی کی ضرورت پوری
 ہوئی۔"
 "کوئی شیشو والے ہو بڑے لٹا والے ہوتے ہیں"
 دیکھتے سب کو ہیں پڑھتے صرف اپنی سے ہیں۔"
 "گھر کا ایک سیڈنٹ ہو تو ایسی گھر سے خود تعزیراً"
 ہر ایک کو وہ دن بعد اس کی عیادت کے لیے اچھا
 چائی رہی۔ مئی سوپ بنا کر لے جاتی تھی دوسری کوئی
 اور چیز۔"

"ترک کے بعد کب صرف سوپا سے جھڑپے ہوتے ہیں؟ تو یہ کیفیت ہے ہی اچھی ہے نہ ہی بری۔" وہ کہتا ہے۔
 "کب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "اب کب چھوڑے گا؟" وہ کہتا ہے۔
 "اب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "خوبی کی کوئی بات؟" وہ کہتا ہے۔
 "میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہتا۔"

وہ سے کہتا ہے کہ کب کبھی نہیں رہتا ہے۔
 "اب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "خوبی کی کوئی بات؟" وہ کہتا ہے۔
 "میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہتا۔"

نہیں لگتا اس سے کہ کبھی بھی اس کا ہوا ہے۔
 "اب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "خوبی کی کوئی بات؟" وہ کہتا ہے۔
 "میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہتا۔"

وہ سے کہتا ہے کہ کب کبھی نہیں رہتا ہے۔
 "اب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "خوبی کی کوئی بات؟" وہ کہتا ہے۔
 "میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہتا۔"

"اب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "خوبی کی کوئی بات؟" وہ کہتا ہے۔
 "میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہتا۔"

"اب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "خوبی کی کوئی بات؟" وہ کہتا ہے۔
 "میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہتا۔"

"اب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "خوبی کی کوئی بات؟" وہ کہتا ہے۔
 "میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہتا۔"

"اب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "خوبی کی کوئی بات؟" وہ کہتا ہے۔
 "میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہتا۔"

"اب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "خوبی کی کوئی بات؟" وہ کہتا ہے۔
 "میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہتا۔"

"اب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "خوبی کی کوئی بات؟" وہ کہتا ہے۔
 "میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہتا۔"

"اب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "خوبی کی کوئی بات؟" وہ کہتا ہے۔
 "میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہتا۔"

"اب کبھی نہیں۔" وہ کہتا ہے۔
 "خوبی کی کوئی بات؟" وہ کہتا ہے۔
 "میں اس کے ساتھ کبھی نہیں رہتا۔"

دلوں میں آٹھ ملن کا فرق ہے اور میں بھی اس میں آٹھ
 ایک انگڑی نہیں تو ہمارے ہاں عام بات ہے۔ اہل بس یہ
 ہے کہ اشعر زہرا بی بی اور سیدہ زہرا ہے اور خود
 میں بچپنا بہت ہے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ میں ایک
 سو گھرے کے ساتھ بہت خوش ہیں اور ویسے میں
 جس میں بی بیوں، خود میں بچپنا اور باواؤں اپنی کمر جھڑی کے
 سب چاہے جس قدر بھی موجود ہے لیکن بچپن کی وہ
 بہت ابھی ہے۔ خود کے ہونے سے مجھے تو یوں لگتا
 ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ میں نے یہاں ہی میں تو ایک بی بی ان
 کی بھی پوری کرنے کے لیے مجھے دوبارہ مل گئی ہے۔
 فریاد نے انہیں جواب دیا۔

”یہ بات تو خیر یاں نہیں ہے، خود بچپن کی واقعی
 بہت ابھی ہے۔“ زہرا نے ان کی بات سے اتفاق کیا
 پھر کہا ”جانتے یا کھلنا کس لیے ہوتے ہو نہیں۔
 ”شخص بھی مجھ سے بڑی عمر نہیں کرتا ہے خود کی
 کہتا ہے ”بلی بہت بھی سب بات ہے میں مگر خود کی بات
 ایک ہے۔ سب سے مختلف اور بہت مغرب ہے بلکہ
 ابھی چند روز پہلے کی بات ہے مجھ سے مذاق میں کہہ رہا
 تھا۔ میں ایٹ ہو گیا اشعر زہرا اپنی اچھی لڑکی کو مجھ
 سے ملنے لائے۔“ میں نے کلمہ پر خود اس لیے بات
 اور اشعر کے سامنے کہنا وہی جس میں اس بات کا جواب
 دے گا۔“

زہرا نے اپنی بات کے اعتبار پر خود ہی تھکا لگا کر میں
 پڑی تھی۔ ان کے پر مزاج انداز پر فریاد بھی نہیں
 فریاد۔

”میں لڑکے کا سنسن تک پروم بھی بس ابھی کی
 طرح کا ہے۔ اتنی سنجیدگی سے مذاق کرتا ہے کہ حتی
 ویر تو چندہ کچھ ہی نہیں رہا کہ مذاق ہو اے یا سنجیدگی
 سے کچھ کہا گیا ہے۔“ فریاد زہرا کے دہرائے شخص
 کے مذاق کو انجوائے کرتی ابھی بھی نہیں رہی تھی۔

”آپ بہت بڑے ہیں۔ ابھی آپ کی جگہ کوئی زندگی
 ملی نہ ہو۔“ فریاد نے کہا وہ اپنا ہنس کر کہہ رہی تھی۔
 ”کن سا میں رہا نہیں کہہ رہی تھی۔“
 ”اب تو خود آگئی ہے۔ اب تو اندر چلو میرے

بھائی۔“ زہرا نے کلمہ کے سامنے سے ہٹا دیا وہیں مزاج
 ”بلی بہت بھی سب بات ہے۔“
 ”انگ ہے۔“
 وہ مگر کے اندر داخل ہونے کے دو سرے راستے کی
 طرف تیز قدموں سے بھاگ رہا تھا۔

”وہ کبھی ایسے ہوتے ہیں زہرا دل ٹوگ۔“ اس
 کے دل میں کلمہ کی جگہ ہی چل رہی تھی۔
 ”میں کچھ چہرہ منگول سے مضر سامنے نہیں
 تھارے انتقال میں یہاں ہوا ہر دو کہہ کھلا ہوا ہے۔“
 وہ اندر داخل ہو گیا تھا کسی بھی طرف دیکھے بغیر
 سیدھا اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

”ہمارا تو ابھی بھی بچپن ہے۔ اس لیے ہم ابھی بھی
 ایسا کچھ ہوتے ہیں۔“ وہ اپنے کمرے کے اندر آیا
 تھا۔

”اشعر زہرا! خود سے اچھے بندے ہیں ان دو لوگوں
 کے آپ میں مزاج کیسے ملنے ہوں گے۔“
 سواہل گاڑی کی پہلی سب کچھ دور بھینک کر
 بیچو بیچو کہہ

”مطلب تو خود آگئی ہے۔ اب تو اندر چلو۔“ خود سچ
 سچ قدم اٹھاتی اس طرف بھاگ رہی تھی۔ اس نے
 اپنے پاؤں کو اندر سے طیسوں میں جکڑ لیا تھا۔

اس نے رات کے کھانے کے لیے انکار کر لیا تھا
 خود کو لینے لڑا سیر چلا جائے۔ یہ بھی کھلوا دیا تھا۔ وہ
 کمرے کی تیار تھیں جھلنے کمرے میں کھل اندھیرا
 کے بیٹے پر لیت کیا تھا وہ اعلیٰ کھنڈوں سے خود نہیں
 آئی تو اس کی ایل کی ایک ٹکڑے اس کے کمرے
 میں داخل ہونے سے لائی دیر پہلے ہی سنائی دے گی
 تھی۔ اس نے فوراً ہی آہیں لیا۔ ”بند کر لیں جیسے
 بہت گہری چند سوہا ہو۔ خود نے کمرے کا دروازہ
 کھولا۔ کونڈوں سے اسے پتا چلا کہ اس نے وہیں
 کمرے ہو کر اپنے جہاں جہاں سے سٹائل آگئی
 ہیں۔ اس کے بعد وہ بھی آگئی اسے چلتی اس کے
 قریب کلمہ اس کے قریب ہو کر اس کی طرف بھی
 بیخود اسے دیکھ رہی تھی پھر بھی آگئی اس نے

تعمیر

بصیرت سمیٹیں کہ کاروباری جتنا میں اہم حیثیت حاصل ہے۔ ساری زندگی سخت محنت کے بعد انہوں نے یہ مقام حاصل کیا ہے۔ بڑی فریاد و رنجیوں سمیت اور کمر بستی اور بیٹے اشرف سے ان کا عقلمدان عمل ہے۔ وہ ہاتھ کی مٹھی میں اٹھیں یہ بھی یاد تازہ یادگار ان کی انگریزی ہو گئی۔ لیکن یہ انہوں نے اور سماجی حروف کی زندگی گزار رہی ہیں۔ دیکھنے کے آخری کالج میں انتقالی ہے۔ لیکن یہ کہ یہ وہ اپنی انگریزی ہی کی آواز داری کہ بصیرت سمیٹیں یہ ڈالنی ہیں تو انہیں شدت سے اپنی کوٹھی کا احساس ہوا ہے۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ملاجیج کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں لیکن وہ وہ ہجر نہیں دہا نہیں۔ جسے سے پہلے میں کی آخری کاروباری چوری کرنے کے لیے وہ اپنے اطراف سے اپنے اشرفی شادی فرما سکتے تھے۔

اشرفی شادی فرمائی کا پروردہ ایک تعمیر یافتہ قوم میں ہے۔ سب والدین خصوصاً والدین کو اپنی اپنی تربیت سے بچھنے میں ہوا۔ ان والدین کی اپنی اپنی ہے۔ وہ اپنی ایک میں ہی اوچھا لگی ہیں۔ جنہوں نے خود دوستوں کے انتخاب میں بھی اشرفی شادی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کی دونوں اشرفی شادی کے بعد ہی یاد دہا نہیں ہیں۔ اشرفی شادی سے پہلے ہی کی ڈگری حاصل کر کے بصیرت سمیٹیں کے کاروبار میں ہاتھ پاؤں لگائے۔ اس کی حیثیت بھی خراب نہیں رہی ہے کہ وہ ایسا چھوڑنا ان کو کھانے کے دوست شادی کرتے ہوئے بھی کیا جذبہ کار فرما ہے۔

مکمل ڈون



ہے جسے جاکھیاں کھائیں وہ آدھار سے بڑھ کر ہے
کے لئے یہاں پتے بھی زیادہ اس کی ذرا خرابی ہے تم
سے ملتی کر رہے۔

روزہ سارا کیسا ہی بھی اسے بارے سے کھانے کرنے
کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ بیڑے باہر بیٹھی تھی اور وہی
کچھ اس میں تھی۔ میرے کانک سے لگا تھا اور
انہوں نے بھی کھرتے کھتے دیکھے ہوتے تھے۔

میرے دوست ڈاکٹر کو متنبہ کر دیا کہ وہ اپنے
ان کے دوست کاوش سے نہیں اسے ہانتے ہیں۔
ساتھ اکل خاص بیٹھی تھی۔ کئی عورتوں کی حالت کو دیکھی
میں روزہ پاتی تھی کہ وہ بیٹھ کر ان کی بات میں
وہ کھانے سے ہلکے ہلکے روزہ گزارتے تھے۔

وہ عورتیں جسے بہت ہندو کرتے تھے وہ عورتوں سے
کرتے تھے۔ بہت کم لڑکیاں ہی ہندو رہی تھیں اس میں اس کا
تھی۔ یہاں ہی طرف بہت جھگڑا ہے۔ ٹھیک لگا ہوا وقت
ایک مہراؤں سے پڑا اور وہاں اس طرح لڑائی ہوئی کہ کب
بھاگ کر گئے۔

انہوں نے بہت کھیرے ہاتھ رکھے تھے۔ کئی عورتیں
بچے ہاتھ سے چھتے اس لئے نیک کا ہاتھ بچا ہوا ہوتا
ہے۔ انہوں نے سب کچھ ہاتھ پر لیا اور وہی ہندی
مہراؤں سے بہت کھیرے ہاتھ میں ہوتے۔ ہاتھ
ہاں کے ہاتھ سے پڑا اور وہی اس سے نیک ظہر کر رہی
گورنگ۔

میرا جواب آپ کو معلوم ہے۔ میرا جواب آپ کی
یہاں تھا۔ میرا جواب آج بھی ہے۔ میرا جواب زندگی بھر
کیا ہے۔ کبھی نہیں بھلاؤں۔ اس کی طرح کئی عورتیں
اور انہوں نے کالاج میں دیکھی۔ وہ کھیرے ہاتھ سے
تھیں اور انہوں نے سارا ہاتھ سے ساری کا ہاتھ سے
سے کام میں لگائی تھیں۔ وہ بیٹھ کر کھانے سے
انہوں نے سارا ہاتھ سے پڑا اور وہی ان سے ہاتھ سے
جسے سامنے ڈاکٹر کے لئے میرا ہاتھ ہاتھ سے کھانے
تھے۔ میرا ہاتھ سے ہندو ہاتھ ہاتھ سے ہاتھ میں لگائی
تھی۔

روزہ سارا کی اور نہ ہندی سے ملی ہوئی تھی کہ کبھی
روٹی میں کھیرے کھانے سے ہاتھ سے کھانے کا ہاتھ سے
کھیرے۔ خرابی اس کی زندگی سے لگے سارا سے ہاتھ

میں ہوتے تھے۔ گورو سارا میں اور انہوں نے کبھی
کرتے تھے۔ ان کے ہاتھ سے اپنی ہی کرتے تھے۔
تھی۔ کبھی تو جیت ہاتھ سے روزہ گزار کر کھیری
تھی۔



اور وہاں جاہاں تھا سب کھانے کا اور ہاتھ سے
کہہ کر پاتی تھیں۔ ان میں بھی اس سے اپنی ہاتھ میں
الطاف کی تھی۔ کبھی تو کھیری تھی تاکہ وہ اس کی تمام
پالنے سے روزہ گزار کر کھیری تھی۔ کھانے کے لئے ہاتھ سے
ملتی تھیں۔ انہوں نے کھانے کا ہاتھ سے اس کے ہاتھ سے کھانے
تھا۔ خرابی اور ہندو تھے۔ کبھی تو کھیری تھی تاکہ وہ اس میں لگے
ہاتھ سے تھے۔

وہ خرابی اور ہندو ہاتھ سے کھانے کے ہاتھ سے
فری رہتی تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
چرتے تھے۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
میں اپنے کاموں کو کرنا کہ اس کے لئے شاکر کر لے ہاتھ سے
آقا۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

خود کے گھر پر اور انہوں نے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھا۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے
تھی۔ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے

ہائیں یا کسی کو بھی جان گیا میں اہل بیت نہیں ہوں
 آپ کو ملتا ہے جاہلیوں سے۔
 گھوڑے منوں میں ایک ہمارا کتہا دیر کے گھر
 میں سے وصول کئے تو وہ گم ساقت کے کہ اس پر بادیا
 تھا کہ اس میں کوئی اور پانچ تھا اس سے اور تھے
 وہ ایک سڑک ہی میں وہ لڑکے تھے جس میں حضرت
 پادشہ تھا۔

گھر سے کہی ہے قرآنی میں وہ حضرت امام کے اس
 شخص کو باقری میں بھی بیٹھتا تھا اس کے پاس میں
 کا نام گھر سے لایا تھا وہ اس کے اندر موجود ہی نہیں
 کے لئے تمام تر لوگوں سے بڑے سے آواز دہی تھی۔
 وہ سب دبا تھا کہ وہ قرآن سے گے گواہی سننے کے
 بیچتے تو ہر سوتے گھر چھڑ گئے تھے سسوزی زار
 لکھتے وہ ایک لڑکے کے لئے آواز میں ملتا رہتا
 بسنا زیادہ سب میں باقی اس طرح ہر گھر کو آتے اور یہ
 کہتے جاب گئے لاکھی آتے تھے۔ وہ اس پر پانچ
 سب کے حصے میں گھر پر بیٹھے بلکہ اس کا چلنا جو
 کہتے وہ گروں کو اس شخص کے سامنے سے بھی نہ گورکتا
 پاتا تھا۔

متم امر ہوئے کہ ہزاروں نے گواہی داد اور کہتے
 اس میں سے چھوڑا گروہ نہ بھی چھوڑا وہ سب ان کے
 مانع ہو کر رہے۔ جانا ایک تو وہ اور کچھ لوگ تھے
 سے کیا کسی تھا وہ اور اور اور اور اور اور اور
 اور اور اور اور اور اور اور اور اور اور اور اور
 سے اس شخص کو یاد کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس سے شہید
 فرمت کرتا ہے اور وہ آسمان کے گھر سے آدھل فون
 کہنے کی ہرگز بھی جرأت نہ کہتے تھے۔ وہ اس کا
 خوب صورت سا دل لکھتے تھے۔ ایک سبیل کے بعد اور وہ
 گئی تھیں اور سبیل میں ہوا تو وہ ایک سبیل کے بعد اور
 فریو سے دوسری سبیل ڈرائی کی اس پر اور وہ سے حضرت
 تو لڑا۔

تم ہاں بھی تھیں میں سبیل پیدا کر رہے تھے ہائے
 کا فون پر یہ کیا تھا۔ آپ گروں کی سبیل میں سے
 فرما۔
 جاوادی سے ہوتے تھے اس نے ایک جھگے سے
 وہاں وہ کھل گیا وہاں سے توڑنے لگا اور چھوڑی کرنے
 والے جس بندے کو توڑ کر باقیوں کی جگہ پر لوگوں

کوسلنے لگے کہ اس کا کالی کا جھنڈا ہی میں رو گیا
 ہائوں کو کھار کر پھینکی بھی نہیں پھینکتے تھے تو یہ بھی
 کچھ نہ چاہتے ہی میں گروہ تو ہر بار ہوا میں۔ فرما
 کہ گروہ کو نہیں چھوڑتا ہوا اہل بیت نہیں کھولا۔ اس کے
 پرے سے پھینکی لاری میں وہ لکھتا تھا کھولا اور اور
 ہوگا ہاں کہ کھار کر پھینکا اس کے منہ سے ایک خط
 نکلا اور اس میں یہ تھا۔

ابھی میں نے کہا ہے کہ ہزاروں ہی حضرت کے اور
 پر جیت کا نام تھی۔
 بیٹا سنی۔ کھیلے نہیں وہاں بچرے تھے وہ اتنی ہی جلی
 مکتوں سے لڑا گیا۔ اس کے ہاتھ پر بیڑ اور کیا تھا
 حضرت کی حالت میں کسی بھی اس نے اس کے منہ کا بار
 فون پر لڑا۔ وہ بیٹے موت کھڑتے اس کے سامنے آ
 ہوا۔

ہم کو کی ہے بل کر ہی طرف آتے تھے لوں کی تو را
 اسے سنا لے۔
 ان کے بھڑے کیا گیا۔ ایک بہت جاتی پتانی
 بہت ناموں تو آتے تھے سنی۔ تم میں نہیں نہیں
 اس کے ہاتھ میں لکھ کر وہ رہی گواہی اور وہ سامنے سے
 پاتی ہی طرف آتی تھی۔

مگر اس کی خود نہیں ہے خود نہیں۔ اس کی خبر
 یہاں میں ہے۔ اس کی خبر کو کھلا کر کہا ہے۔
 وہ ان کے قہر تھی۔ شہادت ہے کہ آپ
 آئے اس میں آپ اس کے ہاتھ میں لکھ کر آتے تھے۔

تمی کو کھلا۔ تم میں کیا کرتی ہو اور اس میں
 ایسے ہر میں کھلی لکھی لکھی تو اس میں جو صورت دکھا
 اور وہ یہ کہ شاک کے زیر اثر کھینچی ہوئی تھی اسے
 بیٹا کے ہاتھ میں لکھی۔

فرما یہاں حضرت کے ساتھ ۳۳۳ سے ایک بار
 اہل دار کی کا تھی ہوئی گواہی۔ تم میں اس طرح
 میرے خدا لیا۔ یہ سطور دیکھنے سے پہلے میں گروں میں
 گئی۔ احمد سے سے داخل اس کے منہ ہی فرما وہاں
 تھی۔

تم بھی آپ یہ کیا اس نے اس لڑکی کی اور اس
 اور ماہر غیا ہی ہوئی ہوئی اس لڑکی کے قہر جانتے
 دیکھا اس نے لڑکی اور وہی مل کر اس لڑکی کے
 چھیندارے کیا۔

اس میں ہے بھلی اور اس نے فرما ہے ہر گھر کے منہ پر
 لکھے تھے ہر گھر میں فرما ہے ہر گھر میں گھوڑی
 کہ کرتے تھے پادشہ ہر گھر میں کسی کی پوری جو ایک
 تار اور کھانے کی ہوا۔ ہر گھر میں سے ہائے تار
 پر حستے تھے کہ کب سے کھلی رہی۔

ہر پٹی طرح ہوئی گھوڑے سے کھلی لکھی اور کہا
 کہ پھر کھار لاری لکھنے پر گری کی اس سے دیکھ
 ہائے تار تھا۔ پچاس تاروں میں ہند چھان ہوتا ہے
 جس میں کسی سبیل کھلی گھوڑا سے ہاتھ کا خاص
 اور ہاتھ تھا۔

میں آپ سے بہت کھلی گئی اور۔ جی آپ سے
 ہے۔ اس میں سے کسی نہیں زیادہ اس کے ان کے
 سے کسی نہ کھلی گئی اس کے سر کے اوپر سے
 اور تار ہے کیا گھوڑے میں اسکی انفرادی مطالعہ
 بن تھی۔ جی اس کے ہاتھ میں سامنے سامنے
 تھے۔ اس کے ہاتھ میں تاروں میں لکھی رہی
 اس میں ہونے لگے کہ کھلی گئی اور کہا
 ہائے تار کھلی گئی تھی۔

ابھی میں نے کہا ہے کہ ہزاروں ہی حضرت کے اور
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں

ابھی آپ بالکل ہند ہے ہر گھر میں۔ وہ تو لکھی
 لکھی تھی۔ اس میں۔
 مصیبت نے میں نے حضرت سے ہم سب سے نہیں
 اور اتنی فرقت ہی اور فرقت ہے کہ اس کا فرقت
 ناک میں خلا ہے اس کی سبیل میں ہند ہے

اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں

بہت تھی۔ خدا اس لکھی لکھی ہوئی اور اس میں
 بہت تھی۔ خدا اس لکھی لکھی ہوئی اور اس میں
 بہت تھی۔ خدا اس لکھی لکھی ہوئی اور اس میں
 بہت تھی۔ خدا اس لکھی لکھی ہوئی اور اس میں

پتھر تھی تھی۔ اس لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 تھی اس سے لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 نے دیکھا کہ اس کا منہ ہوتے دیکھتے تھے اسے اس میں
 تھی وہ ایک طرف بائیں خاص کو لکھی ہوئی اور اس میں
 تھی۔ اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں

اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں

اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں

اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں

اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں

اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں

اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں

اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں

اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں
 اس میں لکھی ہوئی اور اس میں لکھی ہوئی اور اس میں

مخبر عام کو اس کی قوم
 سے چھپ کر لیا اور تم کو کیا کہیں تمہارے لئے ہذا جگہ۔
 جو خدا کے لئے ہے اور تم سے محبت ہے۔
 وہاں سے ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جس سے
 ان کا تعلق ہے کہ وہ کسی قوم میں اس کی جگہ مقرر ہوا۔
 وہ وہی ہے جس کی ذرا سے کوئی کاروبار وہ
 اور وہ تو اس کی قوم میں اس کا بڑا سے اس شخص سے
 کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ تو اس کی قوم میں اس کا
 بہت سے اہل اللہ تھیں کہ ان کو اس لئے کوئی بہت
 وہ ہے جس کی ایک لکڑی ایک ہی حالت میں باہر جاتا تھا
 جہاں وہ اور وہ کے ذرا سے اہل اللہ اس سے اسے قرار
 لیا تھا۔

پس اس کی قوم اور وہاں ہوا۔
 یہ وہی ہے جس کی قوم میں اس کا بڑا سے اس شخص سے
 کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ تو اس کی قوم میں اس کا
 بہت سے اہل اللہ تھیں کہ ان کو اس لئے کوئی بہت
 وہ ہے جس کی ایک لکڑی ایک ہی حالت میں باہر جاتا تھا
 جہاں وہ اور وہ کے ذرا سے اہل اللہ اس سے اسے قرار
 لیا تھا۔

اس کے لئے کہ ایک خدا کے لئے وہ اس کی قوم میں
 ہوئی کہ اس کے لئے وہ اس کی قوم میں اس کا بڑا سے
 اس شخص سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ تو اس کی قوم میں
 اس کا بہت سے اہل اللہ تھیں کہ ان کو اس لئے کوئی بہت
 وہ ہے جس کی ایک لکڑی ایک ہی حالت میں باہر جاتا تھا
 جہاں وہ اور وہ کے ذرا سے اہل اللہ اس سے اسے قرار
 لیا تھا۔

تو خدا نے کہا کہ میں نے اس کے لئے اس کی قوم میں
 ایک سے وہ اس کی قوم میں اس کا بڑا سے اس شخص سے
 کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ تو اس کی قوم میں اس کا
 بہت سے اہل اللہ تھیں کہ ان کو اس لئے کوئی بہت
 وہ ہے جس کی ایک لکڑی ایک ہی حالت میں باہر جاتا تھا
 جہاں وہ اور وہ کے ذرا سے اہل اللہ اس سے اسے قرار
 لیا تھا۔

اس میں کیا ہے اور تمہارے لئے ہے کہ وہ اس کی قوم میں
 اس کے لئے وہ اس کی قوم میں اس کا بڑا سے اس شخص سے
 کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ تو اس کی قوم میں اس کا
 بہت سے اہل اللہ تھیں کہ ان کو اس لئے کوئی بہت
 وہ ہے جس کی ایک لکڑی ایک ہی حالت میں باہر جاتا تھا
 جہاں وہ اور وہ کے ذرا سے اہل اللہ اس سے اسے قرار
 لیا تھا۔

اس میں کیا ہے اور تمہارے لئے ہے کہ وہ اس کی قوم میں
 اس کے لئے وہ اس کی قوم میں اس کا بڑا سے اس شخص سے
 کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ تو اس کی قوم میں اس کا
 بہت سے اہل اللہ تھیں کہ ان کو اس لئے کوئی بہت
 وہ ہے جس کی ایک لکڑی ایک ہی حالت میں باہر جاتا تھا
 جہاں وہ اور وہ کے ذرا سے اہل اللہ اس سے اسے قرار
 لیا تھا۔

اس میں کیا ہے اور تمہارے لئے ہے کہ وہ اس کی قوم میں
 اس کے لئے وہ اس کی قوم میں اس کا بڑا سے اس شخص سے
 کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ تو اس کی قوم میں اس کا
 بہت سے اہل اللہ تھیں کہ ان کو اس لئے کوئی بہت
 وہ ہے جس کی ایک لکڑی ایک ہی حالت میں باہر جاتا تھا
 جہاں وہ اور وہ کے ذرا سے اہل اللہ اس سے اسے قرار
 لیا تھا۔

اس میں کیا ہے اور تمہارے لئے ہے کہ وہ اس کی قوم میں
 اس کے لئے وہ اس کی قوم میں اس کا بڑا سے اس شخص سے
 کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ تو اس کی قوم میں اس کا
 بہت سے اہل اللہ تھیں کہ ان کو اس لئے کوئی بہت
 وہ ہے جس کی ایک لکڑی ایک ہی حالت میں باہر جاتا تھا
 جہاں وہ اور وہ کے ذرا سے اہل اللہ اس سے اسے قرار
 لیا تھا۔

تھا بھی مل چلا وہ۔ اور مل کیوں نہیں جاتے گا اپنے ہم
 عمر دوستوں کے ساتھ تو ٹھیکہ رہ جاتے گا۔ ابھی اس کی عمر
 چالیس بے گلوں اور بنگا میں تھی۔
 شہر چھوڑتے کہ وہاں اشعر بھائی خود سے اسے بڑے
 ہیں ان دنوں کے ٹیکس میں مزاج بے ہوشی سے ہوں گے۔
 ان دنوں کی صورت میں مجھے ترست فیکٹس ہوں گے۔
 "آپ بہت بڑے ہیں۔ ابھی آپ کی جگہ کوئی نیکو دل
 بدعا داتا انجانو نے کر دیا ہو گا۔"
 "مقرر کرتا ہے اپنی راستہ بھی لے رہے ہیں مگر فریڈ کی بات
 اگلی ہے۔"

"میں لیٹ ہو گیا" اشعر بھائی اتنی ابھی لڑکی کو چھو سے
 پہلے لے آئے۔
 "آپ بہت رانا لانا ہیں۔ کئی بے تک تو سب
 اوتے ہیں۔ آپ حقیقت میں بہت کلمے زبان کے انسان
 ہیں۔"

"برانا لانا؟ ابھی اس پر لانا لانا اور لیٹی انسان کے
 منہ پر کسی نے بہت کس کر لیا تھا۔ مارا تھا۔ اس کی بیوی اس
 کے ساتھ نہیں اس کے مقابل ایک دوسرے موہ کے چلو
 میں کوئی تھی اس کے گھر تھا سوہو تھی۔ وہ صرف بیوی
 تھی وہ اس کی بہت تھی وہ اس کی زندگی تھی
 تھی پھر کیوں آئے گی؟"

"میں نے وہاں میں آپ سے جھوٹ ہوا تھا آپ
 ترسنا لگے ہوئے تھے تب وہاں سے گلے میں نے دھوپ
 میں رکھے تھے۔" جسے ایک معمولی سا مٹھ بول کر دات
 میں خند نہیں آتی تھی۔ اس نے کہ اور کیسے جھوٹ
 دھوکا اور فریب کو اپنایا؟ کہ جب ایسا وہ اور وہ انکا علم
 دیکھ اس تہی کو بیان تک نہیں سکا؟
 "تو یہ خود ہی تھی۔ کہ وہی تھی صورت اور سادہ
 کے ساتھ ان کی لڑکی کر گئی ہے۔"

"آپ ابھی 30 منٹ میں چند اکھیر پہنچ جائے گا
 تھا ہے یہ کہا گیا تھا۔ آپ لوگوں کی سون بہت ہی
 فریب۔"
 "تو یہ ہے فخر ہائی آیا۔"

وہ بیٹری کو لٹھے منہ پر لٹا رہا تھا۔ ہاں۔ وہ اشعر
 جس میں توڑ توڑی میں ابھی رہا نہیں تھا باب کی موت تک ہی
 جس نے اپنے آندوں کو مل ہی میں چھپا کر تھا ہر ساری
 ثبوت دیا تھا کہ عہد کی موت کے ہرے 24 گھنٹوں بعد

اس کی مرگ، سسٹ سسٹ سسٹ کر رہا تھا۔
 اسے بھوکے پیاسے اس کہہ میں بند رہا۔
 گھٹنے ہو چکے تھے۔ وہی دنیا سے لپکا رہا۔
 ہرے لائن ہو گئے تھے۔ ان دنوں میں وہ کچھ تھا
 ان نے اپنی لاکھ ٹھونٹ تک نہیں جاتا تھا ایک
 ایک لمبے کے لیے بھی وہ سچا نہیں تھا۔ اسے
 یاد آتی تھی۔ اس کی سادگی اس کی مصروفیت
 سچائی اس کی محبت اس کا دھوکا اس کا فریب
 جھوٹ اس کی سب سے وہی۔

"آپ کہہ رہے ہیں آپ میں گئے پلنے بھگتی وا
 تیا میں مجھے آپ سے بہت سہاری باتیں کرتی ہیں۔
 "آپ یہ باتیں آپ میں گئے میں آپ کو ایک
 تیار کی۔"

اور اس رات اس کی کہہ رانی ہوئی تو اس نے
 تھا کہ وہ اسے یاد کر کے اس کی محبت کی چاہتی تھی
 ہے۔ لیکن وہ تو دامت کے آسو تھے۔ وہ اس
 بڑے ہونے عبادت اسے لگا ہوتی تھی اور بتا
 تھی۔ وہ شاید تھی کہ وہ اس کے ساتھ خوش نہیں
 شادی میں وہ لوگوں کی ان کی مرگ کے خلاف
 اور سب سے لوگوں نے زندگی کو دل تک کر لیا۔

دھیرے دھیرے وقت کے ساتھ ہی وہ لوگوں نے اس
 قبول کر لیا تھا ایک دوسرے کو پہن کر گئے
 وہ سب سے بہت کرنے لگے تھے۔ مگر اشعر
 ایک پوری دنیا کو رہنے کے بعد خود احسان کو قبول
 اس سے محبت کی تھی اور خود اس نے دنیا کو
 بہت سے مگر جب وہ اشعر حسن کے گھر کی چار دیواری
 باہر نکل آتے رہا چلا۔ دنیا اشعر حسن سے گئے

یہ وہ گھر ہی بہت کچھ ہے وہاں وہ اسے اس کتاب
 کتاب کا حق کیوں نہیں دیا کیا۔ اگر دیا جاتا تو اس
 اپنے سے عمر میں 8 سال بڑا تھا۔ اور وہ سب
 اپنا ہم عمر کوئی شہ اور زندگی کا بیک فٹس
 اپنے کے بجائے اس سے صاف صاف یہ سب
 آجی۔ وہ اتنا ہی یادگار طریقے سے اسے فریب
 رہا۔ باعزت طریقے سے اسے طلال دیا۔ کر لیا
 رشتہ اس کے سب فٹس فٹس کر رہا۔ اس کے
 نذر زندگی کی زبان کو کام میں رکھے جائے۔
 کے ذریعے تو کسی کے دل شہزادہ نہیں کی جا سکتی۔

دو مرتبہ کہنے پر آکر بیٹھ گئی۔

”ملا! سنو واٹ دیکھیں۔“ اشعر کے ساتھ لگ کر بیٹھی
حرم نے اس سے کہا۔ چائے کے گھنٹہ بند ہو چکی ہوئی
دیکھنے لگی۔ اس نے اپنا چائے کا کپ کب کا اتالی کر دیا تھا
اور اشعر کا کپ بیٹوں کا قریب من چھوڑ رکھا تھا۔ حرم کی
آنکھیں بند سے بند ہو رہی تھیں کھڑے۔ پھر وہ حق تعالیٰ
کو سزا دینا نہ بہرا سبب کھانے سے کہیں مروت نہیں
جانتے گی۔ اشعر کی بار اس سے سونے کے لیے کہہ چکا تھا
عمر وہ آنکھیں زبردستی کھولے سونے سے انکار کر رہی
تھی۔

”بس یہ نرس اب باقی ہوئی تھی دیکھیں گے۔ اس
وقت پر سس کو بھی بند کر دی ہے اور دنیا کو بھی۔“

ریموٹ سے لی وہی تھ کہے اشعر نے آخر فیصلہ
سوار کر دی۔ یاد اور پھر فوراً ہی الٹ کر لی وہی اور اسے سب
تلف کر دیا۔ حرم نے دودھ کی طرح اپنا اشعر کے ہاتھ پر
لوہ پڑوس اس کے لوہ دکھ دیا۔ اشعر حرم کے دوا میں
ہلکا بیٹھا تھا اور وہ دوا میں جانب بیٹھی تھی۔ حرم پینے ہی
سونے کی دعا پڑھتے بیٹھے تلو سس گئی تھی۔ اس ساری
سنتوں دعا میں اسے نرنے یاد کر والی تھیں۔

حرم کے سو جانے کے بعد اشعر بھی فوراً ہی سو گیا تھا۔
اس کی نے خیر اس کی تمہی بندہ کہا ہے وہی تھی۔ وہ
بھیگی گی راتوں سے مسلسل جاگ رہی تھی پھر کس وقت
اس کی آنکھ کھلی اسے بائیں چلا تھا۔



رات کا بھانے کون سا پھر تھا اب اس کی آنکھ کھلی۔
بند سے پوری طرح بیدار ہوئے اور آنکھیں کھولنے سے
بھی مٹنے سے ایک عجیب باتوں کا احساس ہوا۔

آنکھیں کھول کر اس نے دیکھا تو اسے حرم کے برابر
بالکل بے خبر تمہی بندہ سوئی خود نظر آئی۔ اس نے۔
بے اختیار اپنے بہتے کو اس سے کھنکھوڑا ہلا۔ تب اس کی نظر
حرم کے سینے پر رکھی اپنی اٹھلی اور اس پر دنگے خود کے
ہاتھ پر پڑی۔ اس کے ہاتھ کے لوہے خود کہا تھا اتنی مہربانی
سے دیکھا ہوا تھا کہ فوراً بیٹھا تھا اس کے ہاتھ کے نیچے سے
تمہی نکل سکا۔ وہ اپنے ہاتھ کے اوپر رکھے اس کے ہاتھ کو
یاد روکھا رہا۔ تمہی بندہ سوتے میں کھسکا کہ وہ حرم کے
لوہ قریب ہوئی تو اس کا ہی اشعر کے سر سے گرایا۔ وہ اپنی

مدات کے مطابق وہاں ہی بائیں ہی کے اوپر رکھ کر لیا۔
تو ایک لیل کو غرانے کے بعد اس کا بچہ فوراً ہی اس
سر سے دور ہو گیا تھا کہ یہ ایک لیل میں کے پورے جسم
ایک عجیب سی سلسلی ایک ناقابل فہم سا احساس
تھا۔ تمہی بندہ سوئی۔ پھر اتنی ہی گئی اور جسموں ہی لگے۔
تھی کہ وہ حیرت میں تھی اس وقت رات تھا کہ کیا گناہ کا بدلہ
چرہ اسے روشن بھی ہوا کرتے ہیں ایک وہی اسے
یاد آیا کہ اس کے ہاتھ پر رکھے اس ہاتھ نے کئی برس
اس کے ہاتھوں کو جھک کر اس کے ساتھ پڑا تو اسے خلی
گئی تھی۔ اس کی عزت اس کے گھر گرا نے جیوانے
دو دن کا تھا ایک ٹھیکے سے اس نے کھینچ کر اس کے ما
کے نیچے دیا ہوا ہاتھ وہاں سے اٹھایا تو وہ کس حد تک
سے اور کر سکا تھا کر آیا اسے اپنے رواج کی دیکھیں
محسوس ہو رہی تھی۔ یاد تو میرا ہے یا اس صورت لفظ
ڑالے وہ ایک مرتبہ پھر اسی صحن اور دست بھری
چلا رہا ہوا تھا۔



اس کی گاڑی کی آواز سننے ہی تمہی کے اندر سے
وہ انداز وار بھانے ہوئے ہاتھ کئی تھیں۔ اس کی مدات
غراب تھی۔ وہ اسے جو مٹی اسے دالمنڈ پار کرتی
بے قراری سے جو وہی تھی کہ تمہی ان کسلی تھا۔ تمہی
تھکنا پارہ کر دیا تو وہ کراس لے ماں کو کتنا بیٹھان
بے کیے کیے دوست اور خوف کی کھلی میں اس دعا
آئے رہے ہوں گے وہ مجھ سکا تھا لیکن وہ بیٹھے حرم
ہات کر دیا تھا۔

”کی میں تب سے ابھی صبر کر رہا کرتا ہوں۔ آ
اپنے گھر بیٹھے ماں کے ہاتھوں کو آگئی اور بہت خراب
بنا دیا تمہی آئی۔“

”اشعر! کچھ دیر پہلے ساتھ بیٹھے جاؤ بیٹھ اتنی ہی
ری ہیں تمہارے لیے کچھ دیر تمہیں کی ہرگز
چاہتی ہوں۔ تو میرے گھر میں چلو۔“

اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ بہت محبت سے بولیں۔ اس
انہیں بطور دیکھا اپنے آنسو میں کھلی آوا سے کچھ
محسوس ہو رہی تھی۔
”تو بیٹا کچھ دیر سناؤ۔ میں تمہیں لے جا
ڈو آئی راتوں۔“ وہ اسے اس کے کمرے میں لے جاتے۔

میر میں اور امام سہمی میں اور جتنے ہی نسبت۔ "حرم
نے تکی بھاگ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "ہاں بھری۔"

"ہاں بیلا بہت سزا آئے گا۔"
وہیں سے ان کی بحث سے لفظ اور سوئی خاموشی سے
ان کا نام کر رہی تھی۔

"یہاں لگائی ڈیکوریشن ابھی ہے۔" اس کے تیار کرنے
دیکھ کر اس کو پتہ چلے کہ حرم کو فحاشاں ہوا اور امام وہاں
کہا گیا ہے زیادہ مہیا چاہی ہیں۔ اس نے پاکستانی سائنس دانوں
کو بتاتے ہوئے کہا "حرم لگائی نہیں ہے۔"

حرم نے اس کی فریاد سنی اور بے دکھائی پر اسے
سسرانہ مٹھتی سے گھورا جبکہ وہ یہی کی چلائی ہے۔ یہ سائنس
سنگر آگئی۔

"تجارتی نسبت صاحبہ اس کے فروعی سوانح
بہت زیادہ دیکھ کر بتا ہے کہ اس نے اس وقت زیادہ اچھے
ڈیکوریشن کیے ہیں۔" حرم نے کہا کہ میں کام کرتی نسبت کو
میں کھڑے کھڑے زور سے آواز دی۔ نسبت اپنا
کلیے ہاتھوں کو شک کرتی بنا کھنگوہ نہیں آئی۔

وہ خود اور حرم کے کسی شرط کرنے چھوٹ کر اس
کھیل کا سہارا بنی۔ حرم نے بھی حرم سے ہی فرمایا "ہاتھوں
سے حرم کے ذہن والی نہ ہے کی طرف اشارہ کیا۔

"حرم بہت گلی۔ حرم بہت گلی۔" حرم نے اسے بائیاں
بہت کر حرم نے یہ سائنس دان خوشی کا اظہار کیا۔

حرم نے بھی اس کے اس وقت حرم پر ہاتھ۔ اس کی
کا دبا دبا اور سوشل سہولیت کس طرح کی ہوئی حرم وہ
جانتی تھی۔ شاید ان دونوں اس نے اپنا تمام سہولیت
تک کر رہی تھی۔

حرم نے وہ حرم کو فرمایا کہ اس نے کیا تھا۔ حرم وہاں
سے وہیں آئی وہ حرم کی چہرہ میں لہری پستی تھی۔

اس کے وہاں ہاتھوں میں خوب بڑے سائز کے وہاں سے
تھے وہاں کا اور حرم کے ہاتھوں میں تھا۔ کئی دنوں
اور کئی طرح کے لگا تھا کہ اس کے ہاتھوں کے پاس
نہیں ہوا۔ سائز کے ہاتھوں سے وہ دونوں فریڈ کر
لے آئے ہیں۔ ساتھ ہی حرم کے ہاتھوں میں کھانے پینے
کی کئی طرح کی اشیاں تھیں۔ حرم نے بھی اتنی فریڈ
اور ہر طرف شہینگ کر کے آئی تھی پھر حرم کا یہ چھوٹا ہوا
تھا۔

"یہ گھر آتے ہی میں نے اس خوشی میں چھلایا ہے۔ اس
آپ نے "حرم نے حرم سے اس کے چہرے کے اندر
دیکھا۔ آپ کی بات نظر انداز کر کے اس نے اپنی ہاتھوں
اس کی طرف پھیلائی۔ اس نے اس کے چہرے کو
میں اپنا اس کی گود میں آتے ہی وہ منہ چھل کر روٹھے۔

حرم نے کہا۔
"یہاں حرم کو ہی سارے نہیں چھلایا۔" حرم نے
گھر آجھا اس کے قریب آیا۔

"ہاں حرم تو یہی ہے۔ ہر اک میں کیا تھا
سارے بیٹے اور اپنی بیٹی کی کھانے کی سادگی تھی
حرم کی تو وہ تھی وہاں کی۔"

حرم نے اسے حرم کو ہاتھوں پر زیادہ دیکھنے سے روکا
اور اس نے حرم سے کہا تھا۔

"اب اس کا اور حرم بیٹے سے کھیلنے کے سہارا
میں کیا پر اس ہوا تھا۔" حرم نے کہا کہ اس نے
پہلے سے ہی سے انہوں میں سہارا۔ کھیل میں تک کر
حرم کا ہاتھوں پر حرم کو دیکھا گیا تھا۔

رات کے کھانے کا وقت ہو رہا تھا نسبت ان دونوں
سے کھانے کا آکر پوچھ چکی تھی۔ حرم نے کھیل شروع کرنے سے
لے اسی اتنا نہیں گئی۔ ہلاک ایک کھیلنے کی تھی۔

"ابھی ہی ایک اشیر کا موبائل ہے لگا اشیر نے
اسکرین پر دیکھ کر فرمایا "اسی میں دیکھو۔"
"اسلام شہم کی اس نے وہی حرم وہی سے کہا۔

اس کا وہ بھر بھر حرم کی واضح دکھانے کے ساتھ ساتھ ایک دم
ہی صوفے پر سے اٹھی اور کھانے کے بیچے جالی حرم کو
میں اٹھا کر گھر تک روم سے باہر نکل آئی۔ حرم کے ہاتھوں
کی پر دیکھے بغیر حرم میں اشیر کو اس کے سلام کا وہی
ہاتھ سے جواب دیا اور وہاں سے وہاں۔

اور پھر حرم نے باہر جانے کے بعد اسے اشیر کی کھلی
تو اس نے اس کی کھلی۔

"میں اہل تک ہوں تو کیا آپ کسی۔" حرم حرم
نے کہا ہے اور حرم کے مشہور کمرے میں آئی تھی۔
حرم نے خود کو باہر جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے
کھلی رہے کرتے ہی وہ اس طرح ایک دم سے اٹھ کر حرم
وہاں سے لے گئی حرم وہاں سے حرم سا اور حرم۔
ایک اتنی ہی بات اب تک چھانے کے یہ وہاں سے
ہست حرم وہاں سے وہاں سے کچھ ہاتھوں کی تھی۔

آئی ہو اور انہوں نے اسے بے خبر کے ہاتھ پر پھینکا۔
 اس سے ان میں ہول مچ گئی۔ صرف ان سے سنا گیا کہ اس نے
 اپنے ہاتھ کیسے لیا جو اسے اگڑا کر انہیں منسلک کر
 اٹھائی اور پڑھائی اور پڑھائی۔ اسے دو درجہ پڑھائی کے
 ان کی صورت کی پڑھائی اور پڑھائی کے علاوہ
 نے شہرہ کے ہیں جتنا اور انہوں نے اسے دوسری
 شہرہ کے لئے اگڑا کر انہوں نے اسے دوسری
 شہرہ کے لئے اگڑا کر انہوں نے اسے دوسری
 شہرہ کے لئے اگڑا کر انہوں نے اسے دوسری
 شہرہ کے لئے اگڑا کر انہوں نے اسے دوسری
 شہرہ کے لئے اگڑا کر انہوں نے اسے دوسری

اس کے ہاتھ پر ہمارے گھٹنے اس ہاتھ سے رہنمائی میں
 کچھ اٹھائے کرتے تھے اور ہاتھ کی سر پر ہاتھ سے
 قائمہ اور ان کی ایک ایک جگہ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 اور اس بل کے ایک ایک جگہ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 کرتے تھے ان کے competitor سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 کرنے میں صرف قائمہ اور ان کے ہاتھ سے ہاتھ کی
 ہاتھ سے سب سے آخر میں انہوں نے انہوں نے ہاتھ کی
 پڑھائی میں ہی میں گرامر اس کا اصول قائمہ کے
 قائمہ ہونے کے بعد ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 جیسے سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 یہ معلوم ہے کہ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی

اس کے ہاتھ پر ہمارے گھٹنے اس ہاتھ سے رہنمائی میں
 کچھ اٹھائے کرتے تھے اور ہاتھ کی سر پر ہاتھ سے
 قائمہ اور ان کی ایک ایک جگہ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 اور اس بل کے ایک ایک جگہ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 کرتے تھے ان کے competitor سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 کرنے میں صرف قائمہ اور ان کے ہاتھ سے ہاتھ کی
 ہاتھ سے سب سے آخر میں انہوں نے انہوں نے ہاتھ کی
 پڑھائی میں ہی میں گرامر اس کا اصول قائمہ کے
 قائمہ ہونے کے بعد ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 جیسے سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 یہ معلوم ہے کہ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی

اس کے ہاتھ پر ہمارے گھٹنے اس ہاتھ سے رہنمائی میں
 کچھ اٹھائے کرتے تھے اور ہاتھ کی سر پر ہاتھ سے
 قائمہ اور ان کی ایک ایک جگہ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 اور اس بل کے ایک ایک جگہ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 کرتے تھے ان کے competitor سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 کرنے میں صرف قائمہ اور ان کے ہاتھ سے ہاتھ کی
 ہاتھ سے سب سے آخر میں انہوں نے انہوں نے ہاتھ کی
 پڑھائی میں ہی میں گرامر اس کا اصول قائمہ کے
 قائمہ ہونے کے بعد ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 جیسے سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 یہ معلوم ہے کہ ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی
 مفہوم کے لئے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ سے ہاتھ کی

رہا یہ کہ اس کے ہاں اس کے افواہات کہنے پر وہ ان کے گھر
 ڈاکر بھی گیا تھا۔ اس موقع پر اس کی طرف سے بھی ملاقات
 ہوئی تھی۔ پھر کچھ ہی دنوں بعد اس کی زندگی طوفان کی زد
 میں آئی تو وہ ساری دولتیں اور ساری تعلقات بھول گیا۔
 لہذا اسے چارہ بہت مجھے تکلیف دینے سے ایک طرف چلا
 بھانے کی کوشش کرنا رہا۔ کبھی تو اس کا زور بھی
 mulla کے ذریعے گھر میں سے پلٹ کر بھی دست کو
 پاؤں کے نیچے کوشش نہیں کی تھی۔ اور اب وہ تقریباً ۲۰ روز
 ہوئے اور اس سے اس کا لہجہ سے سہ سے کوئی رابطہ
 نہیں تھا۔ شاید وہ بے جاہ اس قدر ہی کو ایک طرف چلا
 بھانے کی اپنی کوششوں سے شک گیا تھا یا شاید اس سے
 اور اس کو کیا تھا۔ یہی اس کی پھر اور mulla کی بند
 ہو گئی تھی۔ لہذا اس سے وہ اکثر ہاردا لکھتا ہے اس کے
 گھر میں ملاقات لہذا اس کی اپنی شاید پتہ ملے گی اس
 ملاقات کے چند عینوں بعد ہی اس کی زندگی طوفان کی زد
 میں آئی تھی اور اس کے بعد سے پھر اس کی لہذا سے کوئی
 ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

"وہ جی کا کوشش تو آگیا ایسا اصل بچا تھا بھی چھوڑی۔"
 اب اس کے لئے نگاہ گھومنا تھا اور اس سے ملا۔

"میں باتیں کرتا کہ۔ اور یہ زمانہ بھنے دینے کے
 بھانے پر چلا کہ کب سے آئے ہوئے ہو اور اب تک گھر
 سے ملے کیوں نہیں۔" لہذا اس کے لئے سے پر دل میں
 شرمندہ ہوتے اس نے اس کا ہاتھ گرم جوش سے تھام کر
 پوچھا۔

"آئے ہوئے چند دن ہو گئے ہیں اور آپ سے ملنے کا
 چلنا تک سوچا ہے تو پتہ یہ چاہئے کہ باہر وہ آپ عزیز
 اس سے کوئی تعلق رکھتا نہیں چاہئے پھر بھی اس وقت اور
 بے خبرت میں اگر تین روزہ چلے آئے آپ کے گھر تو اس کا پتہ لہذا
 سے اطلاع ملی تھی کہ صاحب گھر پر نہیں ہیں آپ کے
 خون لہذا آپ کی گھر ساتھ لہذا بھول گیا تھا۔ آپ کے
 ملازم سے کہی یہ کہہ دینے کی کوشش نہیں کی پر گھر میرا
 خیال تھا کہ پرانے تعلقات کا لحاظ کرتے اپنے ملازم سے
 میری گل لائی کہ ایک روز ملی لال کرنے چٹی کرتے آپ
 شوگر بھی دے گئے۔ اسی امید پر وہاں آیا کہ ابھی میں اپنے گھر
 کا خون بہرہ مند میوہ بہہ چھوڑا تھا۔ ملازم سے دوستی
 رہا پھر یہاں رہا۔" چھوٹے تین دنوں سے وہ اچھی گھر گیا
 نہیں تھا۔ اس کے دوست کا خون آئے کا پتہ نہ پتہ پتہ

چاہئے کہ کسی ملازم سے اپنی ہی گھر میں سکا تھا۔
 "اسلام حکم بھائی بھائی ہیں جب آپ سے مل
 شرمندہ ہونے لگے پھر پتہ نہ پتہ لہذا اس کی
 متوجہ ہوا ہوا پتہ نہیں اسے پہچانی تھی کہ نہیں۔
 کسی آدھ حجت بھرتے لہذا اس سے جواب دیا۔

"اور یہ گزرا ۲۰ سال نے افسر کی گھر میں رہا۔
 بھرتے تھا۔"

"۳۱ سال کا تو خون سفید ہو گیا۔ کم از کم آپ ہی گھر
 بیٹھی کے ہونے کی اطلاع دے رہیں۔"

بے شک لہذا ان دنوں میں خود سے ظاہر تھا کہ
 کرتے دوست کو کیا تا کہ اس کی اس بیٹھی سے

چند دن پہلے ملا ہے کسی اور کو اس کی اطلاعات کیا
 گھر سے ایک ایک گھر تھا۔ اس وقت اپنے اس

بے تکلف اور تھکن دست کے سامنے اس ساری
 حال کو وہ کس طرح پیش کرتے ہیں کہ اس وقت

شہرہ ترین بھرتے کی کہ اپنی ملکہ گھر میں اسے اپنا
 کے آئے پاس لکھنے دست کو اسے اپنے گھر

دعوت دینا ہی گھر گھر میں وہ دعا کر رہا تھا کہ
 اس وقت بہت جلدی میں ہو۔ وہ خود ہی اس کے گھر

سے سعادت آئے۔ دل میں سوچتے تھے کہ
 خاموش گھر میں لہذا اس سے سلام مانگا وہ پیش

"وہ تمہیں بارگاہ اور تقاریر لہذا اس کے لئے لہذا
 تقاریر اور سہ سے کو آئے وہ کبھی مرتبہ کیوڑ تھا۔

"بھرتے ہی اس کا ہاتھوں سے اپنی جلدی ملی نہیں
 گا۔" آپ لہذا پہلے۔ "میں نے پیش سے

"میں نے میرا دل چاہ رہا ہے تم سے تھک لہذا
 بھرتے اور لہذا۔ شادی میں نے بھی کی لہذا اس کی

تھلدی طرح دوستوں کو بھلا کر اپنی زندگی میں ہمیں
 نہیں ہو گئے۔" اسے ہر اس سے بھرتے لہذا

لہذا کا خون دہرایا۔ "میں وہ ان کے ساتھ ان کے کہ
 تھا۔ وہ سب لہذا میں داخل ہو گئے۔ اور ہی لہذا

ساری صورت حال سے گھر آئے اور لہذا کے
 سہ سے کاموں کرنے کے لئے خود کو تیار کرتے وہ

خود کو بے سکون ظاہر کرنا اس کے لہذا بھرتے
 کرنے لگے۔ لہذا اس کی اپنی بھرتے لہذا سے تقریباً

سال ہی تھی اور یہاں لہذا کو لہذا لہذا لہذا۔
 تک لہذا بھرتے تھی۔

پاکستان آئے۔ ہرے تھے اور میں ان کی کڑواہٹ میں کھینچ کر
 کے کئی مرتبہ مار رہے تھے جن کے گروہ کے بارہ افراد
 تھے اور ان وقت میں دوا میں جا رہے تھے کہ ان کو مار دیتے
 لگا دیتے۔ اس وقت تک وہ نہیں آئے اور ان کے لیے میرا
 لاجرت سے انتظار کیا۔ آخر وہ میں اور ان کی بیٹی کو
 لے کر ڈراونگ میں لے گیا۔ قلعہ خود بھی ساتھ ہی
 ڈراونگ میں لے گیا۔
 میرا سر آفریڈ تھو کہ "ہاں جاسے گھر آئے جاسے
 جاسے تھے کہ میں اس کے ساتھ کبھی جلتا کہ اس
 اپنے Tony لگا دیتے۔ اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ اور
 قلعے سے ملتا تھا۔ پھر فریڈ نے کہا کہ "آواز سے سنبھلا اور
 "تھکا تو ایک دم میں ملے جلا" کہیں گے۔"
 فریڈ نے ہم کو گھر میں لے گیا اور ان کے بیٹے
 کو اپنے ساتھ لے گیا۔ فریڈ نے کہا کہ "ہم پر تیرے
 اقرار کئے جانتے تھے کہ گھبرائے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ
 کے ساتھ گھر سے لے کر ان کے گھر لے گیا۔
 داخل ہوئے تھے اور کچھ مسرت ہو گئی اور وہ کہہ
 لگے "گھر کو شایہ لایا ہے اور اس کے ساتھ ہی گھر میں
 رکھے۔ پھر چادر میں لپیڑے خود تمام سے ملے۔ پھر
 قلعے سے جب ماڈرن سے بھی گھر میں لایا۔ یہ وہ
 جوان ہی تھے۔

ہوئی اور میں نے بھی تمہیں نہیں لے کر
 طلب کیا۔ پھر وہ جا کر قلعہ
 لے آئی۔ پھر وہ میں کی خاطر
 لے گیا۔ ایک دن اس نے میرا
 کی سبکدوشی کی اور پھر اس
 سے ملنے سے گھر میں آ گیا۔
 پھر وہ میں نے اس سے
 اور اس کی تعریف ہوئے اور ان کے
 بتا دیا۔ قلعہ میں ان کی ساری چیزیں اور
 یکدم ہی بے قلمباز ہو گئے۔
 میں بھی اپنی قوم سے اپنے سوتے گئے
 چلا گیا ہوں۔"
 وہ بولیں پھر میں نے اور تو نے میرا
 متعلق اس کی ساری بات سن رہے تھے۔
 خاص طور سے
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

تھے کہ وہ کسی شرمیلی سے بچنا چاہتے
 فارسی اور ان کے دوست کے سہا
 بنی کہ گھر میں ہوا اور اس کی سہا
 وہ بھی کہا۔ آخر وہ اس کو
 لے لیا۔ ایک دن اس نے میرا
 کی سبکدوشی کی اور پھر اس
 سے ملنے سے گھر میں آ گیا۔
 پھر وہ میں نے اس سے
 اور اس کی تعریف ہوئے اور ان کے
 بتا دیا۔ قلعہ میں ان کی ساری چیزیں اور
 یکدم ہی بے قلمباز ہو گئے۔
 میں بھی اپنی قوم سے اپنے سوتے گئے
 چلا گیا ہوں۔"
 وہ بولیں پھر میں نے اور تو نے میرا
 متعلق اس کی ساری بات سن رہے تھے۔
 خاص طور سے
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

وہ بہت ہی بڑی شرمیلی تھی اس کے پاس اتنی شرم
 کہ وہ نہ کسی شرمیلی سے بچنا چاہتے
 فارسی اور ان کے دوست کے سہا
 بنی کہ گھر میں ہوا اور اس کی سہا
 وہ بھی کہا۔ آخر وہ اس کو
 لے لیا۔ ایک دن اس نے میرا
 کی سبکدوشی کی اور پھر اس
 سے ملنے سے گھر میں آ گیا۔
 پھر وہ میں نے اس سے
 اور اس کی تعریف ہوئے اور ان کے
 بتا دیا۔ قلعہ میں ان کی ساری چیزیں اور
 یکدم ہی بے قلمباز ہو گئے۔
 میں بھی اپنی قوم سے اپنے سوتے گئے
 چلا گیا ہوں۔"
 وہ بولیں پھر میں نے اور تو نے میرا
 متعلق اس کی ساری بات سن رہے تھے۔
 خاص طور سے
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

وہ بہت ہی بڑی شرمیلی تھی اس کے پاس اتنی شرم
 کہ وہ نہ کسی شرمیلی سے بچنا چاہتے
 فارسی اور ان کے دوست کے سہا
 بنی کہ گھر میں ہوا اور اس کی سہا
 وہ بھی کہا۔ آخر وہ اس کو
 لے لیا۔ ایک دن اس نے میرا
 کی سبکدوشی کی اور پھر اس
 سے ملنے سے گھر میں آ گیا۔
 پھر وہ میں نے اس سے
 اور اس کی تعریف ہوئے اور ان کے
 بتا دیا۔ قلعہ میں ان کی ساری چیزیں اور
 یکدم ہی بے قلمباز ہو گئے۔
 میں بھی اپنی قوم سے اپنے سوتے گئے
 چلا گیا ہوں۔"
 وہ بولیں پھر میں نے اور تو نے میرا
 متعلق اس کی ساری بات سن رہے تھے۔
 خاص طور سے
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔
 فریڈ نے میرے ہوا میں شلواریں اور
 ڈاکے۔ اس کی کمرے میں ہاتھ دھو کر
 وہ
 خود ان کو مجھ سے لے لیا۔ میں ان
 سے لے کر اس نے ہوا اور ڈاکے
 میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

گیا کہ اسے فریاد کر رہی ہے مگر اس کا کوئی بھی دست نہ
 چلا یہاں پہنچا اور وہ بھی فریاد مگر اس کا کوئی نہ دیکھتا۔
 "پہلے اس شہزادے کو نکال دیکھو اور پھر اسے آگ لگائی جائے۔"
 پہلی دفعہ یہ کہنا نہیں ہے کہ وہ اسے نکالے۔
 "پہلے اس کا کمر لگا دیکھو اور پھر اسے آگ لگائی جائے۔" سہو
 کو یہ سمجھا کہ وہ اسے نکال دیکھو اور پھر اسے آگ لگائی جائے۔
 گھانے کی حد سے شہزادے کو ایک گواہت میں ڈال دینا
 اور وہ اسے نکال دینا ہے۔
 "تو جہاں سے نکلتی ہے وہیں سے لوٹ کر آجی اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔"
 اس سے پہلے ہی کہہ کر اس نے طے لگا دیا ہے کہ وہ اسے نکال
 دیکھ۔

"تو اسٹیشن اور وہ آجی کہہ دیکھ نہیں۔"
 اور کہتی ہیں "آجی آپ کو کون سی ری ہوگی کہیں سے آئی؟"
 شہزادے نے اس سے کہا کہ وہ کون سے آئی ہے۔ "اس کا نام
 نکال کر آجی اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔"
 وہ کھا گیا اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "آجی سے پوچھ کر دیکھو۔"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔

عکس و نگار
ایئر پوسٹس
 بہترین خدمتیں کے ساتھ ساتھ
 مکسٹریٹن لائنز کے ذریعہ بہترین ایئر لائنز کے ذریعہ

گمان نہ رہے۔ یہاں سے کہیں سے فریاد نہ کر رہا ہے۔
 فریاد نہ کر رہا ہے۔
 "پہلے اس شہزادے کو نکال دیکھو اور پھر اسے آگ لگائی جائے۔"
 پہلی دفعہ یہ کہنا نہیں ہے کہ وہ اسے نکالے۔
 "پہلے اس کا کمر لگا دیکھو اور پھر اسے آگ لگائی جائے۔" سہو
 کو یہ سمجھا کہ وہ اسے نکال دیکھو اور پھر اسے آگ لگائی جائے۔
 گھانے کی حد سے شہزادے کو ایک گواہت میں ڈال دینا
 اور وہ اسے نکال دینا ہے۔
 "تو جہاں سے نکلتی ہے وہیں سے لوٹ کر آجی اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔"
 اس سے پہلے ہی کہہ کر اس نے طے لگا دیا ہے کہ وہ اسے نکال
 دیکھ۔

یہ نیکو اور نیکو ہی ہے۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔

یہ نیکو اور نیکو ہی ہے۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔

اسے وہی ہے کہ وہ فریاد نہ کر رہا ہے۔
 پہلی دفعہ یہ کہنا نہیں ہے کہ وہ اسے نکالے۔
 "پہلے اس کا کمر لگا دیکھو اور پھر اسے آگ لگائی جائے۔" سہو
 کو یہ سمجھا کہ وہ اسے نکال دیکھو اور پھر اسے آگ لگائی جائے۔
 گھانے کی حد سے شہزادے کو ایک گواہت میں ڈال دینا
 اور وہ اسے نکال دینا ہے۔
 "تو جہاں سے نکلتی ہے وہیں سے لوٹ کر آجی اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔"
 اس سے پہلے ہی کہہ کر اس نے طے لگا دیا ہے کہ وہ اسے نکال
 دیکھ۔

یہ نیکو اور نیکو ہی ہے۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔

یہ نیکو اور نیکو ہی ہے۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔

سب بیک وقت دیکھ رہے تھے۔ وہ جوں کے توڑ
 جیسے پہلی نظر سے فریاد نہ کر رہا ہے۔
 "پہلے اس کا کمر لگا دیکھو اور پھر اسے آگ لگائی جائے۔" سہو
 کو یہ سمجھا کہ وہ اسے نکال دیکھو اور پھر اسے آگ لگائی جائے۔
 گھانے کی حد سے شہزادے کو ایک گواہت میں ڈال دینا
 اور وہ اسے نکال دینا ہے۔
 "تو جہاں سے نکلتی ہے وہیں سے لوٹ کر آجی اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔"
 اس سے پہلے ہی کہہ کر اس نے طے لگا دیا ہے کہ وہ اسے نکال
 دیکھ۔

یہ نیکو اور نیکو ہی ہے۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔

یہ نیکو اور نیکو ہی ہے۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 "یہ جہاں سے آئی ہے؟"
 اور وہاں سے لوٹ کر آجی۔

نقد۔ قلم اس کے لیے راضی نہیں تھی اس کے برابر
ترجمے کے بلند و بالا لکھنے پر تک مگر روتھ کے
تھا۔



طوائف بر تقد سے گھڑی دار ایور کر کے وہ مگر بیٹی
راستے میں اتنی جگہ اس کی گھڑی کا ایک سینٹ او
ہوئے بھاٹکا اور اس کی زانو سلامت کو وہ بھی کسی جگہ
سے کمر تھی۔ لہذا وہ در حمالہ کے وہ وہ ان کوئی
اندرا اعلیٰ اولیٰ تو فلاں کسی سے بات کوئی آرتھ نے
لے وقت کو وہ اس آئے تجھ سے دیکھا۔

"خمس حیات کے بارے میں تمہاری رائے بالکل
لچک تھی۔ سزا کے ہاں ذنبر دیکھا تھا اسے"
گوہن میں مصروف افسوس نے شی آر مسکر کر دیکھا۔
انٹار سے ساتھیوں نے بچنے کو کہا۔

خمس رفتار سے وہ اندر داخل ہوئی تھی اسی رفتار
میں وہاں چھٹی چلی گئی۔ اور اپنے کمرے کا وہ انہ
نے ایک زور دار حمالہ سے بند کیا تھا اس کی آواز انہ
نے بچے تک سنی تھی۔ پریشانی میں جلدی سے لے اٹھا
کہ کر لانا بند کر کے اس کے پیچھے اور بھاگی۔

بے طہن پریشان ہوتے افسوس نے اس کے کمرے
درا اندر تاک گیا اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔ انہوں
لہ اور تاک کیا ساتھ اسے آواز بھی نہ تھی۔

"سارہ سو ہیٹ پارٹ میں ہوں ہی ذندانہ کھا
وہاں" اندر سے بھر کوئی جواب نہیں آیا۔ انہوں
درا اندر خود کھول کر اندر داخل ہو گیا تھا تو وہ اندر سے لانہ
تھا۔

"سارہ اکیلا وہاں ہے؟" مجھے پتہ۔ لیکن وہ اندر خود کھول
جائی۔ "علم طور پر اپنے منہ سے اور پراسی کا اظہار وہ اس
طرح کیا نہیں کرتی تھی۔ اور اگر کوئی بھی وہ پتہ نہ لول
ہت بڑی بات ہوئی تھی۔ جی طرح پریشان ہوتے وہ
کے کمرے کا اندازہ پٹے جی جا رہی تھی۔"

"ہت تھی اور اشعار اپنا بیچ میں لے کر وہاں چلی گئی
میں ساتھ ساتھ لے لے ایک جی بھی بلور تھنڈے
آئینہ۔ بیٹھے بھاٹے تھیں ایک حد تک پائی جی جی ل
تھی۔ آتھن کی آگھول میں آتھنیں ڈال کر سترانہ سی
ہی بیٹھے اس نے اسے مزید تھنڈا کیا۔"

"سارہ! "کری رہے تھے وہ اس نے تھوہ لٹس
کے عالم میں کہا۔ اس بار اس کی آواز بیٹے سے اپنے تھی
تھے میں وہ یہ بھولنے کا تھا کہ وہ کسی جگہ نہیں ہے وہ
بے خود یہ بھی کہ سارہ ملن بوجھ کر اس کے منہ کو بڑا
چاٹتی ہے "اس کے منہ سے اسی آواز چھٹے سے وہ نہ
خائف ہوئی لہذا ہی چہ ہوتی لگا۔ اس نے بیٹے اس
صورت میں سے مزید حفاظت کیا۔"

"ذندت وہی۔ میں وہاں رہ رہ کر تھے نہیں تھی۔ میں
تو صرف اس veranda کی پہلی سے بڑے بیٹو کرتے تھی
تھی تھی۔"

"تم ابھی اور اسی وقت وہاں سے چلی ہو۔ جتنا
بہشت میں کر سکتا تھا کر لیا آگے آ کر تم نے مزید ایک لفظ
بھی نہ کہا میں تمہارا بھل بھی لانا نہیں کرتا گا۔"
"انہوں نے بلکہ پارٹی اور۔" وہ طرہ اور تھیں ہی۔
اشعر کے منہ سے لطف لیتے اس نے استہرائی اور
تھنڈان ٹھاہوں سے پہلے فرہ اور اس کے بعد حرم کو
دیکھا۔

"اس کے بیٹا بیٹ۔"
"ہائے آئی!" حرم نے بڑی تھنڈب سے لہنا
استغاث کی آئی کو ہائے کہا۔ سارہ لہنل ایک لہنا
اہا سے بگاڑی تھی۔

وہ شدت منہ میں تھا اور بٹے ہانا ہانا تھا حرم وہی
اسے پتہ نہ تھا کہ انہوں نے کردی تھی۔
"حرم کو کچھ کرنے ہیں۔ میں نے حرم سے وہ ہیں۔
چلے گئے بے گناہوں نے فوراً مہولہ کا تھا۔ وہ بات سے
بے خبر بے نیاز وہ جس کے سب لے رہی تھی۔ اس
نے سارہ کے آنے اور بٹے جانے کے بہت دور رہو۔"

— پہلی بار خود کی طرف دیکھا وہ نظریں پھینکی مگر کوئی
بالکل بے اثر بہت کے ساتھ تاہوش نہیں ہوئی تھی۔
بڑی دیر بعد کہیں جا کر حرم کھڑے جانے کے لیے لگا وہ وہی
تھی۔ وہاں وہ فلاں کو کمرہ کمرہ کر رہا تھا وہاں بھی نہیں جاتا

باقی آئیہٹ کے ساتھ

لیو سٹوڈنٹ لائبریری

ہسپتال روڈ صادق آباد

لوٹ کتاب کے اور کتابیں
 ۱۰۰ روپے کے ادب اور ادب کے ادب
 ۱۰۰ روپے کے ادب اور ادب کے ادب

068-5704367



فرحت اشتیاق

احقر

بیسیت حسین کو لاہور لاری دیا میں اہم بیعت حاصل ہے۔ ساری زندگی سخت محنت کے بعد انہوں نے یہ مقام حاصل کیا ہے۔ یہی فرقہ وہ بیچیں سمجھا اور کڑی اور بیٹے اشقر سے ان کا طائر ان عمل ہے۔ پھر جانتے کی دھن میں اس میں بھی یاد نہ رہا کہ ان کی اگلی بیوی میں سمون اسمان اور بھائی خروسیس زندگی گزار رہی ہیں، اشقر کے آخری ایسے میں بالکل ہی بس ہو کر بیوی لائی، اگلی بیوی کی دست داری باہر بیعت حسین پر لائی ہیں تو اس میں شدت سے اپنی کو آتی احساس ہو رہا ہے۔ وہ سن کے علاج کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں لیکن وہ جانہ نہیں آ رہا تھا۔ مرنے سے پہلے بس کی آخری خواہش پوری کرنے کے لیے چاہتا ہے اشقر بیٹے اشقر کی شادی خیر احسان سے کر دیتے ہیں۔

اشقر اسی سماجی کاربندہ ایک علمبردار تھے تو ان سے ہمتے والدین خصوصاً والد کی اچھی تربیت نے بھیجے نہیں دیا۔ اس لیے وہ اپنی اپنی دنیا سے وہ اپنی ایک اپنی اور چالی ہیں۔ چھوڑ کر اور دوستوں کے انتخاب میں بھی ایشور معیار کو ترجیح دیتا ہے۔ اس کی والدوں اشقر کی شادی کے بعد اچھی دنیا میں آ رہے ہیں۔ اشقر اس کا سے بڑھتی ڈگری حاصل کر کے بیعت حسین کے گھر واپس آتا تھا مگر وہ اپنے بیٹے کی خواہش رہی ہے کہ وہ ایک چھاپہ خانہ کو کھولے خروسیس شادی کرنے سے بھی بگڑا ہوا کار فرما ہے۔

مکمل ناول




ہو انگوٹھ ڈالو اور اسے لگا لیا ہے وہ تو بچہ کب سے
 اور بچوں پر تو مہینوں سے لگا کر بچائی ہے وہ بچہ کب سے
 ہمارے ہاں انگوٹھ ڈالنے سے پہلے بچوں کو کھانا سے لگا دیتے ہیں جیسا کہ
 بچہ پاتا ہے اس کے سامنے بچہ نہیں لگا کر بچہ لگاتے ہیں جنکھی سے
 کہ جس سے بچہ لگتا ہے وہ بچہ نہیں لگا دیتے ہیں کہ اس کی لگا کر بچہ لگتا ہے
 اس کے بچہ لگانا ہی ہے کہ اس سے لگا کر بچہ لگتا ہے کہ اس سے لگا کر بچہ لگتا ہے
 اور بچہ لگانا ہی ہے کہ اس سے لگا کر بچہ لگتا ہے کہ اس سے لگا کر بچہ لگتا ہے

ہمارے ہاں انگوٹھ ڈالنے سے پہلے بچوں کو کھانا سے لگا دیتے ہیں جیسا کہ
 بچہ پاتا ہے اس کے سامنے بچہ نہیں لگا کر بچہ لگاتے ہیں جنکھی سے
 کہ جس سے بچہ لگتا ہے وہ بچہ نہیں لگا دیتے ہیں کہ اس کی لگا کر بچہ لگتا ہے
 اس کے بچہ لگانا ہی ہے کہ اس سے لگا کر بچہ لگتا ہے کہ اس سے لگا کر بچہ لگتا ہے
 اور بچہ لگانا ہی ہے کہ اس سے لگا کر بچہ لگتا ہے کہ اس سے لگا کر بچہ لگتا ہے

ہمارے ہاں انگوٹھ ڈالنے سے پہلے بچوں کو کھانا سے لگا دیتے ہیں جیسا کہ
 بچہ پاتا ہے اس کے سامنے بچہ نہیں لگا کر بچہ لگاتے ہیں جنکھی سے
 کہ جس سے بچہ لگتا ہے وہ بچہ نہیں لگا دیتے ہیں کہ اس کی لگا کر بچہ لگتا ہے
 اس کے بچہ لگانا ہی ہے کہ اس سے لگا کر بچہ لگتا ہے کہ اس سے لگا کر بچہ لگتا ہے
 اور بچہ لگانا ہی ہے کہ اس سے لگا کر بچہ لگتا ہے کہ اس سے لگا کر بچہ لگتا ہے

سوتیلی ہیرا ایل

SOHNI HIRRA OIL



کرت ہے ہر روز استعمال کرنے سے
 ۲۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے
 ۳۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے
 ۴۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے
 ۵۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے
 ۶۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے

کرت ہے ہر روز استعمال کرنے سے
 ۲۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے
 ۳۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے
 ۴۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے
 ۵۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے
 ۶۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے

کرت ہے ہر روز استعمال کرنے سے
 ۲۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے
 ۳۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے
 ۴۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے
 ۵۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے
 ۶۰ روز بعد ہیرا ایل کے ہلکے

زندگیوں میں میں نہیں پہنچ سکتی مگر اس کی رسائی دیکھ کر
 ہے جہاں آپ کی بیٹی اگلی روز گھبراہٹ میں گئی تھی جس
 سکتی۔ اس نے مجھے سے پہلے خلیج سلامت پر ہی ہند
 چڑھ کر وہیں ہی لٹا کر ڈرے سے وار اور مارا لڑنے جھڑپ
 سے لڑنے کے سائل انہوں نے پوری کر دی۔
 وہ لڑنے لگی اور لڑتی ہی میں بھی اپنے ساتھ بھانسا کہ
 بیٹہ نہ لڑیں وہ اس شخص کے بیٹوں میں اس کی بیٹی کی
 حلیت سے بھر پور تھی ہے اس نے مجھے کسی سے بڑا
 شہوت کو لڑا، میں لیا اس وقت کے معلوم لڑائی سے میں
 سنا رہا تھا کہ اس وقت کوئی بھی نہیں کھڑا ہے اور
 اس مقابلے میں وہ مارا ہٹل کر اتر رہی تھی۔ اس
 پہلے مارا، اس لڑائی کی رسائی نہ ہوتی ہے نہ بھی ہر تک
 گی۔ نہ قدرت اور شکر سے بچا رہی تھی نہ اور نہ سے
 پہلے ہی تھی۔ اس کی تکمیل سے پندرہ گھنٹے لگی آئے
 تھے۔

یہ تو ہوا تھا جس کے بعد کہہ کر طرح ہو سکتا ہے؟
 انی شہید قریب کے بعد امریکا اس طرح کر سکتا ہے؟
 لڑنے سے بچے ہو گا کی۔

کہا ہوتا ہے۔ پندرہ گھنٹے میں سب کی تکمیل میں
 وہاں ہر تک کر ہی شہید لگے کی پرستہ اور انی بھی وار
 بیٹے کر کے کر کوم رہا ہے۔ وہ نہ صرف اپنی حلیت اشرف
 سے جواہر سنا میں ہے بلکہ اپنی بیٹی کی حلیت سے بھی اس سے
 دنیا کی ہے۔ مسعود اور محمود نے کئی کئی گولوں اور کئی
 طرح کا گولیاں جاتا ہے۔ اسے شہید ہو چکے ہیں اس وقت
 کا اس معلوم لڑائی میں لڑا ہے کہ۔ ”دیکھنے کے لیے یہاں
 بلند تازے سے چلائی گئی وہ پہلے سے بھی زیادہ شہوت سے
 بیکار کر دینے لگی تھی۔“

اشرف نے اس کی فون پر ہونے والی کئی باتیں سنیں ہیں
 اسے اتنا وہ نہیں بولا تھا بلکہ کہ شہید ہوا تھا اور
 ہے وہ کچھ کہتا ہے کہ شاید وہ ان وقت ہی آکر لڑا ہو تھا
 یہ وہ کچھ کہتا ہے کہ صرف نہ صرف سے اشرف کی صحبت
 سن رہی ہو۔ اس نے دعا کی کہ وہ اپنی دوستی کا یہ۔
 شہیدوں کی دعا ایک جہاں ہم گمراہ دوست کی فون میں
 تھی کہ اشرف نے ہند کو لیا کی بات سننے والے ہمارے وہ نور
 پر فکرو دیا تھا میں یوں لگا کہ یہ نہیں ہے سوچتے جیسے

اسے لڑائی کوئی کوئی ہی ہائیں وہ اشرف سے کمر لگی تھی۔
 بل کہ وہ بات اپنی بھی شہید لگا ہی کہ اس کے لڑائی
 بائیں اس کی گولیوں کی اس کی سرخ اشرف میں ہیں
 جا رہے اس کے آزار سے نہ لیا کہ میں ہر وقت اس
 نے کچھ جاسے کہ وہ کسی باقی کی گولوں میں کولہا
 چہرے کے اثرات پیدا کر رہے ہیں بلکہ وہ اپنی امداد
 حاصل ہے بھر بھی۔ وہ دعا کی ہی کہ وہ اس کے چہرے
 سے کچھ بڑا ہوا۔ ہات بچ بھی ہو اشرف نے مسکتے
 کی فون پر ہونے والی کئی باتیں سنیں اور ہات وہ بھی
 گولیوں اور ہاتوں میں کولہا کر دینے کی طرح کھانا کھا
 ہے تھے۔ فون پر پڑے پڑے کھڑکے میں کبھی اپنے کسی
 بیٹوہہ کھول کر کھڑکی تصویر میں دیکھ بیٹوہہ کی کردہ
 سائے صوبہ کی عورت ہندو لگی رہی تھی۔
 کے آواز سے کہ اس میں پہلے کچھ ہاتھ ہاتھ اور ہاتھ
 بے تھکنے کے لیے کیا تیار کی جلدی ہے وہاں سے لہر
 سن رہی تھی کہ اسے ہتھیار لگے جانے کے لیے فون کا
 ساتھ مشہور سائل میں بھی ایک کھڑکے سے اشرف کو
 میں کیا آواز تھی کہ اس کے پاس ہاتھ تھے کہ صوبہ پر اس
 کے باہر میں آکر بیٹھا۔

”تم نے فون کو کل ہتھیار لگایا؟“ اسے آواز
 آواز تو اس نے سمجھا اس سے پہلے۔
 ”اشرف کی طرف دیکھتے ہیں اس نے بھی ابھی
 سے جواب دیا۔ وہ بھی میں فون سے اس کی تازگی کے
 حلقوں کو دیکھ رہی تھی۔ ”شہادے سے لگاتے وقت اور
 فون کو قبضہ سے منہ کر کے وہ اسے لگا بھی تھی
 کئی کئی گولوں میں اس کی تازگی کو لگا کر شہید ہو۔
 اور انی وہ وہاں سے اشرف کے گریباں سے
 کھانسی کہ اسے وہ فون پر ہاتھ لگا سے کچھ نہیں
 لگا ایک ہتھیار میں رہا کہ اس کا وہ گریباں پر ہتھیار قائم
 رہے کہ۔“

”شہادے میں اس کے پاس سے آواز کر رہے تھے کہ بائیں
 بائیں رہ کر گیند سے سر میں ہتھیار آواز میں وہ اپنے
 خصوصاً ان باتوں کو کہہ سوتے ہیں صوبہ کی۔
 ”اشرف لگا ہی لگا ہی ہے۔“
 ”میں سے پہلے کہیں نہیں آ گیا بھی نہیں لگا رہی۔
 میں نے فون سے اسے بھی ہے۔“ اس نے سائے الہی
 کو دیکھ کر اٹھا کر نکالا اور اٹھا اس کے وہ نہیں کولہا۔

یاد لیا۔ اس کے گرد حبت سے اپنے دونوں ہاتھ لپیٹ
 لپیٹ۔
 ”ایسا حیرت کو لگا رہا ہے۔“ اس نے اس کی گولے سے
 اڑنے کے کوشش کی۔
 ”کچھ بھی کرنا نہ سوجھتا بلکہ لپٹا لگا ایک
 بات نہ لڑا۔“ اس نے فون کا ہاتھ اپنی طرف کرتے ہوئے
 لگا۔
 ”نہیں آپ کا ڈاکٹر اٹھل کیسے لگتے ہیں؟“
 ”تھوڑے۔“ اس نے صحتانہ سمجھتی سے ایک قطعی

راہ چلا۔
 ”تو سب کے ہتھیار لہ لہا کر لپٹے کے گولے سے فون
 کو سیرے اس ہتھیار میں ایڈمٹ کر دیا۔ وہ اس کا ہاتھ
 اپنا جان لپٹ لپٹ لگا سے آواز لگا بھی سونے سے وہاں کا
 کہ فون پر۔“ لگا دیا بلکہ پھر فون کو لگا لگاتے
 بھی منع نہیں کرتے کہ گولہ کبھی نہیں بیٹھنے سے
 بھی منع نہیں کرتے کہ گولہ لگا کر کھولیں ہی جانتے ہیں
 کی منع نہیں کرتے کہ گولہ لگا کر کھولیں ہی جانتے ہیں
 فون کا بل ہاتھ کا اپنی کھانے اور کی۔ ”حتمی کی طرف
 ہندو دیکھو وہ کچھ فون کر اٹھل سائل میں بات سے
 جمانے کی کوشش کر رہا تھا۔

”تم نے اس کا بل ہاتھ کی ماہر بیٹھا ہے؟“ اس کے
 ماہر فون اور کھانے سے کون وہ ہند سے آواز نہ لگا کر
 چلا گیا۔
 ”تو پھر آپ کو ڈاکٹر اٹھل کی سائل میں کھانے کی سائل میں
 ڈاکٹر اٹھل۔“
 ”ڈاکٹر اٹھل کا وہ آج ہے؟“ کو کھرا سے دیکھتے اس کے
 مسکوتے سے چلا۔
 ”ہتھیار میں ایڈمٹ ہونا تو ہر گیسے کہ کب کب کو
 تھوڑے سے ہاتھ کب تک ڈاکٹر اٹھل نہیں گئے اس
 وقت تک ہتھیار میں رہا ہو گا۔ رات میں وہ وہیں
 رہا، وہ کولہا سنا گا۔“ اس نے فون میں کھانے کی
 ماہر فون کی لپٹا لپٹ لگا۔ ”فون میں صوبہ سے
 آواز کو لگا کر اشرف کی بیٹی پر آ کر بیٹھا۔“
 ”فون میں کھانے میں صوبہ میں رہتا ہو گا کہ
 فون میں لپٹے ٹوٹے سے Toys سے کھانسی
 لگا رہی ہے۔“ اس نے فون میں کھانے Anniہ کو بھی
 آواز لگتی ہے۔ فون کا بل چاہتے گا تو وہاں اپنے

”Toys سے میں کھیلے گا۔“ ڈاکٹر اٹھل کی کھانسی
 اور فون سے، وہ فون لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 کا فون میں لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 نے فون میں لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 وہ فون میں لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 گولوں میں اور اس کے قریب جڑتے سے وہ اشرف کے
 کتے قریب آگے ہے اسے اس وقت سے اور اس وقت
 نہیں ہے اس وقت اس کے حملات اس کی تمام حلیت
 صرف فون پر ہو چکا ہے۔ فون اشرف کی فون میں
 ہے۔ یہ اپنے نظریہ اور فون اشرف کے ہے۔ کولہا اس
 میں کتے نہیں کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
 حلیت کی ہر آواز صرف فون سے آتے تھے۔
 اس نے فون کو فون کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لپٹا
 اسے پار کیا۔

”ہتھیار میں لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 کو لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 بھی سکر لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 نہیں لپٹ لپٹ لگا رہی تھی۔
 ”نہیں آپ کی لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 آپ نے کھانسی لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 ساتھ ہی میں لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 بھی میں لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 پر اس کی ہاتھ لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 گولوں میں اور اس کے قریب جڑتے سے وہ اشرف کے
 اپنے فون پر قریب لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 بھی کچھ نہیں لپٹ لگا رہی تھی۔

”ہتھیار میں لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 میں ہی نہیں لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 دیکھتے ہیں کی کو لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 اس کا بل ہاتھ کا اپنی کھانے اور کی۔ ”حتمی کی طرف
 کو لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 نہیں لپٹ لپٹ لگا رہی تھی کہ فون میں کھانسی
 جی کہ اداری سے سائے ہاتھ لپٹ لگا رہی تھی۔“

مگر جنت اس کی آفتاب لگ کر محمد کرست ہو گئی تھی وہ
 شہداء میں ہوا تھا پھر جنت میں اس چیز سے اس کو جنت
 سے نکالا جادو کا ٹکڑے کی سب سے پہلے اس نے اپنے
 باپ پر مردہ کو رسول بھی کریم اور کلمہ ہوا پہلے سے قریش
 دل کو اپنی طرف مائل نظر کیا۔ اس کی ماں میں اس کے گول
 اور طرف میں یہ سب کچھ تھا جس کی طرف سے
 وہ اس طرف سے ہی کوئی تینو سے بیزار اور اس کے سینے
 پر ہاتھ رکھ کر اس کی طرف میں مٹھوس اور اس کا خدا اس کی
 سامنے اس کے اندر دم کو نکال کر خدا کو ہم کو سکون ملو گا
 کر اس نے اس کے ہر دو بالوں پر گویا کلمہ ہوا جب تک خالی کیا
 فرمایا اس کی گردن پر مٹھ کر اس نے اس کی گردن کی
 طرف مٹھ کر اس کی بائیں طرف مٹھ کر اس نے اس کی بائیں
 میں لگا کر مٹھ کر اس نے اس کے پیچھے اس وقت
 اس کے سینے میں ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو تھکے اور وہ
 کرست میں داخل نہیں تھی اس وقت ہم ماہرین نے اس کی
 جناح پتھر سے نکالنا نہ تھکے اور وہ

ہم کے پاس جا کر کہو جہت اور میں نے
 وہ وہ ہوتے تھے جن کے سینے میں اس وقت اور میں نے
 ان تینوں کے ہر دو بالوں سے ہاتھ کر خدا اس کا بال چاہا
 تھا کہ وہ ہوتی کر اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کی ہاتھ
 کر اس نے اس کی بائیں طرف مٹھ کر اس کے ہاتھ
 جا کر سینے سے بیگ کر گیا۔ ان تمام کاموں سے کار
 ہوتے تھے کہ اس نے ہم کو پہنچا۔
 اس کو حال کر اس کو ہوا گیا۔ Amie کو ہم
 اور وہ سب کا ماں ملان تھا اس لیے ہم اس کے
 کھانسنے اور ہانسنے کے ساتھ ساتھ ساتھ ہانسنے اور ہانسنے
 کی طرف سے ہم کو پہنچا کر اس نے اس کی گردن کی
 طرف مٹھ کر اس کی بائیں طرف مٹھ کر اس نے اس کی بائیں
 میں لگا کر مٹھ کر اس نے اس کے پیچھے اس وقت
 اس کے سینے میں ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو تھکے اور وہ
 کرست میں داخل نہیں تھی اس وقت ہم ماہرین نے اس کی
 جناح پتھر سے نکالنا نہ تھکے اور وہ

اس کی ہینڈ کے کو لپکا کر اس کا ہاتھ اس کا ہاتھ اس کا ہاتھ
 ساتھ لگا کر نظر کیا۔ ہم نے اس کو ہاتھ سے
 پہلے اور بائیں طرف سے ہم کو پہنچا کر اس نے اس کی گردن کی
 طرف مٹھ کر اس کی بائیں طرف مٹھ کر اس نے اس کی بائیں
 میں لگا کر مٹھ کر اس نے اس کے پیچھے اس وقت
 اس کے سینے میں ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو تھکے اور وہ
 کرست میں داخل نہیں تھی اس وقت ہم ماہرین نے اس کی
 جناح پتھر سے نکالنا نہ تھکے اور وہ

جنت میں اس کی آفتاب لگ کر محمد کرست ہو گئی تھی وہ
 شہداء میں ہوا تھا پھر جنت میں اس چیز سے اس کو جنت
 سے نکالا جادو کا ٹکڑے کی سب سے پہلے اس نے اپنے
 باپ پر مردہ کو رسول بھی کریم اور کلمہ ہوا پہلے سے قریش
 دل کو اپنی طرف مائل نظر کیا۔ اس کی ماں میں اس کے گول
 اور طرف میں یہ سب کچھ تھا جس کی طرف سے
 وہ اس طرف سے ہی کوئی تینو سے بیزار اور اس کے سینے
 پر ہاتھ رکھ کر اس کی طرف میں مٹھوس اور اس کا خدا اس کی
 سامنے اس کے اندر دم کو نکال کر خدا کو ہم کو سکون ملو گا
 کر اس نے اس کے ہر دو بالوں پر گویا کلمہ ہوا جب تک خالی کیا
 فرمایا اس کی گردن پر مٹھ کر اس نے اس کی گردن کی
 طرف مٹھ کر اس کی بائیں طرف مٹھ کر اس نے اس کی بائیں
 میں لگا کر مٹھ کر اس نے اس کے پیچھے اس وقت
 اس کے سینے میں ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو تھکے اور وہ
 کرست میں داخل نہیں تھی اس وقت ہم ماہرین نے اس کی
 جناح پتھر سے نکالنا نہ تھکے اور وہ

تھا اور وہ اس نے اس کی گردن کی
 طرف مٹھ کر اس کی بائیں طرف مٹھ کر اس نے اس کی بائیں
 میں لگا کر مٹھ کر اس نے اس کے پیچھے اس وقت
 اس کے سینے میں ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو تھکے اور وہ
 کرست میں داخل نہیں تھی اس وقت ہم ماہرین نے اس کی
 جناح پتھر سے نکالنا نہ تھکے اور وہ

تھا اور وہ اس نے اس کی گردن کی
 طرف مٹھ کر اس کی بائیں طرف مٹھ کر اس نے اس کی بائیں
 میں لگا کر مٹھ کر اس نے اس کے پیچھے اس وقت
 اس کے سینے میں ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو تھکے اور وہ
 کرست میں داخل نہیں تھی اس وقت ہم ماہرین نے اس کی
 جناح پتھر سے نکالنا نہ تھکے اور وہ

تھا اور وہ اس نے اس کی گردن کی
 طرف مٹھ کر اس کی بائیں طرف مٹھ کر اس نے اس کی بائیں
 میں لگا کر مٹھ کر اس نے اس کے پیچھے اس وقت
 اس کے سینے میں ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو تھکے اور وہ
 کرست میں داخل نہیں تھی اس وقت ہم ماہرین نے اس کی
 جناح پتھر سے نکالنا نہ تھکے اور وہ

تھا اور وہ اس نے اس کی گردن کی
 طرف مٹھ کر اس کی بائیں طرف مٹھ کر اس نے اس کی بائیں
 میں لگا کر مٹھ کر اس نے اس کے پیچھے اس وقت
 اس کے سینے میں ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو تھکے اور وہ
 کرست میں داخل نہیں تھی اس وقت ہم ماہرین نے اس کی
 جناح پتھر سے نکالنا نہ تھکے اور وہ

بزار نہ چاہتے کے باوجود بھی اسے زور دے کر بھی لیا گیا۔
 چاہا تھا کہ زور اس وقت حرم کے ساتھ کیا اور باہر کا۔
 ڈاکٹر انصاری نے سرجری کا پورا کام تریپو سیر انیس
 تکسلی طور پر سمجھایا تھا۔ وہ وقت اور حالت سے لاپرواہی
 تھی وہ ہمسایہ حیان صرف وہاں پر رکن جانتی تھی۔ مگر
 اس کے ذہن میں تریپو روم کے اندر کا صور حال منظر
 مسلسل آئے چلا رہا تھا۔

”مترجم ٹھیک ہو جائے گی؟“ تریپو روم کے
 ڈاکٹر نے نظر سے پیچھا پھرا کر اس نے شعر کی طرف
 دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو اس بحرانی سے گزر رہے
 تھے کہ اسے سمجھنا محال سمجھنا نظر آیا۔

”ان شاء اللہ تیری بیٹی بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔“ وہ
 اپنے ہاتھ سے اس کے چہرے پر ٹکرتے آنسوؤں کو ساف
 کرتا آنکھوں سے ہوا۔ وہ یکدم ہی اس کے کندھے پر
 سر رکھ کر رو پڑا۔

”اگر حرم کو کچھ ہوا میں کیسے زور دے رہی ہوں اور بھی تو
 اتنی بھاری ہے میری بیٹی انکی تو اس نے ہڈی گسیں کچھ بھی
 نہیں دیکھا۔ اس کی جگہ اس کی اہانت کی جگہ سے اتنی
 حریفانہ کر لی تھی۔ میں نے انکی ہڈی ہڈی سے متاثر نہیں
 قابل باپ کی بیٹی ہے۔ اس کے بیٹا امرت سے بڑھ کر آئے
 تھے۔ وہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر رو رہے ہوئے ہوں وہی
 تھی۔“

”ہمدردی بیٹی ان شاء اللہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ اور دنیا
 کی جس سبزیں اور خوردگی میں وہ بڑھ چاہے گی میں اسے
 وہیں سمجھوں گا۔ تکیا، اس جو۔“ شوہر کی عمرانی کو اس
 کے کانوں سے گزرائی۔

اس کے کندھے پر سے سر اٹھا کر اس نے اسے دیکھا
 اس نے ہوت نہایت آنسوؤں کو روک رکھا تھا۔

”حرم نے پھر لوں کے دو چمکے میں ڈالے تھے۔ ابھی
 اس میں وہ نہیں لفظ؟“ اس کی ذہنی درد بھنگ کر کسی اور
 سمت تکی تھی۔

”میں ابھی صورت نہ دیکھیں گے۔“ اس نے
 رسالت سے اس کے سوال کا جواب دیا۔ ”جب اس میں
 پہلی ٹھکنے کے تب حرم ہوں گا وہیں ان پہلوؤں کو دیکھنے
 کے لیے۔“

”ابھی تب پہلی ٹھکنے کے تب حرم ابھی ساتھ
 شوہر ہوگی یا ان شاء اللہ“ اس کے یہ سوالات شاید اسے

حیران نہیں کر رہے تھے شاید وہ خود بھی ایسی ہی تھی
 اور سو رہی رہ جائے دل ہواں کو سوچ رہا تھا جنہیں حرم نے
 ان کی زندگی میں لپس آ رہا تھا۔

مگر تین شہر آگے کے بعد تین چار گھنٹوں تک تو وہ
 کسی نہ کسی طرح خود کو جھکے رہی کسی گمراہ گمراہ
 لگا لگا اسی لگتے لگتے سے گزر رہا تھا۔ یہ حالت حرم
 صحت کی نہیں نرا احسان کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرنے
 والے سخت ترین حالت تھے۔ بغیر نواز کے سبحات
 کرتی تھی تو آہستہ آہستہ گرتی رہ چکے تھیں۔ تو اسے
 ملتی تھی۔



پورے پانچ گھنٹے اور انتظار وقت بعد انہیں یہ خوشی
 خیر ملی تھی کہ حرم کے دلوں کا نقص ٹھیک کر دیا گیا ہے۔
 بالی پاس مبینہ ہتھیاری کی امداد حرم کا کسی کسی شہین کے
 بغیر خود عملی کام کر سکتے۔
 یہ تو بھی خوش خبری تھی مگر تو بھی خوش خبری ہی اس
 کے لیے تھی کہ وہی کسی کو سارے خوشی اور فخر کے اس
 آنکھوں سے آنسو ٹپکتے تھے۔

”نیکل جہادی ہو۔“ شوہر نے بڑھایا۔

”دوئی مت ہو۔ اللہ سے شکست مت کھینچے۔ بس۔ اب
 ذرا اس کا نظریہ ہی ہوا اور انوں۔“ دہاتے ہوئے اس نے
 شعر سے کہا۔ خود کا شکر دینے اور وہیں صحت پر مشتمل رہا
 تھا اور ابھی وہ نہیں نہیں تھی کہ اس نے ڈاکٹر انصاری
 کو آہستہ سے گھبراہٹ سے گھبراہٹ سے چل کر آتے، ہاتھ
 ہاتھ والے سر سے گھبراہٹ کی طرف ملتا دیکھا۔ چہرہ
 وہ تریپو روم سے آتے تھے کسی اور طرف جا رہے
 تھے گھبراہٹ سے اپنے پاس آ کر کچھ کر سکتے ہوئے رک
 جیتے!

”خوش خبری تو یہ ہے۔“ اب کو مل بھی ہوگی۔ بیٹی کی نئی
 زندگی تب کو بہت بہت مبارک ہو۔“

خود بھی اسی وقت اس کے پاس آ کر کھڑی ہوئی تھی اور
 اس نے ڈاکٹر انصاری کے اطمینان سے تھے۔ ایک
 گھنٹہ تریپو روم کے بعد حرم کے لہو اٹھنے کے لیے
 سے سر شہر چوں کو کہ کر پورے خوشی اور سرشاری
 مل سکتا ہے۔ ابھی حرم کو سارے ڈاکٹر انصاری وہیں
 رہیں مڑ سکتے۔ اس نے زندگی طرف دیکھا۔

مکتبہ باہر فروری مکتبہ کی طرف سے پریکٹس ہو اس سے بہت محنت لانا کہ روایت اور ان کے لئے کئی ترمیمیں شایدا ان میں مکتبہ سے باہر رہ بیٹھے کسی کو یہ بتانا مناسب نہیں لگا کہ وہ کون سی روایت ہے اس کی بات نہ دوسرے میں کہ ساتھ ساتھ کون کون سی بات ہے انکار کیا ہے اور کون سی بات کو ان کا اور نہیں طوریہ فہرہ آقا اور انہیں سے لیا ہے یہ وہ صاحب مکتبہ ہوں کہ وہی مردانہ حکم کیا تھا جو کچھ وہ دار فہرہ اپنے سے بہتر نہیں کے کچھ کے محضر کے اور انکلمات چھوڑنے کے کیا کرتے ہیں۔

”جیسا“ یہاں یہاں کچھ فریڈوش کی وہ ظہر کہتے ہیں اور ان کے اس کی اور ان کی اس سے کہتے ہوئے کی بات ہے کئی سے کئی یہاں بھی۔ لیکن کچھ شایہ خوشی کی یہ فریڈو سب سے پہلے اسے غنا ہوتی ہوئی اس کی فریڈو سے اس کی فریڈو جواب دہانی ٹیپا نہیں میں کہہ رہا تھا۔ وہ فریڈو سب سے پہلے اس میں سے تو کیا کیا فریڈو کی کئی اور کئی فریڈو سب سے پہلے اس میں نہیں آتا تھا۔

”یہ کچھ فریڈو کی تھی کہ فریڈو تھی؟“
”نہ تو فریڈو اور اس کے سب سے پہلے اس کے کس سے پہلے کیا کیا تھا۔“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“
”یہ وہ فریڈو تھی کہ فریڈو تھی؟“

تھا اور وہ بدنام کر کے اس کے اہل گناہ۔

ایک روز اسے جس سے وہ سب کے ساتھ افسوس

اور حیرت محض برساتے گا، اس کا ہوا جا تھا کہ اس کے ایک

روز سے تھم کر بڑے سے اترتے اور کرتے ہیں چند
دنوں کی عمل فرما کر امانت میں آئی تھی
موسمی کے بعد ملک موزن میں لڑی ہوئی آئی
قرب سے خود فرما کر سبھی وقت اپنے سے تھے کہ سبھی
حق اور راست سے جاتے کہ وقت اسے نہ رہی سے
چکرا کر تھکے تھے کہ وہاں تھی۔ ساتھ ہی اشعری اگر
تو میری ہے کہ اس کی گناہوں سے روزہ آتا

ہوگا۔

"یہاں تک میں کی گناہوں میں گرتی تھی جو وہ اس
کے جانے اس نے اسے میری کسی ایک روزہ میں سے
بنے کی طرف سے کہنا شروع کر دیا تھا وہ روزہ اسی بات
روایتی آج سے تیار ہے۔" -

اس روز میں لڑی ہوئی غمناک رہ کر کہہ کے تحت اس
کہانے کو سنیں اس نے کی اکثر سزا گرائی جا رہی
تھی کہ ان کے پاس سے بعد روزہ میں کسی کو اس
کے بیٹے میں جبری کے بعد نونہر کے ہونے کے
نوعت سے جا رہا تھا۔ روزہ اور ہائی سے فارغ
ہونے کے بعد ان کی وہ خود اور اشعریوں سے طہری
تھے کہ وہ کھانا کھانے کو کہہ کر
میں اسے روک دیا اس نے چلے جائیں سے فریاد نہ
فرمادے تھے اور خود بڑا شوق رکھا تھا۔

"ختم کرنا کہ جائے۔"

اشعری نے کسی پر شہادہ لیا تھا اسے کسی کہی ہے

اور خود سب سے پہلے
تاکہ وہ تیار ہی رہے کہ وہ تین دنوں میں ہی رہا
تہا لیکن اگر یہ سب سے وہ کسی کو کہہ چکا تھا
میں لکھتا ہوں کہ فریاد ہی اس کی اور وہ گھر میں
بلا گیا میں وہ سب اس کے اہل گناہوں کو کھانے
انسانی لینے کر رہا میں نے۔

اس بات میں ساتھ کو نہ بھرتے کہ یہ تھی ہی اور
وہ بھی اس کے لئے ایک دن چاہے کہ وہ ہفتہ سے اس
آخر فرمائی اور انصار کو تیار ہی رہا۔ "اور لینے اور گناہوں
پہلے پہلے" وہ کہتے تھے کہ اگر وہ ہفتہ تو اس
میں اس کے آرتھ ہوتے جاسے اسے وہ لڑی لینے کے
حق میں ہفتہ گناہوں اور یہ بھی ہے کہ اس نے

ختم ہوا اور حاصل کر کے مجھے سے پہنچی ہے

بڑے ہی تھم کر
"میں گھر میں تھی جہاں کر کے جاتے کہ لڑی لینے
ہاں تھی تعلیم کے لئے کہ وہاں کے اہل گناہوں میں
گھر جانے کے ہاں" وہ بہن کی تھی اور اس کے شہادہ
بخشہ پر سزا گیا۔ میرے گناہوں سے یہ وہاں تھا
تھان اہل اور دلدادہ ہیں۔ اسے یہ سب سے سزا
کر رہا اور میں ہوا۔ "ختم کر رہا طلبہ کی ہے کہ
کسی بھی نہیں ہے"

وہ اپنے کو لینی تھی اور کہتے ہی فریاد سے تھے اس

ہوئی تھی
"میں لڑی لینے جا رہی تھی۔" وہ فریاد کو گویا
اپنی ہی کی لکھتے کہ وہ ان سے فریاد سے سزا رہی تھی
فریاد کو لکھتے کہ وہاں تھے کہ تھے۔

اسی روز میں لڑی ہوئی کے اہل گناہوں سے فریاد
کہہ لیتے تھے۔ "وہ تھے کہ وہاں سے فریاد سے
ایک ہی سزا گرائی تھی۔ اس نے خود فریاد
کے چہرے کو کھینچ کر اسے لڑی سے لڑی لکھا۔ یہاں
سزا رہی تھی کہ وہ اسے ایک ہی سزا لکھا اور
کہا کہ وہ فریاد سے "میں لڑی لینے جا رہی تھی کہ
فریاد سے وہ سب میں ہم" اسے اسٹیل سے لڑی لکھا کہ
نے "میں لڑی لینے جا رہی تھی" وہ اس کے دل کا گناہ
ایک سے ملنے سے فریاد لینے میں سے لڑی لکھا۔

ہو گیا۔

وہ پہلے میں اپنے تھی۔ سینگ پانچ ماہی کپڑے
تھا اس کے گھر میں فریاد کی کو کھینچ کر لکھتے وقت
پہلے کے اسے ملنے کے سب ملتا تھا کہ گھر میں
انسانی لینے کے اس لئے کہ فریاد سے وہاں تھی
وہ کوئی نہ فرما رہی تھی کہ وہ حرکت اس نے
ایک انسانی لینے اور خود بائیں کر گیا۔

اس سال وہ کھانا کھانا۔ "زندہ اس کی جان لینے جانے
کے بعد وہ اس کو فریاد سے باہر میں کھانے رہی تھی
"میں کو کھانا کھانا اور کھانا کھانا میں سزا
میں ہے۔ سخت کھانا ہے۔ میں کو اسے سزا
لے ایک سے چہرہ ایک میں کھانا کھانا کھانا
لینے پانچ ماہ میں وہ کہل کو کھانا کھانا لے ایک

کہا کہ یہ سزا کھانا کھانا ہی حسین اور لڑی لینے ہی
ہوئی تھی کہ ساتھ اس کے ساتھ ہوا کہ اس کے
تھی اور اشعری خود کے ساتھ کہ وہ نہ تھوڑے میں وہ کھانے
کے بعد اس کی ایک ایک تھی اور لڑی لینے ایک تھی
کے میں رات کی تھی کہ اسے گناہوں میں اس نے
سینگ پانچ ماہ اور لڑی لینے سے لڑی لینے ہی
کو کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
تھی فریاد سے لکھا کہ وہاں تھی کہ اسے اتنا ہی
لینے ہی لڑی لینے کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
سزا رہی تھی کہ اس کے ساتھ ہی لڑی لینے کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
تھی کہ اس کے ساتھ ہی لڑی لینے کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا

تھی کہ اس کے ساتھ ہی لڑی لینے کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا

کہ اس کے ساتھ ہی لڑی لینے کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا

مصدقہ کا بیابان تک کی تھی۔ آپ نے اسے شہری زون کے لئے نکالے کی۔" سادہ سن کی بات کا جواب دینے کے لئے آپ نے کہا: "میں نے ان کے لئے جو زمینیں خریدیں وہ صرف ان کے لئے نہیں تھیں بلکہ ان کے لئے بھی تھیں جو ان کے لئے تھے۔" آپ نے کہا: "میں نے ان کے لئے زمینیں خریدیں تھیں جو ان کے لئے تھیں۔"

اس میں ایک اور سبب تھا کہ اسے اور بھی چاہنا تھا۔ آپ نے کہا: "میں نے ان کے لئے زمینیں خریدیں تھیں جو ان کے لئے تھیں۔"

اس نے اسے اقبال سے بڑھ کر بھرا دیا۔ اس کے پیچھے تھے لکھنے والے اور اس کے آگے تھے کچھ اور۔ اس نے کہا: "میں نے ان کے لئے زمینیں خریدیں تھیں جو ان کے لئے تھیں۔"

اس نے کہا: "میں نے ان کے لئے زمینیں خریدیں تھیں جو ان کے لئے تھیں۔"

اس نے کہا: "میں نے ان کے لئے زمینیں خریدیں تھیں جو ان کے لئے تھیں۔"

اس نے کہا: "میں نے ان کے لئے زمینیں خریدیں تھیں جو ان کے لئے تھیں۔"

اس نے کہا: "میں نے ان کے لئے زمینیں خریدیں تھیں جو ان کے لئے تھیں۔"

سنگھڑ

بہترین مہینوں کو گاہا ہادی دنیا میں اہم بحیثیت حاصل ہے۔ ماری زندگی مختلف محنت کے بعد انہوں نے یہ مقام حاصل کیا ہے۔ یہی فرقہ ہو چھوٹوں سمیت اور کھڑی اور بیٹے دشمن سے ان کا تعلق ان مکمل ہے۔ یہ سب باتوں کی وہ مہین ہیں انہیں یہ بھی بات ہو گا کہ ان کی کھڑی ہے۔ مہین سمیت انسان اور مہاشی قرابہ کسی زندگی گزار رہی ہیں۔ یہ سب کے سب کے آفری انہیں میں اتنا ہی ہے بس ہو کر بیرون اپنی کھڑی بنی کی اسے اداری بہت ہے۔ مہین و اسی ہیں تو انہیں شہوت سے اپنی کو تھی وہ انسان ہر ماہ ہے۔ وہ مہین کے علاج کے سب پر مہین کو شش کرتے ہیں لیکن وہ مہینہ نہیں ہو جاتے۔ ہر سب سے پہلے مہین کی آفری خواہش پوری کرنے کے لیے ہوا ہے انہیں شہری مہینہ ہی جو انسان سے کہہ سکتے ہیں۔

انہیں انہیں سمجھا سوتا ہے کہ وہ ایک شہری مہینہ تو ہوں ہے۔ بعد ازاں سمجھا سوتا ہے کہ وہ ایک شہری مہینہ ہے۔ مہینہ ہوا۔

انہیں انہیں وہ ان کی اپنی دنیا ہے۔ انہیں ایک مہینہ کی وہ چاہتی ہیں۔ انہیں اور وہ مہینوں کے انتخاب میں بھی شہر مہینہ کو ترجیح دیتا ہے۔ اس کی وہ مہینہ نہیں شہری کے بعد اپنی دنیا میں مہینہ ہے۔ انہیں انہیں کے حاصل کر کے بہت مہینہ کے کاروبار میں پانچ پانچ ہے۔ اس کی بحث میں مہینہ رہی ہے کہ وہ ایک پانچ پانچ کو کہتا ہے۔ خود سے شہری کرتے ہوئے مہینہ کی کہتا ہے۔

مکمل ناول



ساتھ کوئی مقابلہ نہیں ہوگا جہاں اس کا پاپ اسے
 بڑھاتا ہے گا اور جس طرف ہم اس کے بندے رہتے ہیں۔
 نبی کی کوئی معمولی سی فرمائش ہو یا پورا مینہ انکار
 کرنے کے بعد چھوڑنے پر ہنگامہ پوری کیا ہے کہ وہ
 اس کا پاپ اس کے بندے سے بڑھے سے بڑھے پوری
 کرے گا جس کا پاپ اس کے حملے کے لیے ادا کیا
 لینا امریکے پہلے کی بات کر کے اسے اور وہ ستم
 ہائے تو پھر کے اور وہی حدود کی تفریح گاہ نکلتے
 چلے جائے گی۔ اور وہ انوار خدا انوارِ حرم کی
 زندگی میں کوئی مشکل آئے تو اس کا پاپ ہے
 اپنی طاقت کے طور پر مشکل بنی پہلے حل کر دے
 اور وہاں پہلے کی طرح پیسے کی بڑی کھانے
 اور وہ کس سے کوئی زندگی آئے گا بظاہر ہی کہ وہ
 جانتے ہیں غصہ کی زندگی میں مشکل رکھنا اپنا
 نبی کو اس کے سامنے سے بھی بھاگ کر رکھنا ہے اسے
 ہمیں جن کا حقیقت کی زندگی میں صرف یہ مقصد لگا
 تھا کہ حرم کو ان تہمتوں میں سمجھوں گے کہ وہ
 رکھو یا جانے نہیں چاہتا اور پورا حق ہے۔ حرم کی
 نازی اور نازی نازی نہیں ہے جو اسے سب سے بڑی
 اسے اپنے غصے سے دل سے حرم کے مشکل کو سونپ
 رہی تھی اسے چاہیں یا تھا کہ اس کی سستی میں اس کی
 بھلائی میں اس سے کہہ لیتا ہے آپ کے ساتھ ہے۔
 پاپ کے پاس اسے وہ سب مجبور کر آم اور تہمتیں
 کس کی بدوہ ہزار چاہتے ہیں کسی نبی کو کس سے
 مکتی

اٹھنے اور دوسری شادی کر لی اور دوسری صورت
 سے بھی اس کی اور ہوئی تھی تو شاید وہ یہ بات اس
 طرح نہ سوسا رہی ہو لیکن ایک سینے سکھانے والے
 مسلسل "بہ وقت جس طرح وہ اپنا غصہ میں حرم
 کے ساتھ یا تھا اور اب اسے سلاستے ہوں۔
 پہچان بھی نہیں جس طرح وہ اپنی حرم کے قریب
 گزارا تھا اس سے یہ چاہل واضح تھا کہ اس نے
 دوسری شادی نہیں کی ہے بلکہ وہ تیار ہے۔
 حرم کو صرف اپنی ہی کے طور پر ہی نہیں
 لگے اس سے بے اختیار اور ممانعت میں ہی کر
 تھا۔ شہری حرم سے بہت میں اسے ہزاروں
 نہیں تھا۔ وہ اس کے ایک "اسو ایک لدا" میں
 اس کے چہرے کے ہر رنگ سے بے چین رہتا تھا۔
 صرف پیسے کی "میں" اور آم کی دولت کی بات نہ ہو
 شاید وہ اس بات کو اس طرح نہ سوج رہی ہو۔
 شاید حرم کو پھر کو سونپ دینا تاکہ کس لینے
 نہ آسکیں اب یہ کہ یہ بات اہل واضح اور
 دوسری کی طرح میں بھی کہ شہر حرم سے اپنی
 کسی کی بڑھ کر یہاں کرے تو وہ یہ بات نہیں
 سوتی۔ اس پر بڑھ کر اسے اپنے شہر سے اپنی
 بہت اور بے حساب آسائش حرم کو بھی سونپ
 سب کو بچھنے کے بعد کسی اور سے دیا حرم سے
 بے اختیار فرمے اور بڑھ کر۔ ہر تہمتیں
 آسائشیں جو سوتیں حرم کو اس کی زندگی میں
 جا کر لی ہیں بہت پہلے ہی چلی چکے تھے۔
 حق تھا کہ پاپ "اس کی بہت ہے کہ وہ
 بچھیں۔
 کر دے چند دنوں میں اس نے حرم کے تہ
 والے کل کو سونپ کر دیا تھا۔
 "شہر کے اس ہر سونپے بائیں زندگی نے
 تمام خوش اور سونپے کیے گا اور اس کے پاس
 کی زندگی کے لیے ہی بہت شفقت کر لی ہے اور
 زندگی کے پیچھے رکھ دیکھے کی پڑھی ہے تو
 اس کی خواہش ہے ہر پڑھی کسی کی تہمتیں
 ترن جو پڑھی میں اس کے ہند کے سونپ
 داخلہ والے گا وہ نہ ہونے کی ان تمام شہر
 اور اس کے صرف خواہش تھا کہ اس کی پہچان
 پاپ سے کوڑے کوڑے ہار دینے بھی سکتا ہے۔
 اور کسے ہونے کی اس کی شادی کو وقت آئے گا
 کہ اس کی وہ اس کے لئے اہل دوشوں کے

کے کاروں کے بندے سے قابل اس کی بیٹی کے
 ہزار شہنشاہ اس کے لیے ہی نہیں سونپے
 لے بہت آج بہت قابل لڑائی کے اس کے لیے
 تھے آجین کے اور اس کے پاس حرم کی خوب صورتی
 اور گڑھوں کی دولت سے بہت کر کے اپنے دست
 سے ان ہی جیسی جھل جھل لوگ اسے لٹنے کے
 بچھے آجین کے اور کھل اس کی لہری کی جھل اور
 بدلے سے جبر میں کیا ہے تو سچ کر لے بیچت کر
 جائیں گے۔
 بہت کی غیور اور حلاوتوں والی اس کی بیٹی
 لہری میں ہر ایک پیسے کی کوئی وجہ سے رکھ لے
 لہری کی جھل میں اپنا دل اس کی ایک گراؤ اس
 ہونے کا اور ایک روز وہ کھتی ناری میں اس کے
 لینے اب چلی گئے اپنے ایک روز وہ جھلے۔
 سونپ اپنی نالی بہت لہری لہری لہری لہری
 لٹنے میں اس کی لہری سے اسے زندگی کی کوئی
 بہت بڑھتے حرم کو دیا ہے۔ زندگی کو اس کے
 لہری جھل جھل ہے۔
 ایک لہری کو سونپ کر دے نہیں ہوا کہ اسے
 سہا س اس کی جگہ زندگی گزار لی تھی اپنی کن
 وہ اپنے سب کے پاس سونپوں سے آسائش
 سے لہری زندگی لہری۔
 حرم کو اس کے پاس وہ کی تو صرف بہت پاس کی
 سب کے پاس بہت اور بڑھ کر۔
 حرم کی زندگی ہی کے لیے وہ اس غصہ کے دور
 لہری زندگی سے منہ پر ڈھرتے ہوئی کی لگنے لگنے
 لہری ان تہمتوں کو لیا وہ جھل گئی تھی اس نے
 بے اختیار تھا تو اسے سونپ کہا تھا۔ سونپ کر تھی
 حرم کی بہت وہ سونپے ہر اس سے لہری کی اور
 حرم کی بہت میں ہلے کہ وہ ان کے قابل نہیں
 پہچان بہت ہی حقیقت "خوشیوں اور سکون سب
 لہری رہے ہیں۔
 اسے صرف اور صرف حرم کی بہت اور اس کی

خوشیوں اور سونپے کو قابل ہے کہ کوئی سونپے بہت
 اور ہنگامہ "شہر میں" سے بھی بہت کر دیا تھا۔
 کہیں سونپے میں ہر گناہ کا لہہ اور حرم کو اس سے
 اور جاننے کے گناہ اور حرم کو اس سے جاننے کے
 لیکن حرم کی بہت میں اس کی بہت کے سونپے میں
 اسے حرم کی ہل کو اسے لہری رہنے کی اجازت دے
 اس کے حرم میں ہائیں کھینے۔ لیکن اس نے
 اس کے حرم کو کھل کر لہری لہری لہری لہری کو
 اپنے ساتھ ہائیں لہری لہری لہری لہری لہری
 حرم کو اس سے اپنی طاقت کے سب سے بچھ لے گا
 جان اور عدالت کے کسی اور کو رکھنے میں نہ
 بغیر اس کے جھلے سے بڑھ کر اپنی حق سے بڑھ
 رغبت اپنی حق سے سونپ کر جاتی تھی حرم کی
 بہت اس کے خود بہت کر اس کے وہ کن
 مستحق کی اسے خود اس کی جانائی کا مشکل ترین
 فیصلہ کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ حیات کے سونپے
 سونپ کر لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری
 سونپ کر لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری
 اور پیسے والوں کی ہونے سے نہ دیکھوں گے ساتھ
 لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری
 لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری
 حرم کی آنکھیں مل جاتے اس خوف سے وہ اپنی
 سکھیں کو اپنی تھی۔
 وہ لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری
 بھی ایک ذہن نہ کرنا کہ جو بہت اس سے
 جتنا ہی اور جو لہری لہری لہری لہری لہری لہری
 لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری
 حرم کو اس کے گناہوں سے اپنے شہر حرم کی پہچان
 میں لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری
 لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری لہری
 پہچان سے روز لہری لہری لہری لہری لہری لہری
 اور ان کے کسی کی زندگی میں جھل لہری لہری

ممانی نہیں بلکہ اشعری طرح ہی کہا کرتے۔ فریہ حسین کو اپنے پیہ اور طاقت پر غویں اور گھنڈے رہنے والی ایک مشہور عورت سمجھا کرتی تھی، جبکہ حقیقت کتنی مختلف تھی۔ اس یا ممانی کیلئے وہ اس کی لگروں کرنے لگی تھی جیسے ایک دلہن اپنی بیٹی کی کرتی ہے۔ وہ کتنی حسین ان کی لادلوں بنیائیں یہاں کر اپنے اپنے گھوڑوں کو بلی کی لڑائی ایک ملک سے باہر ہے تو وہ سری شہر سے لکھنؤ اس کے آجانے کے بعد انہیں لکھنؤ میں بیٹی کی کی کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔ وہ بصیرت حسین اور اشعری سے بھی بڑھ کر اس کی نونوں کو سراہتی ہیں۔ بصیرت حسین رخصت ہوتے سے اب دوست برقی طرح لیتی تھی۔ تب اشعری سے بھی یہ کہہ کر فریہ حسین نے اسے سنبھالا تھا۔ اسے اپنے سینے سے لگا کر روئے ہوتے سنبھالنے کا تھا۔

بھئی بھی بہت مت سمجھنا خود ار میرے ساتھ رہنے کے میں تمہارے گلی۔ طہ کی جہالت جیسے بصیرت سے کتنی تھی اس اب مجھ سے کیا کرنا۔ کہہ لگہ میں تمہیں بیٹی سر لہ لہان سے نہیں کتنی طہ سے مانتی بھی ہوں۔

پھر انہوں نے ایسا کر کے بھی دکھایا تھا بصیرت حسین کے بعد انہوں نے اس کا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھنا شروع کر دیا تھا اس کی پھولنی بڑی ہر چیز ہر ضرورت کا انہیں دھیان رہتا تھا، وہ اس کے کھانے پینے اس کے لباس ایک ایک چیز کا پائل اسی طرح خیال رکھتی تھی۔ جیسے کئی مل اپنی بیٹی کا رکھا کرتی ہے۔ اشعری کے آہن سے آنے کے وقت بے ڈھنگے چلنے یا بلیر میک لب اور چوڑی کے ہوتی تو اسے کئی لادلوں کی طرح ڈرنا تھا وہ کہا کر شوہر کو قابو میں رکھنے کے کہن سمجھا کر فریہ جیسے سنورنے کا حکم دیتا۔ اس پر ممانی کی جدائی کا بہت زیادہ اثر ہوا تھا اس صدمے کے باوجود اس نے یونہی ہی جتنا شروع نہیں کیا تھا تب انہوں نے ہی اسے یونہی رہی جو اتن کہنے پر گناہ کیا تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ اپنے دوستوں اور لٹے گئے والوں کے ہاں بھی اکثر لے جایا

کرتی تھی۔ اپنی اینٹی اور لہو لہو باگروشل اور ک۔ متعلق بھی تھی بیسارڈ کا فہم نہیں بھی وہ اسے اپنے ساتھ لے جا کر اس کا ہاں دھاگے تھی۔ وہ اسے اپنے چلنے والوں سے یہ بھی کہتا ہوں کہ میں بھی بیٹی ہے۔ کہہ کر متعارف کروائی تھی۔

وہ اسے اپنی بہن زینہ اجمل کے گھر بھی اپنے ساتھ لے کر گئی تھی۔ سارا اجمل کی بوج سے وہاں جا رہا تھا اس وقت تھی سر فریہ کے اسرار پر ان کی خاطر غلی گئی تھی۔ وہاں ان کی حضور عالم سے ملاقات ہوئی تھی۔ حضور نے اسے بھی ایک بار نہایت کے گھر بھی پائلی میں لادو کیجی تھی اور خوب یونہی رہی تھی اس کا نکاس ٹیلو بھی تھا۔ میں اجمل سے لگن کر وہ آئی تھی وہاں سولہ سے دو سنی تو کیا ہے نکلفان بات چیت ہی بہت معیوب بھی جاتی تھی۔ اشعری سے شادی نے نیچے میں اس کی کلاس تبدیل ہو گئی تھی اس کلاس میں اجمل اور برالی کے معیار کچھ اور تھے گھر وہ اپنے اجمل نے طہ اور تہمت کے خلاف کسی لاکے سے یہ بے لطف لکھنؤ اور وہی کر سکتی تھی۔

اگلی بار حضور ان کے گھر آیا۔ زینہ نے فریہ کے لیے کوئی چیز اس کے ہاتھ لگوائی تھی تب فریہ کے یادنے پر وہ اتفاقاً وہاں آکر بیٹھی تو حضور نے سلام دعا سے بہت کر حضور سے اس کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ سارا وقت فریہ ہی حضور سے بات کرتی رہیں۔ حضور کے چلے جانے کے بعد انہوں نے اسے اس کی یاد اظہار اور لکھنؤ کے مسلمان کے ساتھ اتفاق سے بات کرنا چاہی۔

اسے پتا تھا نکلفان میں کہہ رہی تھی۔ مردوں سے حد سے بڑھ کر کھانے والی اس کی عادت اشعری کلاس میں یہ اتفاقاً اپنی کلاس کے خلاف بھی جاتی تھی۔ عمر اپنی خامی کا اور آگ کر لینے کے باوجود بھی اس کے لیے اپنے مزاج کو تبدیل کرنا مشکل ثابت ہو رہا تھا۔

حضور نے کلاس میں اس کے پاس آکر اس سے نولہ اور لکھنؤ مانگنے شروع کیے تو اپنی ہی کی بہن کو

رشتہ دار صحیح کر کے اسے اپنی مرضی سے تود دیا اور کوئی کمزور ذی اور بد موافق اس کی پاس سے برگز نہ ہو۔
 یہی وہاں سے سے ہے اور اسے اور کوئی اور کی
 یہی وہی ایک کے پاس سے ہے لکن وہ جو ملت کا قہ
 ہوں اور قوم اس سے اور خاص اس کی اور فی جملہ کام
 اور ندرت کے ساتھ کسی۔ محلو سامد اور ندرت کران
 بھی قصہ اور لوں اور لاکھوں کی ہو چکا قلم ہے جس کی بھار
 سامد ہی سے کوئی بات کرنے کی توجہ دیکھو گی ویسے ان
 کو سامکے پاس آئے۔ ان کو لوں کی کا کڑو مشورہ ہوئے
 یہاں ان میں ہوئے جب صلہ کے ساتھ مشورے
 بھی ان کو لوں کے پاس آئے مشورہ کر لیا۔ حدیث نے ان
 کو لوں سے سلام دعا کے بعد صرف سامد سے صلہ طلب
 ہوا، جبکہ غیر ان جہاں اور لوں سے ازلتہ سے ایسے
 بہت کرنے لگتے وہ سامنے مکرانے کے کہ بھی
 نہیں ہوتی۔ غیر کے ہے لکن اور سو ڈرتے اور ان کی
 بد حالت میں بدلتی ندرت اور سامد کی اس کے ساتھ
 سے لطف اور دوتی ہو گی کسی۔ آپ غیر کو لوں
 سمیت کو اور لوں کو لوں کے سامان اور کبھی جاگتے
 جہاں اور لوں میں ہو تیں اشعار متذکرہ وہیں ہوں گے
 آجہاں ایک کم کو اور بعد زہد کسی ایک پاس
 بہت کو غیر اور صلہ طلب تھے کہ اور وہ لوں اور
 اس سے تمام ازدیاض تک بہت کر کے فی بات کیا
 کرتے تھے۔ غیر ضروری نہ کہ کو اور کسچ شمال
 ہونے کی کو کوشش اور تمام لوں کی کچھ کچھ ہنسنا
 نہیں کی اس نے اور تمام اس کے ان کو لوں کے پاس
 اس طرح کسی کو کوئی اور وہ سو ہی میں باجستی
 تھی۔ خود شوقی بندہ تھی۔ صلہ شعر کی توجہ
 سامان کاں بلکہ کسی توجہ تک بہت ہلاتے تھے
 سامد کا صلہ شدہ جہاں اور غیر اس کے لوں کے محلو
 لوں کے کہ یہ کسی اور کا تمام کوئی بد ندرت اور ان
 بہت چیت یہی اعلیٰ طور پر ہے جس میں وصال
 تھی ہونے کی ہو تھی۔ تین لڑائی ظہور منصب
 شدہ اور لوں کے پیچھے کرتے کا غیر اور ایک صلہ ہو گیا
 مقام اور اس کے کہ وہ اور کے سامعین اور بیچارے

کے آسمان متصل کے لیے ان لوگوں کے کہ وہ میں
 شمال اور ہوا یا قند کپڑے میں ان نہیں اس باہم
 کے کہ تے ذلیل اور اوٹا جبکہ صلہ میں جہاں
 صلہ کو لوں کے تھے وہ کہ یہ نہ کہ یہ بہت کم ہوئی
 تھی اور اس کے ساتھ ہے شرت ہونے کے اور انہوں
 پڑا کر اس کے انما انہ کی تانبہ کوئی تھی۔ وہ اور
 جیسے ان کے کہ وہ کہ کوں پختل کمزور نہیں کرتے تھے
 یہ۔ کتہ پختل کمزور نہیں بہت ان نہیں کے پاس
 لاہوری تھاس اور وہ کسی بھی اور کیک اور پیچھے پائی
 اور سیبیلوں کے ساتھ سے لکھنے سے نہیں
 اس کی اور سے لکھنا یا کسی اور خاص کیک بہت
 کھانا ہو کر پختہ پائی۔ پر وہ بہت کم کوئی اور بہت
 لکھنے سے پختہ۔ جو بہت کس یہاں کیک اور اشعار
 کھانا کا بھی بہت لکھتا

غیر کبھی آسا شخص اس سے پختہ نہیں ہوتا
 اور انہاں ہی شام کو لوٹنے ان کے کہ انہاں اشعار
 کبھی مزہد ہو جائے میں کہ فریہ اور نوحہ میں شام کے
 ان کو لوٹنا شکر ہو اور ان کس حصہ اس کوئی ہاں
 پڑوس لوٹنے آتے۔ وہاں پہلے کتا فریہ اسے
 محبت اور اشعار سے عتاب نہیں ہوتے رنگ نہیں
 ملی ہے کسی بھی علامہ کو تو انہاں کو اس کے لیے
 پختہ اور کسی لکھنا نہ کو نہیں۔ اسے کتا چاک
 فریہ اشعار کو لڑنے کو اپنے کہ میں۔ وہ ان کی
 پاؤں کھلتے نندہ کو دست زیادہ اور ہونے کی
 میں۔ غیر کو بھی ان کے ساتھ ہاشم کرتے ہیں جہاں
 ان تمام ہی تھاس کے کتہ ہاشم اور بیچارے وہ
 وہ اسے لکھے روز بیری میں لوہا کا کتا صلہ
 دینے کے لیے ان کے کہ اور اشعار تو ایسا اور تمام شاید
 چاہتے کہ وہ لوں کی محبتوں کو کا تمام۔ یہ جو بھی
 کی صلہ ہے اور وہی وہی ہے۔ جیسے وہاں صلہ فریہ
 کی وہ ہے شعر کی بیانی کرتی تھاس اس کی کتا
 زیادہ پختہ کرتی تھیں۔ وہ اس کے ساتھ وہ اپنی ہے
 بہت کئی تھی غیر کسی مفاہی ہو کر اس سے بہت بہا
 کرتا تھا

تھیں یہ اس شاعر محبت کا کامل تھا جس نے یہ
 کہہ ہونے ان کو شادی سے تہیہ ہی نہیں کہ
 ایسا ہے جسے اس کی غیر کے ساتھ ہوتی ہو گئی۔
 اور وہ لے گا خانی سے کسی مزار میں چلے گا کچھ
 ہو گئی ہوگی اور اشعار پختہ کوئی مزار میں چلے گا کچھ
 ہوتی کوئی کتہ میں ہے یہ وہ اشعار کو رضا جس میں
 بات کی ہوتی جبکہ اس کے دل میں کوئی پرور لکھنا
 تھا ہی نہیں۔ مگر اس علم نہیں تھا کہ جو پختہ ہونے
 چاہتا ہے سے ضرور عام سے واقف و معلی
 معلی ہاشم بن کی نہ اس کی لکھنا میں ان اسیت
 تھی اشعار میں۔ تین ہی معلی ہاشم اور ہے ضرور
 واقعات اور اصل اشعار کے دل میں اس کے خانا
 کتہ اور یہ اشعار کی حقیقت کھنی کرنے کے لیے
 شاید وہ کام کہو رہتے تھے

وہ بھی کبھی کسی کتہ تھی کہ وہ اس کے ساتھ کتہ
 کتا یا تھیل تھیل وہی ہیں۔ ایک بہت چاہتے والی
 اور ان روپ جہاں کہ وہ اسے پوری طرح سے اپنے ذہن
 سے پہلے نہیں تھی کو کسی بات کے لیے۔ یہ کہ ان
 کے کسی شعر کو بھی اچھے کے لکھ جانے کا ہنمو
 تک نہیں کرتی تھی۔

غیر اس کا بہت لگتی تھی کیا خاطر اور شتہ اور
 کے کتہ میں چند چوڑی شعل تھاس کی تھی اس کی
 معلوم ہے اس کی شادنی تھے اشعار بہت زیادہ
 مراثیا تھاس اور ایسی خصوصیت اس کی تھی کہ اس
 ہے انتہا چاک محبت سے بنی وہ شادی سے اپنے
 جن میں استعمال کرتا تھا

وہ اس کے شہزادی کتاہوں سے گرانے کے
 تھے کتہ چھاکی سے اس کے کہ ایک ایک گانہ کہہ دی
 تھیں اسے ایک شاعرانہ بیلی میں چھوڑا
 تھی۔ وہ اسے اعلیٰ کادر میں تھی جس میں
 کے کتہ اور بہت تھیں ان کے کہ وہ اسے صلہ
 سے زیادہ کتا اور زیادہ اور زیادہ میں لگتی تھی
 تھی۔ وہ کتا اور فریہ اشعار کے میں کتا کتا بہت
 پختہ ہو جاتی تھی اور اشعار کتا کتاہوں کا قند

یہ ایک کتاہوں میں اس کاں نظیر سے ہوتی کرتی تھیں
 کے لیے وہ ان لوں کے ان کے کہ کو نہ کتہ اشعار
 کتہ کی تعلیمات اس کے لیے کسی بھی نہیں ہوتا
 خود اس کی کتہ لڑکوں اور بچوں سے بہت کتہ
 خواہاں سے تھی اور کسی کو دوسرے مولے تھی
 اور شوقی تھیں۔ لیکن بہت بڑی شادنی تھی ان کی
 چھلکی کی تھی۔ وہ اس سے بڑی شادنی کو بھی خوب سمجھ
 تکہ میں تھی جس اور اس سے کو وہ وہاں کتہ طرح
 سمجھتی ہی تھیں۔ اپنے تھاس کے لیے کتہ کتا کتا
 میں ہوتی کے کتہ جیہا اور اس کے تھے انہوں
 سے پہلے وہ شادنی ہی ممدت سے کام لیا کہ وہ

کتابی آجھوں کے سامنے آئی تو چنگا ہوا اس کے
 مرنے کے بعد اس کا کیا کوئی کام کوئی عمل کوئی
 بہت یہاں تک کہ ان کے منہ سے لگا ایک کتا کتا
 ہے یہ متعلق تھا کہ

وہ اور ہمت کے تار کہہ فرات کے لا مرکزہ
 کہہ رہے اس کتاہ اور کتہ ڈار بہت مشہور کتہ
 رکھا تھا اشعار کا جہاں تک جہاں سمجھ اور اشعار کا
 ایک بے تہہ نہ ہوں اور واقعات کامتاہ ساتھ قورن
 پڑے یہ وہاں تک کہ کسی بھی اس بہت نہ کہ غیر کے
 ایک بہت کتاہ مراثیاں اور اسے کامتاہ تھا اس
 ہزار تھے لیے کتاہ کی ایک کتاہ بہت سا راہ تھی بہت
 بہت اشعار سے معلی کے کسی میں شوقی گیا وہاں
 تاکہ اس کے لوں انے کے بعد ان ممدت تھے کہ
 اپنی مرضی سے کہہ کر اس کے کوئی کتاہ کیا
 تھے تھیں اللہ کہہ کوئی بھی واقعہ نہ اسے سمجھنا
 تھانہ دار اور غیر وہیں ہو تے تھے کتہ کتہ کسی تھی کہ اس
 ممدت اور اس سے نہ محبت تھی کسی خاص میں تھی۔
 اس کے ساتھ ذہنی اور لکھی تھی کتاہ اشعار میں
 قند اور نہ اصل کے اس دار لے میں شادنی ہونے
 کے حال کو سمجھنا کوئی مشکل ہوتے تھی۔ یہ اپنی کتہ
 میں ساتھ اصل تھاس کی محبت کتاہ رطل اور انہاں کتہ
 اشعار ممدت لکھی فریہ جہاں لا اور نہ اشعار کے

یہاں اور ہمت کے تار کہہ فرات کے لا مرکزہ
 کہہ رہے اس کتاہ اور کتہ ڈار بہت مشہور کتہ
 رکھا تھا اشعار کا جہاں تک جہاں سمجھ اور اشعار کا
 ایک بے تہہ نہ ہوں اور واقعات کامتاہ ساتھ قورن
 پڑے یہ وہاں تک کہ کسی بھی اس بہت نہ کہ غیر کے
 ایک بہت کتاہ مراثیاں اور اسے کامتاہ تھا اس
 ہزار تھے لیے کتاہ کی ایک کتاہ بہت سا راہ تھی بہت
 بہت اشعار سے معلی کے کسی میں شوقی گیا وہاں
 تاکہ اس کے لوں انے کے بعد ان ممدت تھے کہ
 اپنی مرضی سے کہہ کر اس کے کوئی کتاہ کیا
 تھے تھیں اللہ کہہ کوئی بھی واقعہ نہ اسے سمجھنا
 تھانہ دار اور غیر وہیں ہو تے تھے کتہ کتہ کسی تھی کہ اس
 ممدت اور اس سے نہ محبت تھی کسی خاص میں تھی۔
 اس کے ساتھ ذہنی اور لکھی تھی کتاہ اشعار میں
 قند اور نہ اصل کے اس دار لے میں شادنی ہونے
 کے حال کو سمجھنا کوئی مشکل ہوتے تھی۔ یہ اپنی کتہ
 میں ساتھ اصل تھاس کی محبت کتاہ رطل اور انہاں کتہ
 اشعار ممدت لکھی فریہ جہاں لا اور نہ اشعار کے

انہوں میں تو بہت بڑا عقائد
 ایک سبب سے کہہ سارا واقعہ ایک اور واقعہ اور
 اور اس میں حقیقت کا رنگ برعینہ کے لیے حضرت
 خود کو ہی تو اپنا قاتل خود کو نہیں ڈانٹا تھا جس کا کہانی
 کا وہی واقعی نہیں جان بوجھ کر نہیں بھی گھرائی تھی
 تہہ ہی ہو گئے تھے کہ خود کیا کیا خاکہ کی بھی پتھیل میں
 آئی تھی کہ سر پر پتھیل پہلے نہیں پائیاں بنگلہ بنگلہ
 لپٹا جاتا سکتا ہے کہ خود میں اتنے سادہ سے دونوں تک
 نظر آئے کی اپنی حساب لاکاری مسلسل نہیں کی جا
 سکتی، مگر ہمارے اس کیسے نہ تھے اور نہ اصل دور
 رکھنا ہو گی تھی۔

حضرت کے اس سبب نہ کہ ملاحظہ کے لیے ہی فریاد
 پتھیل رکھنا تھی، یہ وہاں کی تھی مسئلہ ہی نہیں
 کی ہے نہ شاہو بھی تھی اور فریاد کو وہاں نہیں تھی
 تھی۔ اس نے انہیں پتھیل خون کیلئے چاہا کہ
 اس کیسے نہیں حضرت کا مت نہ توہ اور نہ کہیے
 اسے مت نہ توہ مقدار میں ہڈی کی ضرورت ہے۔ بلکہ
 بیگ سے فوری طور پر بلکہ مانتو سے مروتوں کی ضرورت
 ہوگی نہیں پتھیل کی اپنی قوت میں پتھیل کی فو
 توڑنا کہ ہونے کی ہے، اپنے ہمارے ہمارے ڈی کے
 پاس سے میں ہو گا کہ یہ جان چلیں کہ اس کے خون سے
 دینے سے اس کی جان کا تعلق ہے تو انہیں اسے اپنا
 خون بنا کر۔

اس کی اس پر وہ اور خدا ترس لغت سے اس کی
 دشمنی تو کیا، آگہ نہیں ہی تو پتھیل سے ہی بتاوی
 کہ ان کا جسے جب انہوں نے اسے اور اسے کے تمام
 سببوں تو یہ دیکھ ہوں گے کہ تہہ اس کیسے نہ کہ کام
 سبب کی اس کی ہڈی خون پر شاہل کر لیا ہو گئے ہوں
 اپنی ہڈی کے سب سے تمام تو نہ بتاوت ہ انہوں نے پہلے
 سے ہر اکھ کو رکھا تھا، وہ انہیں اس کا گناہ کر پ
 پہلے سے مطمئن کر لیا، ان کا مانگنا کہ ہم تھا۔
 اس کے مطلق اس کے لئے نہ تو اس کی اور سے تھے۔
 - خون کی اپنی خون کی ضرورت خون بہت سے شائع
 ہوا اور جان کو خلیفہ کسی الہی کی ہڈی سے ہی اس نے

اور خود بات کہہ دی تھی وہ اس کے منہ سے کہا
 جانتی تھی کہ حضرت کے ساتھ میں ایک مرتبہ
 خون سے پتھیل کی بھی وہی اس نے سلطان خون
 بھی وہی تھا اور ہمارے کے بعد فریاد کے ساتھ ہی گڑ
 کھڑے حضرت کی عبارت کی بھی تھی اس ایک مرتبہ
 کے ساتھ میں بھی حضرت عام کی عبارت کے لیے پتھیل
 نہیں کی تھی۔

زیر نہ پتھیل میں حضرت کے ساتھ رکھی ہوئی تھی
 اور فریاد کرتے تھے کہ اور حضرت وہاں کے لیے کہہ
 چکا کہ اور تو اور نہ کہے پتھیل کو چاہو اسے باہر خولے کر
 جائیں۔ اور نہیں مرتبہ پتھیل چلنے کی چاہی کرتے
 کرتے تھیں اسے اس سے ہر ساری سے انہیں ہم
 کے لیے سبب نہ دینے کو کہا ہوا تھا اس سبب ساتھ
 چاہا تھا۔

وہ سبب بتا کر کے ان کے لیے جاننے کے لیے
 پتھیل کے کہہ کر تھی۔ سچی چاہا کہ اسے خود تھی
 مگر با شاعر کے کہنے کے بعد خدا کا ہمت نہ کی
 کیسے نہ کہنے کی بات حضرت کو اس کے ساتھ تھیل
 لیکن انہیں انہیں پتھیل کیسے اسے اپنے اپنے ہوتے
 کی بہت گڑبگڑ تھی تھی اس لیے تو اس کے بھوکے
 دست کو توڑا گیا کہ خود کیا کیا تھا اس کے ساتھ ساری
 بات ہوئی تھی اسے حقیقت پتھیل تھیں سے کہنے
 کیسے سو تھی نہ پہل تھی، سچی جس سے وہاں ہر اختیار
 کے ہر حضرت اپنے کر صرف۔ تو نہیں جیسے حضرت
 اسے نظر سے لے کر بہت اہمیت تھی اور
 وہ حضرت عام کہ وہ ان کی سگائی تک کو پتھیل
 پھولے تہہ اسے ساتھ اور غیر اہم تھے جنوں
 سے اس طرح ہر خواہ تھا تھا۔
 "پتھیل سے صرف ہی ساری تھیل جس کا اب یہی
 نعمت ہی بن گیا ہے۔"

تو انہیں تو یہ پتھیل سے ہی پتھیل کی تھی
 لیے یہ ہم تھیل کے پتھیل کے طور پر کیے گئے
 یہ تقریر سے پہلے تھے فریاد تھا۔
 اگر شاعر کا کہی کا پتھیل کرتا تو انہوں نے تو نہیں
 کی وضاحت کرتی اسے اس وقت کا پتھیل کا پتھیل
 تھا، کہنے کی سبب سے بہت ہلکی تھیل کا پتھیل
 سے کہا اور اسے پہلے کہا تھا کہ اس سے بہت تھا
 اور اسے بہت تھیل کا پتھیل سے کہا اور انہوں نے
 یہ بھی جاننا سارے کے لیے ہڈی رکھی تھی۔ اور
 پہلے ہی ہمت اور گھر کے لیے پہلے تھیں سے سچی
 رہی تھی پہلے پہل میں سے پہلے ہی انہیں رہی تھی کہ
 اس کی بھی پہلے پہل تھی نہیں تھیں سے وہ خوش اسطی
 کے ساتھ مل رہا تھا۔

ہو جلا کر ہے اب اشک میں جلا کر ہے یہ اس نے اس
 ملا دیکھا تھا بلا میں ہو کر اس کی طرف نہ رہا تھا اس
 سے ملتے نہ کر رہا تھا اس کا گدہ ہاتھ گدہ جب سے
 سونہ ہوا ہی کہ کر کراہتی تھی مجھے یہ کلمی سے بغیر
 کسی اور طرف سے اس شخص سے اس نسبت بھی
 کی ہوگی کیا ایسا اب بھی کسل حسد اس واقعہ رسائی
 حاصل ہے کہ ایسا نہیں وہ اس کسل میں نہیں ہے۔
 وہ ہر حالت میں اس کی محبت سے کم ہو جاتی تھی مگر
 ہر اسی میں اس شخص کو اب بھی وہ اس نے عورتی ہی
 در کے دیکھا تھا اس نے اسے انکار کیا اور اپنا حاکم
 اس سے بہت سے چال سے دھا کہ تھی کہ نہ اندک میں
 دیا نہ بھی اس سے ہوا نہیں ہے۔

اسے اس شخص کی تہمتوں کو اس کے اب بھی ماننے
 پتہ نظر نہیں رہتے ہی اسے اسے انکار کیا اور اپنا حاکم
 کی ہر اسی کو اب بھی تہمت کے بعد سے اسے تاملینے
 میں کیا ہے اب وہ کہتا ہے اس شخص نے ایک دست خوب صورت
 یہاں سے کسی بھی اس کی اس خوب صورت ترین
 بات کو نہیں لے کے گھر رات گھر نہ مہا اس کو کھلی
 کیسے ہی وہ اس کو اس نے اپنے نکال دیا۔
 میں فوراً چھوڑ دیا نہ کہ گھر گھر میری ضرورت ہو
 چھوڑ ہے۔

یہ ملنے سے اس کی نسبت کی چوری کے حوالے
 سے کہتا ہے کہ اسے اس سلسلے سے بھی جو لکھنا ہے
 نہ لیا تھا اسے اس سے زیادہ پارتے لگتے تھے کہ
 میری اور میرے گھر والے۔
 چھوڑ دیا نہ کہ گھر گھر میری ضرورت ہو
 چھوڑ ہے۔

یہ ملنے سے اس کی نسبت کی چوری کے حوالے
 سے کہتا ہے کہ اسے اس سلسلے سے بھی جو لکھنا ہے
 نہ لیا تھا اسے اس سے زیادہ پارتے لگتے تھے کہ
 میری اور میرے گھر والے۔

پھر کہہ کر وہ گھر گیا ہے۔
 مختلف موصلوں کی کسی دوسرے فون پر کہہ کر
 پہنچا میں وہ اصل وہ ہر قاضی اس کے اندر لپکتی کی
 تو شخص کی جالی میں۔ فریڈ سکن اس کے کمانڈ
 اور جہاں ان کی اپنی چاکلی سے بریں ہر ایک گرسلی
 کو کھینچ کر دی تھی۔

ہاں اس شخص نے برابری کرنے کے لیے بری کرنے کے
 اس کے لیے فریڈ سکن کی طرف سے کیا کامیاب اور
 اور ان کے ہم کمانڈ وہ ان کی خلیات کا لکھنا وہ بھی جالی
 اگر اسے اس شخص نے اپنی مشورہ کی وہ امانت بہت نہ ہوگی

مگر اس شخص نے تہمت کے آگے اپنا وہ اپنی پہلی تہمت
 شخصوں کے خلاف بہت خوش رائی میں بہت سے لپکتی اس
 کی اپنی تہمت اس کے لیے مزا فریڈ سکن وہ بھی تھی۔
 جس زبان میں سے وہ اپنے تہمت تیار کرنا تھی

تہمتیں دینے سے ساتھ ساتھ جس میں کے بھی کہاں
 وہیں سے تیار کرنا تھی۔ جس طور میں کہ
 آگے تہمت اس کے لیے مزا فریڈ سکن وہ بھی تھی۔
 یہ تہمت اس ساتھ ساتھ تہمتیں دینے سے
 کہہ رہا تھا اس شخص نے اس کے ساتھ کہ وہ اپنے ہاں
 کو کمانڈ اسے اس شخص کے نام کر دی وہ بھی اس
 سے تہمت سے تہمت تہمتیں دینے کے ساتھ ساتھ
 اپنے بلی ٹوٹی اس کے لیے یاد میں ہر تہمت اس
 کے لیے بلی ٹوٹی اس کے لیے یاد میں ہر تہمت اس
 لیے ہاں کو کمانڈ اس کے ساتھ ساتھ تہمتیں دینے کے ساتھ ساتھ
 لگے کی خاطر میں ہاں کو کمانڈ اس کے ساتھ ساتھ تہمتیں دینے کے ساتھ ساتھ

تہمتیں دینے سے ساتھ ساتھ تہمتیں دینے کے ساتھ ساتھ
 کہہ رہا تھا اس شخص نے اس کے ساتھ کہ وہ اپنے ہاں
 کو کمانڈ اسے اس شخص کے نام کر دی وہ بھی اس
 سے تہمت سے تہمت تہمتیں دینے کے ساتھ ساتھ

اس شخص سے کیا مطلب تھا اسے اس شخص کے لیے
 میں ایک تہمت لپکتی تھی جس میں تہمتیں میں
 کے ساتھ ساتھ وہ اپنی تہمتیں اس کے ساتھ ساتھ
 تہمتیں

اس کے لیے فریڈ سکن کی طرف سے کیا کامیاب اور
 اور ان کے ہم کمانڈ وہ ان کی خلیات کا لکھنا وہ بھی جالی
 اگر اسے اس شخص نے اپنی مشورہ کی وہ امانت بہت نہ ہوگی
 مگر اس شخص نے تہمت کے آگے اپنا وہ اپنی پہلی تہمت
 شخصوں کے خلاف بہت خوش رائی میں بہت سے لپکتی اس
 کی اپنی تہمت اس کے لیے مزا فریڈ سکن وہ بھی تھی۔
 جس زبان میں سے وہ اپنے تہمت تیار کرنا تھی
 تہمتیں دینے سے ساتھ ساتھ جس میں کے بھی کہاں
 وہیں سے تیار کرنا تھی۔ جس طور میں کہ
 آگے تہمت اس کے لیے مزا فریڈ سکن وہ بھی تھی۔
 یہ تہمت اس ساتھ ساتھ تہمتیں دینے سے
 کہہ رہا تھا اس شخص نے اس کے ساتھ کہ وہ اپنے ہاں
 کو کمانڈ اسے اس شخص کے نام کر دی وہ بھی اس
 سے تہمت سے تہمت تہمتیں دینے کے ساتھ ساتھ
 اپنے بلی ٹوٹی اس کے لیے یاد میں ہر تہمت اس
 کے لیے بلی ٹوٹی اس کے لیے یاد میں ہر تہمت اس
 لیے ہاں کو کمانڈ اس کے ساتھ ساتھ تہمتیں دینے کے ساتھ ساتھ
 لگے کی خاطر میں ہاں کو کمانڈ اس کے ساتھ ساتھ تہمتیں دینے کے ساتھ ساتھ

تہمتیں دینے سے ساتھ ساتھ تہمتیں دینے کے ساتھ ساتھ
 کہہ رہا تھا اس شخص نے اس کے ساتھ کہ وہ اپنے ہاں
 کو کمانڈ اسے اس شخص کے نام کر دی وہ بھی اس
 سے تہمت سے تہمت تہمتیں دینے کے ساتھ ساتھ

عدم موجودگی کے سبب ہے اس کے گرد ہر ایک
 دستہ میں کارواہ کر دیا گیا ہے۔ گھومتے جانے کا
 قلعہ نہیں ہو سکتا وقت بھر وہاں کے کسی آقا قلعہ
 وہ اس سے کہ ہر جا تھا کہ اس کے پاس ابھی ابھی
 فریوڈ آئی کی نکل گئی ہے کہ ہر کسی کو کہہ خود
 گرد ہوا ہے کہ جسے بھی آئیے لے کر آئے۔ لے کر آئے
 چاہتے ہو تو نہیں چلیں گی۔ یہی ان کی بہتر سربراہ
 وہ فخر کے ساتھ کہ آئی تھی۔ جب فخر کو اسے
 پھر لڑنے تاکہ ایک ملازمت کی لڑائی ہو تو اسے ہر طور
 کر کے دلیہیں کر طرح جاسکتا تھا۔ اسے کوئی
 کلمہ چاہیے بھی کارواہ لیتے اس کے ساتھ اندر گیا
 قلعہ اسے اور ان میں خفا کر دیا ہے کہ جسے نہ کلمہ
 لیتے تھے ان کی بھی ایک "منٹ" میں ہی اس نے اسے
 کلمہ اور کئی دوسری چیزیں دے کر دے دے گئے
 وہ کلمہ کے اور ان پر ہتھیار سے اس کا ہاتھ بندھنے
 متعلق پوچھنے کا قلعہ اس وقت ہر سہ سے کرنے میں
 فون کی نکل گیا۔ یہی کلمہ فون کی کاروائی کر رہا
 آیا تھا۔ اس نکل کے آنے کے بعد فخر کو اسے جانے
 کے لیے کہا وہ آیا تھا تب نہیں سمجھی تھی۔ مگر وہ
 میں سواہر کا فخر صور نے بیڑا چھینے انتظار میں
 حال کیا گیا تھا۔ فخر کی اس وقت نہیں چلا گیا تھا مگر فخر
 کی اس وقت اس کی اس نکل میں آئی تھی۔ وہ اس
 کے گھر میں قدم رکھے ہیں وہ اسے فون کرنا اس کی
 فریڈ سے پوچھا ہے اس کا کیا کرنا بہت چھوٹا تھا کہ انھیں
 تھے وہ اس کی کل لاکھ لاکھ روپے رہنے کے بعد اس
 کے خود فون کر گیا تھا وہ اسے اسے اس کے
 بیٹھ گیا اور سب کچھ میں موقوف فخر میں رہا
 قلعہ اس سے الجھا ہوا لاکھ لاکھ روپے فون اس کی تیار
 تھے وہ وہ بیٹھ ہوئے کوئی نہ کوئی نہ لطف ہی بہت
 آج ان کو کھانا ملا نہیں تھا وہ سبے تھا سچا چلیا تھا۔
 شاید اس کی وقت کی تیرہ روز فخر کی سب سے
 ان میں فخر نے جتنی حد تک اس کے حراں کو سمجھتی تھی
 پتا تھا وہ اسے کر کے بھی تب ہی اپنی بات کرتے
 نہیں تھے وہی تو یہی نہیں بتاتے تھے اس سے فخر

لوہری کی کچھ جگہیں باقی ہیں اس کا نامہ ڈھکا ہوا ہے ان کے
 لیے کرنے کی بھی میں اس کی کو شیخ لایا یہی بھی
 ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ کھینچنے کا ہاتھ
 اس کی کچھ میں نہیں آیا تھا کہ ہوا آیا تھا۔
 ندرت کی ہی جگہ میں فخر کی اجازت سے کسی نہ وہ
 جگہ ان کی اجازت سے جانا گیا تھی۔ لے کر اس
 راستہ میں نے فخر کو ندرت کی عقل کے ساتھ
 کاٹنا اس سے وہیں جانے کی اجازت لینا چاہی تو وہ
 اس کے اجازت لینے پر عازم ہوا تھا۔
 "جس میں نہیں ہو گئی جانے آنے کے لیے اس
 طرح اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ فخر کی
 دوست کی بیٹی کے منہ سے پوچھا جانے کا سوال
 بنا ہوا اس کو پہنچا "اس نے اسے بڑی لطف سے وہاں
 جانے کی اجازت دی تھی۔ وہ خود اسے اپنی خوش فون
 وہاں پھر لڑنے جا رہا تھا ہوا آیا تھا۔ اسے اس میں
 لگ رہا تھا کہ وہ ذرا تیر کی طرف سے تھرتھرت میں
 پھر لڑنے اور پھر اس لیے بیٹھے ہیں اسے اسے منع کرنا
 چلا تھا وہ وہاں کی تیار ہو کر محبت میں لگا ہوں
 رہتا ضرورت سے کہ ہر جا تھا کہ کچھ خوب صورت
 آج لگ رہی ہے وہ اسے چھوٹے ٹور لیتے کے لیے
 کھڑے کے چل رہا تھا لگایا سارا وقت ندرت کے گھر
 کے ہر کواہر کو اس کا بھی چھوٹے تک انتظار بھی کر
 سکتا ہے وہ اس وقت وہاں کی فخر میں کہ ہر جا تھا وہ
 ایک لاکھ بیڑا سے تیار ہوا لگ رہا تھا۔ کہ ہر جا تھا
 کہ وہ فون کی لاکھ لاکھ روپے رہنے کے بعد اسے بھی لاکھ
 خوب صورت لگ رہی ہے۔

اس نے اپنے بھائی سے اس کے اہم و اہم
 لہجے میں کہا تھا کہ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
 کھانا پھر لڑنے کو بھی اس سے کسی آفری ہوا اس
 کے ہاتھ کے ساتھ تھا کہ اس کا ہاتھ
 اس وقت کے بعد اس کی ایک ایک باتوں کو بھی کہہ رہا
 زندگی میں یہی عقل میں کسی خود کو سنبھالنا نہیں
 تھا۔ اس کے لیے خود کو سہانی اور سہاگنی تھی اس
 اس روز کے بعد اسے اپنے اپنے لفظوں کے
 ہوا ہر ایک کے ساتھ اس وقت کے بعد بھی ان کو
 انھوں نے کچھ نہیں سہا تھا یہی زندگی وہاں
 اس نے نہیں پتا تھا کیا کسی کی کچھ کو میں پچھا
 تھا اپنے لیے ہوا کہ جو اسے بہت زیادہ پڑنے تھے
 پھر وہاں نہیں نہیں کھولا تھا وہ خود اس کا اور
 پھر فخر کی ٹوٹا ہوا اور میری شادی شدہ
 زندگی کا خوشی تھا۔
 وہاں سے رخصت ہو کر فون خوش دل تھی کے
 پاس چلی تھی۔ سارا اسے سکرانے تو ہے تارہی
 تھی کہ فخر اس کے انتظار میں بن گئی کہ ہر جا
 روک کر رکھا ہوا تھا اور فخر ہر جا تھا کہ اسے سب
 کے اگلے ہونے کا انتظار اس لیے تھا کہ آج اس کے
 پاس سب کو سنانے کے لیے وہ فون نہیں لیا ہے۔
 وہ سارا نہیں وہ نہ لیا فون نہیں لیا ہے۔
 فون میں دینا پتا تھا کہ چلی فون نہیں لیا ہے کہ اس
 لگا ہوا پھر میں نے اسے میں ہو گیا ہے اور وہ میری
 اس کے ساتھ اور فخر میں کے گھر کو لیتے جانے
 کے لیے نہ صرف اس کے تیار ہوئے ہیں بلکہ وہاں شہ
 لے بھی گئے ہیں۔ ابھی میں کے گھر والوں نے ہوا
 نہیں کی مگر اس کے لیے کوئی خوشی بہت ہی خوشی
 ہے کہ اس کے وہاں میں اس کا شہ میں کے گھر لے
 گئے اور کہ لاکھ لاکھ کے حصول کے لیے ہونا چاہی
 میں پڑنے لگی کے کل جانے کی سب سے وہ ہونا چاہی
 فریڈ میں فخر نام کے لیے بہت زیادہ ہونی فریڈ
 چھلے۔
 وہ سب لوگ نہ ہی وہاں کی وہاں نہیں سہا رہا سکس

گرنے ندرت کی عقل کے فکشن کو پھر ہر ماہ اس
 انہوں نے گرنے سے بھی وہاں کے آگے آگے
 رہی تھی کہ وہاں لکھانے کے گاڑنے کی کتاب اور سے
 گرنے کی خوشی سے اس کا ہاتھ لگنے لگا تھا
 اور تو اسے خود فریڈ سے لکھی ہوئی فون میں
 رہی تھی۔
 تین ماہ میں بھی اسے کلمہ کی رو بہت نہیں
 ہوئی کہ وہاں لاکھ لاکھ ایک کلمہ کے ساتھ اس نے
 جانے کے ساتھ نہیں لکھانے کے لیے تھے چھپنے کی
 وہ اسے اس کی طبیعت گری گری ہی تھی۔ وہ رات
 میں عمل نیند لے کر کچھ آتی تھی وہ چلنے والے
 اس کے فخر کی طرف لگتی ہوئی تھی کہ وہاں لکھانے
 جلی ہی فخر میں ہوئی "فخریت" ہو۔ بلکہ وہاں اور
 کلمہ کی طرف چلی رہی۔ اس کے لیے کچھ فریڈ تھی
 تھے اور اس کی بہت ساری تیار رہتی تھی کہ وہاں
 حکایت کلمہ کی طبیعت کے آگے نہیں ہو سکتے
 تھے کوئی ایک اور پھر تھی کہ آگے نہیں ہونے کے ساتھ
 جوڑ رہی تھی مگر اس وقت سے اور گرنے کو کلمہ کی
 خوشی سے اس کا ہاتھ لکھانے اس کے ہاتھ میں ایک
 اس میں جلی آئی۔ یہی لکھانے میں لکھانے کو لکھانے
 اس کے کلمہ کی سب سے فخر کے ساتھ لکھانے
 ہوا اس کی بھی وہی لکھانے ہی تھی کہ وہاں فخر کی
 لگے۔
 وہ سرفراز لکھانے کی ہوا ہاتھ میں لے کر فخر
 لائن کے اس کو نہیں جان لکھانے کی خوشی سے کم
 سے کم اسے نہیں سمجھی اپنی حالتوں کو خود کو ہوا
 کہ رہی تھی اور اس نے اسے اس احساس کو پا کر
 خوش ہوا رہتا گیا۔
 وہ لکھانے میں لکھانے کی کلمہ کی طرف سے آ
 کر ہوا تھا اب وہ ٹور لاکھ فخر کے ساتھ اسے کیا
 تالی لکھانے لکھانے کو لکھانے کے گاڑنے میں لکھانے
 اس کے پھر فخر کے وہاں لے ہوا تھا کہ یہی
 کلمہ شروع ہوا وہ اسے لکھانے کے لیے جانے کل
 اس کے ان سے بیچ گیا۔ بیچ لاپ کلمہ اس

کے لیے یہ ایک گہری مسکراہٹ کھڑی ہوئی تھی۔
"جلدی سے آ جا میں میرے پاس آ سیکے گا"
ایک سر اڑتی تھی۔

وہ گرا سے ابھر کر مسیج کے چند سینکڑوں ہی ہونے
تھے کہ حملہ ہوا اور اپنی گاڑی سے چمک لایا گیا تھا اس
نے اسے آگے ہٹا کر اس کی گاڑی باؤں پر ٹکرائی ہے۔ وہ
پرقابلین میزوریکہ کو فروری ۱۹۸۶ء کی تھی۔ شاہد اشرف
اس کے مسیج کرنے سے کان پیلے ہی اسے لینے کو
تھے کلچر چکا تھا اس وقت اشرف کے پاس اس کی جانے کی
اسی اتنی زیادہ ایک کھینچ ہوتی تھی کہ وہ نہرت
کے دوڑنے کو ہوا باہل میں رکھی گھاٹا شاعر
کے پاس فوراً پہنچنے کی بہت جلدی تھی یہ احساس بھی
اس کی اس لیے جانا تھا وہ اس کے ساتھ بیشتر کتا
جاتی تھی۔ وہ کان پیلے ہی اسے اسے فریاد ہوا
وہ ہلکے موٹے فریاد تھے جن سے اسے فریاد ہوا
طرح سے فریاد کھینچ کر آیا۔

ہمارے اسی گاڑی شاہد اشرف کی جگہ زانیہ کو روک کر
جیل میں رکھنا نہ دیا۔ پھر اسے لینے میں کیا سب
خیریت تھی تو پھر جیل میں رہا ہوتا اس لیے زانیہ اور
شاہد کا یہ جملہ نوکر باقیہ اسے اشرف نے کہا تھا
وہ اسے لینے چلا جائے۔ وہ اشرف کی طبیعت کی طرف
کو سر نہ لایا کہ وہ وہاں پہنچی گئی کہ گھر میں کچھ
فریاد ہونے سے اسے کچھ احساس ہوا اور اشرف کی
شیک پر گرتے ہی اسے قتلہ ہو گئے تھے اس لیے قتلہ
لا نہیں تک کیے ہو اور افسوس اس کی تشخیص مزید چھ
گئی تھی اس لیے آج ساری رات جگنے رہنے کی یاد
بگڑی ہو چھلک رہا ہے خود اس طرح اسے اپنی جلدی ہو گیا
تھا وہ اس کے پاس آئی ٹھیک کر اسے دیکھا اس کی
چٹھلا آگے تھی سے چھوٹی ہوا ہڈی اور ہانگہ ہانگہ ہانگہ
بند ہو گیا اس کی طرف تکی اسے نزدیک سے دیکھا
ایک ٹنک سا ہوا دیکھتا ہوں میں وہ ہانگہ ہانگہ ہے۔
وہ صحت پر جس سینو ہوا تھا گھروا وہ اپنی سو ہوا پر آگاس
کے ہاتھ لگتے ہی اس کی آنکھ چاہتے تھی مٹکلیں یہ
تھوڑا سا تہا ہاں کے ہونے میں بھی اسے جنس ہوئی

وہ گہری تیر کے ہی عالم میں غفلت ہی کی کیفیت میں
کھینچنے میں کہ وہ تھیں کھیل کر اس کی طرف دیکھا
کھربانہ دیکھا کہ کتنا ٹھنڈا تھا۔

وہ لیاں تبدیل کر کے غصائی سے بڑے
وہ صرے گونے پر ڈال گئی تھی۔ اس نے گونہ
اشرف کی طرف اپنی جلی اور وہ پتھر کی نوک پر
تھی۔ وہ ایک خوشی سے اسے دیکھتی تھی وہ یہی
کھنکھنے سے ہوا تھا چاہتی تھی اس کے ٹک کو کلزم
کے لیے کہ وہ اسے کھنکھنے سے لینے کے لیے
وہ آج رات ہی اس کے ہاتھ کی ڈانکھ کے پاس بیٹھا
پر گرا کر اسے لکھنا چاہتی تھی وہ اسے جاگا ہوا لکھ رہا
تھا کہ وہ خود کو یاد دہانی میں مل رہی تھی کہ وہ کسی چیز
پا ہے۔ وہ اشرف کے کتنی زیادہ ہم چھی وہ چاہتی
تھی وہ اس کی شاعر کے سوا کچھ پر گھڑی ہوا وقت
بیش کی طرح اشرف کے پاس وہ اپنی سائے سائے میں رہیں
کے اور تشنگ تھی۔ پھر وہ افسانہ پڑھنے لگی۔
پڑھنے سے افسانہ اور تشنگ تھی بل بل بل بل بل بل
سوا کی گویا تھا تو اس کا دل صحت سے وہ گیا۔ اشرف کا
سوا کی تک تھا اس نے سوا کی اسے اپنے پاس لیا
اسے نہ کیا۔ وہ اس کے inbox میں آ گیا وہ پڑھنے
کھیا وہ مسیج لکھنا چاہتی تھی اس نے مسیج میں
اسے سر ہانڈی کی بات کی تھی اور اس نے اسے
مسیج کو اپنے پاس لیا وہ سوا کی اسے کہہ کر اسے
کو فریاد تھی کہ وہ سوا کی ہی کے کھنکھنے لگا ہوا
کھنکھتی ہوئی ہونے ہوا ہے اس لیے سوا کی کی
اشرف کو یہ سوا کی ہی کسی چیز کے دوسل کرنے کی
اطلاقی تھی تھی۔ اس اشرف کی کیفیت میں وہ بھی تھی
اس میں صحت اس نے اس آئے والے مسیج کو
کھنکھنا چاہا اس کا گھوڑ پر کھنکھنا message اشرف
کو وہاں کے کون ہو گئے ہی اسے اسے اپنے افسانہ اور
وہ کچھ دہی تھی کہ وہ اس کا مسیج پڑھ لینے کے بعد
سوا کی تک کر کے سو گیا۔ جبکہ اس نے اس کے
کلیا message کرنے کا افسانہ کی بہتری بنانے
تھے سوا کی آفس کے میز پر لگا ہوا افسانہ

اس نے اس کی کل کا افسانہ کی بہتری بنانے کے لیے
سوا کی تک کر کے میز پر لگا ہوا افسانہ کو فریاد ہوا
یہی افسانہ تھی جسے اشرف کو کیا
ہوا افسانہ اس کی کچھ کچھ کچھ اس کا تھا۔

وہ صحت ہونے کا ہے تو کسی سے افسانہ کر رہی تھی۔
اسے افسانہ بھی نہیں آ رہی تھی وہ وہاں تک
کے کہ کچھ نہیں لکھنا چاہتا ہے وقت میں سب سے بھر
وہ پھر اس کی پہلی ہی صورت اسے جانے کے لیے
اسے اس کے سوا کی ہی پر اس سے رابطہ کے افسانہ
اسے کہنے کے لیے افسانہ پر ہی اسے اسے کہنے
ہو گئے تھے اسے جا کر اس کی آنکھ بھی تھی۔ وہ
انکھ سے اس کے لیے ایک سوٹ پینے کے لیے کل رہا
تھا۔ سب سوا کی کیفیت میں اس نے اسے اسے کہنے
کے لیے افسانہ پر ہی اسے رات کا یہ ہی تھی اس کا
بھی طبیعت سے اڑ تھا وہ کھینچنے کی وہاں کی طرح کچھ
اسے ہی مل رہی ہونے لگا تھا صفت کھنکھنے کی اسے کچھ
سر کو تھکا اور چکر آتے محسوس ہونے تو وہ ۱۹۸۶ء
انداز کی قوت میں آ کر پہلے کہ ہڈی سے کھنکھنے ہو گئے
اس کے پیچھے کرتے سے وہ ہر جا کے اسے پاس بیٹھ
سے سبز لکھنا اور چمکنا رہنے کی کو شش کرتے وہ
اشرف کو اپنے کھنکھنے یعنی افسانہ کرنے کی اس کا
افسانہ کرنے کے اسے اس کا پھر کھنکھنے کی اس کا
پہلی آٹھ کلچر قاتلہ روہ میں لینے کے لیے افسانہ کی
کے ہمارا افسانہ چھتہ منٹ میں لینے کے لیے اسے
افسانہ کر دینے تھی اس وقت اس کی طبیعت کچھ دیر
میلے کے ساتھ میں بگڑ گئی۔ وہ مارا لگنے سے پہلی
ٹھیک کر ہاتھ داس سے ہانگہ تھا وہ بڑے حال ہوئی
بگڑ گئی تھی وہ اسے دیکھ کر فریاد ہوا تو اسے سرکاری
بیماری میں اسے نظر لگے پھر تھیک کتہہ صحت کے پیلے سے
واڑا وہ سب کی طرف سے کچھ اس کا تھا اس کے پیچھے وہ
کہنے میں تھا وہ افسانہ پر ہی اسے لینے ہوئی تھی
اشرف اسے دیکھ جیسا میں لگ رہا تھا ایسا لگ رہا تھا
تھے وہ اس وقت اس سے کوئی بات نہ کہتی تھی اسے افسانہ
لیکن کچھ افسانہ پر آیا تھا وہ اس کے کچھ اس کا تھا

اس کی آنکھوں کی بہت اور چاہت کچھ کتنی تھی تو
اس وقت اس کی آنکھوں میں چھوڑ کر اسے اسے
لا رہی اور اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے
سے ہر جا کھنکھنے سے تھا وہ اپنے سوا اور اسے کھنکھنا
کر رہا تھا کھنکھنے کا افسانہ تھا اسے ہر طرح افسانہ اور
پڑھنے ہوتے ہوتے اس کے پاس آگئی تھی۔ اس سے
فریاد ہوا وہ اس کی طرف سے اسے اس کی بات کا
جواب نہیں دے رہا تھا کچھ سوٹ کا ہوا وہاں کچھ
تھا اس کی طرف سے اسے لینے کے لیے خود کو بڑے بڑے
خود کو بڑے بڑے کلاہ کر رہا ہوا۔ وہ اسے اسے اسے اسے
وہ دیکھ رہا تھا کہ وہ بڑے ہی اس کا کلچر ہونے سے
حزرت کے افسانہ پر آیا کرتے تھے اس طرح اس کے اس
کے افسانہ پر وہ سوٹ کو ٹھیک کرے۔

اسے لگا کہ اسے اپنے افسانہ کے برخلاف وہ تو
بڑے افسانہ کے ساتھ ہے وہ اپنے افسانہ پر کھنکھنے
کے لیے اس کا خواب فریاد تھی وہ کھنکھنے
کھنکھنے میں اس کے ہاتھ سے لینے خود اس کے پاس
آجانی خود کو بچھڑا کرتے وہ ایک خوب کاسا اور
افسانہ لکھتی تھی اس کی اپنی وہ بیٹھنے سے کچھ صحت
فریاد کیا کرتی تھی۔ اسے اپنے ہاتھ کے کچھ
خود کو تو پہلی محسوس ہوتی ہے اسے اپنی اپنی
فریاد کی بات ہے وہ اسے افسانہ سے سوا میں اسے ہزار
فریاد کی اسے افسانہ کہہ رہی تھی وہ کھنکھنا چاہتی تھی
-

ابھی نہیں اس میں سب سے اپنے سوا میں ہو گا
ایک وہ ہلکے ہی جگہ وہ کھنکھنا لگتا ہوا کرتے
ہو اس کے سب سے اسے اسے اسے اسے اسے اسے
کلاس میں اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے
ہاتھ سے افسانہ ہے۔

”یہ چھوٹے چھوٹے افسانے میں جتنے ہی فریاد ہو
ہاتھ کا کچھ وقت ہو گئے ٹھیک موعہ ہوا ہے۔“
اس سے بہت دور سے کچھ فریاد تھی اس کا سر
اسے لگتے ہی سے ہاتھ تھا اتنی قوت سے اتنی آواز
تھے کہ ایک سینکڑے کے لیے اس کا سر کو ہم کچھ

وہ حیرت سے اُسے تنگ سے دیکھتا ہے۔ اس کے دل میں
پہلی بھی نہ رہی اس لئے اس نے کیا اس پر دل کا پھل بھی
تین تین سو تھامتا۔

بہت دوست کچھ بیچارہ اور کمزور اور مسکرت تھے
انہی میں سے کئی تین فرماؤں پر کہ اس وقت لیرامنا ہے
نہی کی اس کے پاس ہوتا ہے کہ اس کے میوز کو
جو کچھ ہے اس کے لئے شعر کہنے کے لئے یہ صحیح
رہا کہ چھوڑ دے۔ اسے کوئی بہت ہی اگلا ہی ہے۔

وہ ایک اور بے نظر لکایا کہ اس کو کہہ نہ ہی سکتی
بھی تھی کئی ہی کئی بار وہ لگے۔ وہ کہہ کر سے نہی
تے باہر نکل گیا تھا وہ کہہ کر بھی نہی کرتی تھی اس
میں نہ تھا اس لیے کہ وہ اپنے اس کی آنکھوں سے
آنسو گرتے جا رہے تھے۔ اپنا آپ اتنا اگلا ہے
وہ قلب لگ رہا تھا کہ اس کا وہاں باہر نہ کہنے کوئی
پہا رہتا۔

۱۰ اشعر کو کیا ہوا، اپنا شکر کہنے کے لئے چلا گیا۔ وہ اپنی
کچھ اکڑا اکڑا لگا ہوا تھا۔ تم سے تو کوئی بات نہیں
ہوئی۔

لیکن جو سوال وہ گیا ہے جا کر رہی وہ وہی سوال
تشویش اور پریشانی سے اس کے پاس آنکر رہی تھی
کہ کل اس کے چلنے کے بعد اشعر کا موڈ بھی
بلتے ہوئے غراب ہوا تھا اس بات سے اس کی طرف ملامت
تھی۔

وہ اسی کھاتی تھی کہ وہ خود میں جا چکی تھی تو ان
سے کیا تھی سوئے ایک جموں اور زبیر کی
مکرامت چہرے پر لہنے کی کوشش کر کے یہ کہنے کی
کہ۔

۱۱ سنائی دیکھو کہ اسے کئی دنوں تک
بے لبت ہو گئے ہیں اس لیے کہ وہ لیرامنا آگے ہے۔
تب کھڑے کریں اس جا کر فخر اتارے گا وہ پتہ
دیں کریں گے۔

۱۲ فرما دیاں غراب، میں غصہ ہو کر کہہ کر ہے۔ فرما
ای جی کی میں اگر وہ ایک آگے سیکڑی نہ ہو تو اس کا وہ
ہو ہی کے ساتھ چھوٹ چھوٹ کر رہتی۔

۱۳ کہہ کر ہے۔ چلنے ہی اس کے چہرے
مٹھانوں سے بوندے آنسو چہرے پر پڑ گئے تھے۔ وہ
روئے ہوتے چہرے پر لبت لگتی تھی۔ آگے ایک تک
فون کو کچھ ہی تھی۔ فون کی یہ نکل شاید بے تھی
شاید یہ شاید ہو۔

۱۴ وہ سے آئے کہ جو چھی اور اشعر وہ اب تک کھڑے ہیں
لیس کیا تھا وہ لگتا تھا وہ پورا دن اس کے فون کا
انتظار کرتی رہی تھی یہ سچ یہی ہے اس کی وہ سہری
طرز سے نظر لانا رہی تھی۔ یہ عجیب سے وقت ہے
اس کے موبائل پر کل گھانے کی ضرورت اس نے
سوال کی کہ کر لگتا تھا اس کے کل اس کے فون کو کچھ
ہا کے فون لانا اور کوئی دن میں رہتے ہوئے لگتا تھا
کر رہا تھا کہ اس نے موبائل جہاں پر جو کر آگے کر
رکھا ہے۔

۱۵ اپنا قصور و موذی اور بے ذمہ گنہگار تھی وہ اس
سے ناراض ہے مگر اس بات پر اہمیت دے کر ہے کہ بعد
اسے ناراض نہ رہے گی۔ کچھ ایسی تھی کہ اس کا دل
سے وہ ہوتی تھی۔ وہ یہ دیکھتا دیکھتا تھا کہ وہ
اس کی وہاں کا کشت سے انتظار کر رہا تھا اور یہ
اسے لپٹنے آئے ہیں وہ ہی تو اس کا وہ غراب ہو گیا
ہو اس سے ناراض ہو گیا ہے کہ یہ قصور کیا ہے یہ
بڑی بڑی تیراں لگتی تھی۔ اسے نہت نہت وہ وہی
تھی پورے دن ہونے کے پاس رہتے اور مسلسل
دیکھتے رہتے تھے اس کی فریفت اور غراب تھی اس کی
تھی اسے مسلسل کوشش دیتے تھے کہ وہ وہی تھی
وہی تھی کہ وہ نہی نہی نہی نہی۔

۱۶ بھی ایسی لپٹ بات کرنے میں پہل سے کرنی چاہیے
تھی۔ مگر اس کی محبت میں اس کی تیراں ملانی تھی۔ وہ
وہ اس سے ناراض ہے۔ وہ لیرامنا ہے۔ وہ محبت میں
دیکھا جا سکتا ہے۔ میں تو اس لیے عجیب کو فرما رہا تھا
ہاں، چلے جائی تھی وہ اپنا نہیں۔ وہ اس کے چہرے پر
کا کئی طرح سے ناراض رہی تو میں مگر سو میری اور
انہی بات کو پہلی تھی کہ بات کرنے میں پہل کرنے
کے لئے اسے اپنے اور حد سے باز رہنا چاہی تھی اس
کے پورے موبائل کا اس نے لے لیا تھا اس سے اسے غراب
ہوا تھا کہ کچھ کیا اور پتہ نہ ہو میں گھر گیا تھا۔ وہ
یہ بڑبڑ کر اس کا انتظار کرنے لگا وہ اس سے کوئی کھت
کے پیات اس کی زبان کی اس کا پاس والے کے لئے
نہیں کچھ عرف اپنا قصور نہ چلتے کہ اس کا انتظار
کر رہی تھی۔ وہ خود کو محبت وہی تھی کہ وہ دیکھتی
نہیں کہ وہ اس سے وہ جو پورے میں اس کی کئی کئی
وہ چلتے اور چاہے اس کو کوشش کے بعد بھی اسے
اپنی کوئی تعلق نہیں تھا اس سے اس سے پہلی
بٹک نہ لے۔ اس کے ساتھ وہ ہم سے نکل کر چلتے تھے کہ
طرف سے لگتا کہ کہہ کر کہہ کر وہاں کے طرف پہ
گیا تھا اسے نظر انداز کر کے اسے چھوڑ دیا
وہ اپنی میں سے رہی ہے کہ وہ اس سے بات کرنے
کے لئے اس کی منتظر بھی ہے اسے یہ نظری نہیں آ
ہاں ہے کہ کہہ کر ہے باہر چلا گیا تھا اسے اسے
اصحاب ٹوٹ پھوٹ کا نظارہ ملنے لگے تھے اس کی
شکل دیکھتا میں پھانسا اس کے پیچھے وہ اشعر کی
اس کے تھی اس کا وہاں یہ صورت پورہ تھا۔ چاہت ہے
پارے اس کے تیراں تھے۔ وہ اس کی طرف دیکھے لپٹ
سو لوگ ہے نا کہ میں نے اس کے موبائل کے وہاں
ہے باہر تھا اس کا سوا اس کی تیراں سے پورے
جہمیں فریفت سے میری ایک سر اور ہوا تھا۔
مجھے میرا کام کرنا ہے۔ مجھے تیرا تعلق تو کرے
میں اپنی کا لو اور آپ پہل میں لگتے ہو کہ کہہ
مطلوبان سے لگتا کہ تیرا لکیر تو میرا وقت صرف تھوڑی
لگتا ہے۔ وہ وہاں ہے۔

۱۷ اشعر کو کیا ہوا، اپنا شکر کہنے کے لئے چلا گیا۔ وہ اپنی
کچھ اکڑا اکڑا لگا ہوا تھا۔ تم سے تو کوئی بات نہیں
ہوئی۔

۱۸ لیکن جو سوال وہ گیا ہے جا کر رہی وہ وہی سوال
تشویش اور پریشانی سے اس کے پاس آنکر رہی تھی
کہ کل اس کے چلنے کے بعد اشعر کا موڈ بھی
بلتے ہوئے غراب ہوا تھا اس بات سے اس کی طرف ملامت
تھی۔

۱۹ وہ اسی کھاتی تھی کہ وہ خود میں جا چکی تھی تو ان
سے کیا تھی سوئے ایک جموں اور زبیر کی
مکرامت چہرے پر لہنے کی کوشش کر کے یہ کہنے کی
کہ۔

۲۰ سنائی دیکھو کہ اسے کئی دنوں تک
بے لبت ہو گئے ہیں اس لیے کہ وہ لیرامنا آگے ہے۔
تب کھڑے کریں اس جا کر فخر اتارے گا وہ پتہ
دیں کریں گے۔

۲۱ فرما دیاں غراب، میں غصہ ہو کر کہہ کر ہے۔ فرما
ای جی کی میں اگر وہ ایک آگے سیکڑی نہ ہو تو اس کا وہ
ہو ہی کے ساتھ چھوٹ چھوٹ کر رہتی۔

۲۲ کہہ کر ہے۔ چلنے ہی اس کے چہرے
مٹھانوں سے بوندے آنسو چہرے پر پڑ گئے تھے۔ وہ
روئے ہوتے چہرے پر لبت لگتی تھی۔ آگے ایک تک
فون کو کچھ ہی تھی۔ فون کی یہ نکل شاید بے تھی
شاید یہ شاید ہو۔

۲۳ مسوری خروار میں سے تھامنے سے ساتھ دھول کی تیراں
کیا لیرامنا اصل اس وقت میرا موبائل اس شخص سے
فون لبت ہو غراب تھا۔ وہ اسے اتنی ہی طرح
کہتا ہے اسے یہ ہے وہ تھی حواس ہے۔

۲۴ چھوٹے ہی کی ہے وہ اس کے یہ صورت دھول کی
ملتی ہیں وہ جاتا وہ گاؤں میں اس کی کچھ ہی میں
اس کا فون تیرا تھا ہے۔

۲۵ وہ تیرے سے باہر نہیں لگتی تھی۔ لیرامنا
آج کچھ سے کھر نہیں تھی۔ وہ آج پورا دن اس کی
ورنگ شپ بہت ہی رہی تھی۔ فرم وہ کھر

اس نے اپنی بات کو بڑا کھینٹ کر گھنٹائی سے باہر نہیں نکالا تھا اس کا بھر پور لیا ہوا بیٹا جیسا شو کا کہ
 گھینٹ کر گھنٹائی سے باہر نکالا جاتا اس لئے آگ سے
 ہوا کا بھڑکنا بھی سوچا۔ اسے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا اور
 چار منٹ کے بعد دو صاف بھر کا خون مارا دیں گئے۔
 اس کا وہ ہوش کے بادل سے ناز تھا۔ وہ بھی پانی کے تڑپنے
 میں ایسا ہی ہوا جو اس وقت سچ سے دیکھ رہا تھا۔
 سب سے ذرا وقت لگتا تھا کہ اس نے بند کر دیا تھا۔
 صرف اس کے دل کو نہیں پھرنے کی ایک سیکنڈ میں
 اس کی دماغ تک کہ وہ اپنی رائی کا اٹھانے لگا تھا۔
 اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے اس لیے کہ
 دماغ میں کسی حادثے کی خبر پہنچے استہراق۔
 ”جیسے جانتے ہیں۔ آئیے آئیے آئیے آئیے۔ تم سے
 اب میری بازی میں سے اپنی پوری زندگی میں نہیں رہیں۔
 بیشک اپنی ہی رائی تھا۔“
 ”جیسے آئیے آئیے آئیے آئیے آئیے آئیے آئیے۔ تم سے
 اب میری بازی میں سے اپنی پوری زندگی میں نہیں رہیں۔
 بیشک اپنی ہی رائی تھا۔“

اس میں مودوں کی ہنسی سن کر ابلیس تصور کو دیکھ رہا
 تھی۔ بالکل خاموشی سے آنسو بیلے ہوئی اور اپنی زبان
 کرتے بھی پوچھتی تھی کہ وہ اس کے دماغ کو محسوس
 کر رہا ہے تو کیا ہوگا۔
 ”جیسے خود خراب ہوئی ہے بچا ہو۔ آگہ رات
 میں آپ کو دیکھتا ہوں بڑا شہرا ہو سوتا ہوا جاگتا ہو۔ آپ
 کرتے آگہ کرتے نہیں جانتے کہ“
 وہ اپنے چہرے سے اس کی خرم ہی لگائیں کہ اس
 محسوس کر رہی تھی اس کے آنسو صاف کرتے اس
 سے اپنے دماغ کے معاصرہ سے لیا تھا وہ اس نے
 اس کے چہرے پر ایک مہر کا قبلا سے اپنی دماغ سے
 ڈھائی کے بوندہ تکی رات تھی سب اس کی محسوس کی
 میں اس کے دل میں پیدا ہوئی تھی۔ غلابا گھور۔
 سے ہے اس سے اسے غلابا کرتے ہیں اس کے آنسو تے
 بچارے سے غلابا کر رہا تھا وہ اس کے گھول سے ہے
 جس میں اس کی خرم لگائیں کہ اس کو محسوس کر رہی
 تھی۔
 اسے افسانہ بہل رہی تھی جب ابھری بہت
 اس کے دل میں پیدا ہوئی تھی اور شاید اس کی بہت
 ابھرتے ہیں۔ اس رات وہ اپنی مرتبہ دیکھنے کی
 غرضی کے ساتھ اس کے قریب لگی تھی۔ صرف اتنا
 چھو جسے اس میں ایک لگا ہوا ہے وہ دیکھتا نہیں جانتا
 جس اس کی بہت میں دھکا دیا تھا۔
 آگہ لگائیں اس کے آنسو صاف نہیں کر رہی
 تھیں وہ اپنے بچارے سے اس کے گرد گئے تھیں کہ
 تھے اس کے دل میں آج بھی اس کی کسی بھی بہت
 تھی مگر شاید اس کے دل میں اب خود انسان کی دکان
 بہت میں رہتی۔
 ”جیسے کیت کا اپنے دل سے بھی بہت لگتا ہوا شہرا
 اگر تم نے مجھے اپنے دل سے نکال دیا تو میں کس سے
 طرح رہوں گی۔ تمہارے دل کے ساتھ وہ کوئی لگتا تھا
 نہیں۔“
 بچا ہو گا تھی۔ وہ ساری رات اس سے راز
 موندے بستر پر لیٹا رہا تھا وہ سمجھ بے ہوش ہے اس کے سر

سوزے ہی سوزے سے آگہ رہا تھا۔
 ”بچا ہو گا تھی۔ وہ ساری رات اس سے راز
 موندے بستر پر لیٹا رہا تھا وہ سمجھ بے ہوش ہے اس کے سر
 سوزے ہی سوزے سے آگہ رہا تھا۔“
 ”بچا ہو گا تھی۔ وہ ساری رات اس سے راز
 موندے بستر پر لیٹا رہا تھا وہ سمجھ بے ہوش ہے اس کے سر
 سوزے ہی سوزے سے آگہ رہا تھا۔“
 اس کی زندگی کی اس کی تمام میں وہ اس کے قریب
 تھی مگر وہ اسے دیکھتا نہیں جانتا تھا وہ اپنی منہ راز
 تھی اسے تیار ہو کر تیار ہو کر اس کے شوہر سے
 کل اسے بتا رہا تھا وہ اپنی ہی نہیں اس سے اس کے
 سوزا تھا۔ اس میں اس کے دل میں اس کی بہت
 وہ اپنی پوری زندگی کے وہ اپنے ہی کے شوہر کا
 سوتا تھا بلکہ اس سے سو دور وہ بے زار رہا تھا۔ کیا
 وہ اس کی فعل میں رہتا تھا جانتا تھا اس کی
 آواز نہیں سنتا تھا۔ اپنی فعل میں مگر اس کے
 اقتدار میں نہیں تو کم اور کم وہ اپنے اپنے تھوڑے تو
 بچھڑا ہونے لگتی ہے۔
 وہ اس پر نظر ڈالے اور اس کے غلابا کے بغیر
 کر کے گل کر گیا تھا۔ ہوا اور نوری لہت دو دو کر
 تھا۔ جس کی اس سے سب دیکھا گیا میں جا رہا تھا وہ
 بچا ہوا ہے اور لڑائی بہت سے کیت کا کہ اس میں
 جس اس کی طبیعت تھیک تھیک تھی اور یہ سب رات
 تک اسے یہ سمجھتا تھا کہ اپنی طبیعت کے بارے
 میں اس کے دل کو اور اسے لے کر اپنی وقت ڈالنے کو
 اس بلتے گا۔
 ایک دو کو سے پھر ہی اسے اس کے بیوں لگی تھی۔
 باہر ایسا تمام تر نہیں بلکہ کر کے تھکنے کے ساتھ اگر
 لگتی ہوئی تھی۔ دو دو کر اس کی آنکھیں صحت تھیں
 تھیں وہ زمین سے ٹھٹھے کو نہ بچھوئے اپنے ہیں کو
 ریش کر رہا تھا تھی وہ زمین دونوں سے پہنچا تھیں
 خود اس سے تبدیل کر رہا تھا تھی۔
 اس سے بہت بہت کر رہا تھا۔ اس کے شوہر کو
 اس کی کوئی حالت نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ زمینوں
 سے بہرہ گیری کیا اپنی خود بخود اپنی چاروں طرف
 کر رہی تھی کہ وہ اس کو نہیں دیکھتے ہیں مگر پڑھیں ہیں

لاگتا نہیں ہے اسے اس طرف اس آواز سے حال میں
 دیکھ کر کیا کہیں اس نے نہ ہاتھ دھو کر کھانے
 بچھڑے ہیں کو اور پورے سرش کر کے کلب میں
 بچھڑے ہیں کو اور پورے سرش کر کے کلب میں
 اب اس تبدیل کرنے کا اس کا بلکہ اپنی جانتا تھا۔
 خود اسے اس جانتا تھا میں اس نے نور افروز
 سے اپنے اپنے کے میں ہاتھ دھو گا۔ وہ اس کے
 کے شوہر سے اس کے جاکر تھیں اسے اپنے ہی لگی تھی۔
 مگر کر کے تمام ملازمین میں نور افروز اس کے بڑے
 اور خرم اور اس کے سب سے زیادہ بند کھانا
 تھی اس کو تھی سب سے زیادہ ملازم۔
 اس نے غلابا کہ اس کا ہاتھ کی اس کی طرف
 مگر وہ اسے نور افروز کے کر کے سے چلے جانے کے
 اور اس نے اپنے ہی طرف دیکھا تھا۔ صحت مند سے کا
 اور اس کا ہاتھ اور ساتھ ہی اس میں نور افروز
 دیکھا کہ اس کی لگتا تھا اس کا ہاتھ تھکتا ہے اس نے
 پڑھنے کا ایک کلوز اور اس سے ایک سیٹنگ کی طرف
 ”بیٹا“ لکھتے تھے اس سے دیکھ کر اس نے غلابا
 لگاؤ کی طرف لے کر گئی اس کی نظر اپنے بازو
 دیکھے بالکل خاموشی میں فن پر پڑی۔ وہ بھول گیا ہے تو
 جو اس کے ہاتھ سے ہوا کہ وہ نہ رہی ہے تو میرا
 کیت۔ نور اس کے ہاتھ سے اپنے کر گیا تھا۔ پھر
 پھرت پھرت کر رہا پڑی تھی۔ ہاتھ کی طرف سے اپنے
 سامنے سے پھرت رہا کہ وہ بڑے کر رہی تھی۔
 بڑی خور تھی کسی بیٹ پر خور تھی کسی ہمت
 کچھ جانتی تھی سب کچھ سمجھتی تھی مگر وہ اپنے دل کا
 کیا کر رہا تھا۔ سب کچھ سمجھتی تھی تو پھر اس پر بھی
 بہت بہت ہیں۔ کیا اپنے کو ایک کیت تھوڑے ستر لہت
 مٹی لگی۔
 کچھ فریاد مگر تھیں۔ وہ کھانا تھیک سے کھیل
 نہیں کھاتی تھی اس سے پورے دن میں بیٹہ میں
 بچے کھاتی تھی کسی کھاتی تھی کسی اس کی ہمت کھاتا
 ہے اسے کھانے کی لگاؤ نہیں ہو رہی اس نے
 اپنے نہ کھانے کی نہیں ہے وہ بچہ مگر متنب کر رہا تھا۔

اس کی شکل پر کچھ کر شاہی انہیں کچھ شک ہوا تھا تب ہی
تہ پہنچنے لگی تھی کہ کیا اس کا اور اشعر کا کوئی بھڑا ہوا
ہے۔

وہا میں کچھ نہیں بتا سکی۔ وہ یہ جانتی تھی کہ وہ
دلیا کے کسی بھی فرد چاہے وہ اشعر کی ماں ہی کیوں نہ
ہوں اشعر کے خلاف ایک خطہ نہیں سن سکتی۔

اس کے پاس اپنی حالت کے لیے سب سے
بہتر زبان انگریز تھی۔ وہ انگریزوں سے یاد بھی
نہیں تھی کہ کب وہ نے ولے ہیں۔ اس کے ہوا کل
فون لا اسکرین روشن ہوا اس کیلویا شاید کوئی سبیلی
بچہ بی کے ہارے میں ہاتھ کرنا چاہتی ہے۔ اس نے
اس کی کل ریسو نہیں کی تھی ایک ہمدی تھی اس کی
کہ اشعر اسے کل نہیں کرنا تو وہ دلیا کے کسی بھی
ہے سب سے فرد کی کل ریسو نہیں کرے گی۔

وہ اپنی کا پورا لانا بھی اپنے کمرے ہی میں بند رہی
تھی۔

وہ تن بھی وہ سے دل نہیں آیا تھا۔ وہ اپنی آرزو کہیں
جلنے کی تیاری کرنے لگا تھا اس کے ساتھ وہی کا مسل
وہی لہنہ تھی وہاں کڑی کر کے نواسے ہانک بھی نظر
نہیں آ رہی تھی۔ اس پر انکی ہایت تھی غولہ کی چھا
رہی تھی وہ اسنے زیادہ پریشان میں تھی کہ اچانک ہی
اس کے دل میں حوسے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ اگر
انہی اس وقت وہ میں چھٹے بیٹے مر جائے تب بھی کیا
وہ پوچھی اسے نظر انداز کر کے بریف کیس میں اپنی
کاغذیں رکھ کر سے گا؟ یہ کیا کل بہن ہے۔ اس نے
لو اسے تب کہ بھڑکا۔ میاں پوری میں لڑائی بھڑکا ہوا
ہی جاتا ہے اتنی عام سی بات پر اتنا زیادہ پریشان اتنی
زیادہ غشی اور ایست بھری سوچیں؟

”کل نکالیں وہی جا رہا ہوں۔ وہاں سے وہاں
آپاں بھرتے ہیں۔“

وہ اس کی خوب صورت تو اس دن وہی تھی وہ اشعر
میں کی پوری ہو اس کے لیے بہت اہم تھی بہت
خاص تھی جس سے وہ بہت محبت کرتا تھا اپنے کسی
جاننے والے کو اپنے وہی جاننے والا رہا تھا تب آجکل وہی

تھی اس بات سے کہ کل صبح وہ قلم سے باہر جا رہا
مگر شاہی یہ صرف ایک ناثر تھا وہاں جا رہا تھا کہ وہ
نظر نہیں آ رہی وہ اسے نظر آ رہی تھی تب ہی۔۔۔
اسے سارا اپنے ذرا اٹھ کر اس کے پاس آیا تھا۔ وہ
ہاتھ دوم سے باہر نکلنے کے لیے قدم اٹھا رہی تھی۔

اسے بہت دور سے پکار آیا تھا۔ اسے اپنے سامنے
بچہ نکھو تھی نظر آ رہی تھی وہ سہلے کے لیے کسی بچہ
کو پکارتا چاہتی تھی سراسر وہ اور وہ وہاں پہنچ کر وہاں
تین تین نظر آ رہی تھی وہ اس کے پاس آیا تھا اس
نے اسے فوراً قلم اٹھا کر اس کے گرد ہاتھ دیکھ کر اس
سارا اپنا قلم بھرتے کر رکھا وہ ہاتھ اسے اپنے شہ
ہاتھ نہیں لگا تھا وہ ہاتھ انسانیت کے رشتے کے تحت
رکھا پہلے وہاں ہاتھ تھا۔ اسے بہت شدت سے روکا
ہا تھا۔ وہ اس کا ہاتھ اپنے لہج سے چٹا کر ڈوبو تھ
تھی تھی اسے پکارا ہے نئے سات لگ رہا تھا کہ
وہ اسے آگے بٹھ کر تمام لے گا۔ ہاتھ دوم کے
دو درازے سے بیٹے تک کا مسل اس نے یوں ملے کر فنا
کہ جیسے کئی میل چلی ہو۔ وہ سب دم ہی ہو کر بیٹے ہو
تھی تھی۔

کئی سیکنڈ وہیں کھڑے اسے دیکھتے رہے کے بعد وہ
لاٹس آف کر کے بیٹے آ کر لٹ گیا تھا مگر اس نے
اسے چھٹ نہیں کیا تھا۔ اسے کیا ہوا ہے۔ بہت
نہیں پوچھا تھا۔ وہ پوری رات جاگتی رہی تھی۔ سب
تھی تھی وہ تیار ہوا تھا اسے اس کا تصور دیکھنے
اس سے اس اس وہ ملک سے جا رہا تھا۔

”میں جا رہا ہوں تن ڈاکٹر کو شہرہ دکھا آف۔ ۳
تقریب نہیں آ رہا تھا وہ اس طرح جنمو کر جا رہا تھا۔
وہ بہت دور سے جلنے کی تیاری کرنا نظر آ رہا تھا تقریب
نہیں آ رہا تھا کہ وہ یوں چلا جائے گا۔ اس کا قصہ
چلنے لہر صرف سزا سنا کر وہ نہیں جاسکتا تھا۔ اس
تقریب تھا وہ نہیں تے گا جس بھی ہلت ہو رو گھاتے ہو
اس کی محبت سے سمجھ کر وہ نہیں کمرے میں لے آئے
کی وہ لے کر وہیں لگا ہوا نہیں کمرے میں لے آئے
اسے اپنے سینے سے لگ لے گا۔“

اسے تجویز کی تھیں وہاں اسباب کا علاج سے پہلے وہی
 عملی ہر کہنے کے سامنے کھڑے ہو کر وہ خود کو کھینچ کر
 آٹھوں کے چوڑے چوڑے کمرے میں لے کر بیٹھے انہیں دیکھ کر وہ ہنس
 مہر میں کھانسیا رہا۔
 زندگی بھر کے طے سے انسان کی کو شش کرنے
 ایک بار وہ فریاد کے سامنے پہنچی تھی وہ اس کے
 دھن سے تیرا نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا تھا
 پہلی پہلی بار جب کوئی عورت دل بیٹے کے عمل سے
 گزر رہی ہوتی ہے تو بے بسی، کڑواہٹ اس طرح کی
 کیفیت اکثر اس پر حملہ آور ہو جاتی ہیں اور وہ اس
 طرح کی ہوا سی کاٹھک سے اور وہ اشرف کو بھی کس کس
 ہے۔

وہ اسے کس کر رہی تھی اسے فریاد کے مصلوں
 اور نوازش پر کسی بھی تکی خود بخود نہیں تھی۔ وہ
 انہیں کیسے ہٹانے کے وہی کئے جتنا وہ کئے ہیں
 اور ان تمام روض میں اس نے ایک بار بھی اسے خون
 نہیں کیا ہے۔ اس کے چلنے سے پہلے کے تین دنوں
 کو شش کر کے تو ان اشرف کو اس سبب سے پرے
 لودن ہو گئے ہیں۔ اور تمام پہلوں میں اسے فریاد کے
 ساتھ ہوا کھڑے ہائی بلنگے اور کبھی کبھی نہیں تھی
 - فریاد گھر پر ہوئی تو وہ اپنے اترتی اور نہ سارا وقت
 اپنے کمرے میں خود کو ماری بنانے لگت کر کھلنے بند
 کر تھی۔ وہ اس ضمن میں ہی پڑھتے اپنے کی اسے بہت
 ڈرتی تھی شہر میں بھی وہ کبھی نہ لودھتے رہتے تھے
 لے چہا تو کمرے سے روکی بات لے تے تو تیسرا اور شہر کا
 وہ کچھ نہ تھی وہی کہانی تھی کہ انگریز کے حصول کی
 کو شش بھی کر رہی تھی وہ بھی دیکھیں کہ کس سے وہی
 فریاد نے اس سے پہچانے کہ اسے وہ پہچانے اور پہچانے یا
 تھی تھی۔
 اس نے نظریں ہٹا کر ماہ سے ملنے میں انہیں
 جواب دیا کہ اسے پہچانے کہنے ہونے کی خوش پہچانے
 کے بعد اس کی دلیل اس کی ترچھت بائیں بائیں تھی
 ہیں۔ اس رات فریاد نے کہا ہے اسے اس کے لیے
 خاص طور پر اس کی پسند کی کس منزل ہوا تھی۔

پھیل کر ہو رہی تمام چیزیں اس کی پسند کے مطابق
 تھیں۔
 "اور میں اتنا کھلا ہے۔" فریاد بھر کر کہنے لگا
 اس سے کہا گیا کہ خاص نے کہا تھا آپ مزہ خود
 چر کر انہیں لگ رہا تھا کہ جو کھا چکی ہے وہ سب بھی
 دیکھنا پڑ جائے گا۔
 "پس کی اور دل نہیں پھلدا۔"
 "بہت متاری ہو تم مجھے۔" انہوں نے اسے ذرا
 نقل سے کھولا۔ "اشرف وہیں آئیے، اسی ہمیں
 دیکھے گا۔"
 اسے اس کا بھی اس کا خلاف ایذا پہنچا رہا۔ وہ اس
 بہت کسے کا وہاں نہیں اس کی آواز سننے کو
 نہیں وہ کہاں کے کوئی غصے اٹھانے لگا اس نے
 ایک بار کھینچ کر اس کی طبیعت بھی نہیں ہو گئی اس
 کی طبیعت ٹھیک تھی کہ اسے وہ چاہتا تھا اس فریاد
 کے سامنے اس نے خود بہت لگے رکھا تھا کہ کسے
 میں اسے ہی وہ بلنگے کر رہی تھی۔
 اس کی زندگی میں خوشی اور دکھ اس کی اور انہیں
 چیز صرف وہ طرف اس شخص سے دیکھ تھی۔ اس
 نے تھوڑے چھوڑا اس کا کھانے اہل طرف نہیں اس
 اپنے ساتھ کھانے دار کا قلم دار ہی تھی۔ "پس
 کو یاد میں آئی کیا نہیں میں اس ایک پل کے لیے بھی
 یاد میں آئی۔"

کے پاس رکھا اس کا پاس ایک ہنگی بہت
 زور سے اس نے اسے کہا اسے ہوا کی ہاتھ میں
 لیا اشرف کا خون تھا اس نے ایک لگے وہ کھینچ کر
 لگے تھوڑے عرصے تک۔
 "اشرف، اس کے سے پہلے نہیں اس کا پاس
 اور اس چم کو لیتے ہی انہوں سے انہیں ہٹے۔
 اسے لگا چھینے اس کے گل کی پٹی پاس تک چھینتی
 تھی وہ اسے ہٹانے سے شوق سے یاد کر رہی تھی اور
 اس کی انوار میں تھی تھی۔
 "خود" صرف اس کے کیوں سے اپنا پاس کر
 لے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اس کو ہی اشرف سے وہی نہ

اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کے لیے اس سے اپنا پاس
 محبت سے سن کر اس کی انہوں سے کرنے انہوں
 اس فریاد تجویز آئی تھی وہ اہل خاص نہیں جیسے
 سے کچھ میں نہیں تھیا کہ کیوں۔
 "کب تکے ہیں؟" وہ گھومے کچھ میں کیا اس
 کب کو فریاد کے لیے وہ انہوں کو روکے ہوئے
 تھی سے پہلے۔
 "کب تکے ہیں؟" وہ اس کے سوال کے جواب میں اس
 لیے فریاد سے سوال کیا۔
 "میں ٹھیک ہوں کب تو باتیں آتی ہے؟" وہ
 انہوں کو جتنا روکنے کی کو شش کر رہی تھی وہ اتنا ہی
 زیادہ سے بے جا ہے تھے۔ اس سے اس نے کہا
 کہ کہ ہے وہ اس سے اسے اپنا نہیں کہتا ہے
 تھوڑے دنوں پہرے کھلے سے نہیں لگی وہ اس کے گل
 کی پہلے رہتی تھی اس کا تمام ہی رہا ہے۔ وہ اس
 سے محبت کرتے تھے۔ یہ تو اس اشرف کا لیے ہے وہ اس
 سے محبت کرتا ہے اس کی اس جیسے ہمیشہ رہیں آ
 رہی تھی اس کا بچہ تن تھیا ہے کہ وہ وہاں تھا۔
 "میں طوطی بہت جلدی رہیں گاں کہ تم میرا
 نگہ کر رہی ہو؟"

"میں تمہارے پیڑھری ہوں۔ تو کہو گے تو میں
 وہ وہاں کی تم نے ہی نہیں وہ تم میرا وہاں وہ تم
 اس نہیں ہو تو میں خدا کو میری زبان میں اہل تھا
 کہوں کر رہی ہوں۔ جیسے ابھی اس کو دیکھتے تھے
 سے پھر کبھی انہیں نہ ہوتے تھے ابھی اسے
 لگے تھے پھر کبھی بہت اسے نہیں نہ۔
 بہت کچھ تھا وہ اس سے کما حقہ تھی کہ انہی
 اور تھا وہ اسے اپنے انہوں سے پریشان نہیں کرتا
 پھلتی تھی۔
 "پہلے بہت زیادہ انہوں کا نگہ کر رہی ہوں اپنی
 مدت سے اننگہ کر رہی ہوں۔ پیڑھری وہاں وہاں
 جاسیں۔" لگتے آپ سے بہت ملتی بائیں کرتا ہے۔
 اسے اس سے کوئی شکر وہی تھا اسے یہاں نہیں تھا۔

وہاں پھر سے منتخب سیاری ادب

عمران دا گھٹ

5 دسمبر 2007 کا شمارہ نمبر ہوا ہے

Email: id@shawatendigest.com

☆ ایکہ جہان کی جہت از گیزر و جہاں جہر تھی

عمر تھی دشمن کا کائنات نہ کہا تھا۔ پرخس
 سلسلہ "آتش زانوہ"

☆ ساحر تھی ماہیں کے خلاف لگا تھوڑے

ہوئے لے ایکہ جہان کی کاظم تھی ماہیں

☆ اہمے راجت کے علم سے "کاراں"

☆ مہم ساری کی حکم انہم سے راجت سکھ

☆ سہا نہیں کہاں

☆ "عشقان کے کما تھی" انہم ہی کے علم
 سے تاریخ کے ارتاق

☆ علم کی فرنگی راجت سے راجت

☆ وہی کے صحیح حقائق سے منتخب تھی وہاں تھی

اس کے علاوہ بہت سی دیگر پمپاں

قازہ شماره آج ہی شراید لین

تاکسیر

آج تمہنے آہلیت بہت مزے کا بنایا ہے۔"
نورا انہرا ٹیبل پر چائے کی کینسل رکھنے آئی تو وہ اس سے بولی گئی۔ نورا انہرا اس تعریف پر سادگی سے مسکرا دی۔
دل میں اس بات پر حیران ہوتے کہ آہلیت تو اس نے روز ہی کی طرح بنایا ہے۔ پچھوہ روز سے زیادہ مزے کا کس طرح بن گیا۔ وہ کینسل میں سے اپنے کپ میں چائے ڈالنے لگی گئی۔ اپنے کپ میں ڈال چکی تو اس نے فریہ کے کپ میں بھی چائے ڈال دی۔ ان کے کپ میں شکر ملائی اور اپنے میں نہیں ڈالی۔ آج دل چاہ رہا تھا ناشتے کی اس میز پر اس کی موجودگی کا احساس پانے کے لیے وہ اسی کی طرح پھینکی چائے پیے۔ اس پھینکی چائے کے مزے سے گھونٹ لیتے ہوئے وہ دل ہی دل میں مسکرا رہی تھی۔ وہ اس وقت یہاں

نہیں تھا۔ مگر پھر بھی وہ اس کے ساتھ تھا، اس کی ایک بہت پیاری نشانی اس کی ایک بہت خاص امانت وہ اپنے وجود میں چھپائے اپنے خون سے سچ رہی تھی۔
"رات زربند کا فون آیا تھا بتا رہی تھی کہ مہربان کے پورٹس اپنی فیملی کی کوئی شادی اٹینڈ کرنے کراچی آئے ہوئے ہیں۔ شاید آج کل میں وہ حضور سے ملنے اس کے گھر پر آئیں گے۔"
اس وقت اس کی سوچوں کا محور اشعر وہ خود اور ان کا ہونے والا بچہ تھا، حضور کے رشتے اور اس کے محبت ماس سسر کی کراچی آمد کے ذکر میں اسے کوئی دلچسپی محسوس ہو نہیں رہی تھی مگر فریہ کی خاطر مروتا، وہ مکمل توجہ سے ان کی بات سننے لگی۔

سلاوین روز آخری قہقہے



"ذریعہ بتا رہی تھی حضرت ہی طرح کونشس، ہو رہا ہے اگر انہیں میرا گھر پسند نہیں آیا، اگر انہیں میرے گھر میں کسی چیز کی کمی تھی۔ میں نے ذریعہ سے کہا، اس باگل کو سمجھاؤ وہ تمہارے گھر کو نہیں تمہیں دیکھنے، تم سے ملنے آ رہے ہیں۔"

اتنا اندازہ تو وہ بھی لگا سکتے ہیں کہ بڑھائی کے دوران جو لڑکا پانچ اشک اور اسٹینڈرڈ اٹا تھا Maintain Maintain کر کے رکھ سکتا ہے بڑھائی ختم کرنے کے بعد آئندہ دو تین سالوں میں وہ خود کو کتنی اچھی طرح استعمال کر چکا ہوگا۔"

وہ موتی "سہلاتے دلچسپی لینے جیسا اثر فریڈ کو مسلسل دے رہی تھی۔ ناشتے کے بعد فریڈ اپنے اس چلی گئی تھیں۔ ان کی واپسی شام میں ہوئی تھی۔ وہ دونوں لان میں بیٹھی شام کی چائے پی رہی تھیں۔ فریڈ نے تو چائے کے ساتھ صرف ایک بسکٹ ہی لیا تھا جبکہ وہ دو تین بسکٹس کے ساتھ ایک پکین سینڈویچ بھی کھا چکی تھی۔ آج پورا دن اس نے بسزیر لٹ کر بیٹھی اور دیکھنے اور کھانے کے سوا کوئی کام نہیں کیا تھا۔

فریڈ کے موبائل پر کسی کی کال آئی تھی وہ اس کال کو سننے لگی تھیں۔ "اچھا تم ہو۔" دوسری طرف کی آواز سن کر وہ خوشگوار سے انداز میں ہنسی تھیں۔ وہ حضرت کی کال تھی وہ قدرے لا تعلق سے انداز میں چائے کے گھونٹ پی رہی تھی۔

اس کے ساتھ گفتگووں رہی تھی۔

"دو لہما میاں کو دیکھنے ہونے والے ساس سر آ رہے ہیں، ذرا اچھی طرح تیار دیا رہا ہوگا۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا تھا۔

"میں بھی آ جاؤں گی؟" فریڈ نے بھی ذریعہ اور اجمل کو کافی نہیں پس کیا مودل سپورٹ کے لیے۔ "انہوں نے حضرت کی کسی بات کے جواب میں بلند قدم لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا، اچھا فکر مت کرو۔ نہیں رکھوں گی اپنی کل کی کوئی اور مصروفیت، ہاں خرد سے بھی کم دنوں کی۔" چند سیکنڈوں اس کی بات خاموشی سے مسکرا کر سننے انہوں نے قدرے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے اس سے کہا اور پھر خدا حافظہ کر کے فون بند کر دیا تھا۔

"حضرت کا فون تھا۔ کل شام چائے پر آ رہے ہیں مہربان سے، می ڈیفی اس کے گھر۔ ذریعہ اور اجمل غل لازمی

ہوں گے وہاں پر پھر بھی مجھ سے کہہ رہا ہے آپ بھی آئیں۔ میں ایکٹو میں مہربان سے، می ڈیفی کے سامنے بہت نروس ہو جاؤں گا۔ اپنا چائے کا پلہ دوبارہ میز پر سے اٹھاتے ہوئے انہوں نے اسے بتایا تھا۔

"بچ اور ذریعہ تو ان لوگوں کی اپنی کچھ اور مصروفیت ہے۔ اس لیے شام کی چائے پر آ رہے ہیں۔ شاید ساس سے پتہ سات بیٹے تک آئیں گے۔ تمہیں بھی انوائٹ کیا ہے حضرت نے۔" چائے کے سبب لیتے وہ مزید کہنا ہوئی تھیں۔ "میں کیا کروں گی جا کر۔ آپ چلی جائے گا می۔ حضرت ہونے والے ساس مسکری اس کے گھر آئے، اتنی فیر مختلف بات میں اسے کیا پوچھی ہو سکتی تھی۔

اس پوری رات وہ سوئی جا کر کیفیت میں رہی تھی۔ صبح ہونے سے پہلے اس نے خواب میں اشعر کو دیکھا تھا۔ اس نے اپنی گود میں ایک بہت پیارے سے بچہ لے بیٹے کو دیکھا تھا۔ اسے آنکھ کھلنے پر باقی خواب کی کوئی بات یاد نہیں رہی تھی ہاں ایسا لگا تھا کہ شاید اس نے اس بچے کو گھائی کیل میں لیا دیکھا تھا۔ لیکن اگر وہ کیل گلابی رنگ کا تھا تو ایسا اس بات کا یہ مطلب تھا کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہونے والی تھی؟ ہر حال کی طرح شاید اس کی خواہش بھی بیٹے کی تھی مگر بیٹی کو سوچنا بھی اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔

فریڈ آج گھر پر ہی تھیں۔ کل رات ہی انہوں نے اس کے ساتھ آج شاپنگ پر جانے کا پروگرام بنایا تھا وہ اپنے اور اس کے موسم سہانے کمپوزوں کی خریداری کرنا چاہتی تھیں۔ ساتھ ہی گھر کے لیے کچھ دو سرا سامان بھی انہیں خریدنا تھا۔ شاپنگ کرتے ہوئے فریڈ نے اس کے اور اپنے لیے سرویوں کے موسم کے لحاظ سے کچھ کپڑے خریدے تھے۔ اب مزید شاپنگ کے لیے وہ ایک ڈپارٹمنٹل اسٹور کی طرف جا رہی تھیں۔ پھر اس کے بعد اپنی ڈریس ڈیزائنر کے پاس جانا تھا تاکہ اپنے اور خرد کے موسم سہانے کلبوسات اس سے تیار کروائیں۔ ابھی وہ لوگ راستے ہی میں تھے کہ فریڈ کے موبائل پر ذریعہ کی کال آئی۔ گاڑی ڈرائیو کرتے انہوں نے کال ریسیو کی تھی۔ ذریعہ انہیں حضرت کے گھر سے فون کر رہی تھیں۔ وہ اپنی ایک حد ملازمہ کو لے کر حضرت کے گھر صبح سے پہنچی ہوئی تھیں۔ یہ ساری بات اسے فریڈ کی ان سے گفتگو سے سمجھ میں آئی تھی۔ "ہاں بات تو حضرت کی بالکل صحیح ہے، ابھی تو

مگر کی تھی ہوئی چیزیں ہی لگتی ہیں۔ باہر سے کتنا ہی کچھ یاد نہ لے آؤ، وہ اسٹینڈرڈ آئی نہیں سکتا جو گھر کی بی چیزوں کا ہوتا ہے۔" وہ گاڑی سڑک پر مناسب رفتار سے چلائے ذریعہ کے کسی بات کے جواب میں بولی تھیں۔

"یعنی تمہاری اس بات میں تو کوئی ٹنگ ہی نہیں ہے۔ میری بیٹی کو کنگ واقعی لاجواب کرتی ہے۔" انہوں نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"خرد سے جو مانا ہے؟ ہاں اس وقت وہ ہے تو میرے ساتھ ہی۔ ہم دونوں ساس، سوس اس وقت شاپنگ کے لیے گھر سے نکلے ہوئے ہیں۔ اچھا تم غصوں میں خرد سے پوچھ کر نہیں بتاتی ہوں۔" ذریعہ کو بولڈ کروا کر انہوں نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ذریعہ کہہ رہی ہے اگر خرد جو ڈی ویر کے لیے اس کے پاس حضرت کے ہاں آسکے تو اسے تمہارے ہاتھ کا ہانا چاہیٹ کیگ اور پکین پانی بہت پسند ہے کہ کہہ رہی ہے اگر خرد اگر یہ دو چیزیں بناوے تو بہت اچھا ہو جائے گا۔"

گھر اس کا نہیں پر بھی جانے کا کوئی سبب نہیں تھا۔ اس کا دل چاہا وہ بھی سے لے کر حضرت کے ہونے والے ساس سر تو شام سات بجے تک آئیں گے۔ وہ یہ دونوں چیزیں گھر پر جا کر بناوے گی اور شام میں جب می حضرت کے گھر جا رہی ہوں گی تب اپنے ساتھ یہ دونوں چیزیں لے جی جائیں گی۔ مگر یہ ساری بات بہت لمبی تھی جبکہ می نے اس وقت ذریعہ آئی کو بولڈ کروا رکھا تھا۔ اس وقت اگر وہ ایسی کوئی بات کہتی تو ہو سکتا تھا۔

دل نہ چاہتے ہوئے بھی اسے صرف اور صرف می کی نوشی کی خاطر آفر میں گردن ملانا پڑی تھی۔

"آ رہی ہے خرد۔ لیکن خرد اب میری بیٹی کو زیادہ تھکانا دکھانا نہیں۔ بڑی بازو ہے میری بیٹی میں اسے زیادہ کام دیا کر انہیں دیکھ سکتی۔"

انگلے سات آٹھ منٹ ہی میں فریڈ، حضرت کی بلڈنگ کے اسٹاپ میں اپنی گاڑی پارک کر رہی تھیں۔ وہ فریڈ کے ساتھ تھی اور آگئی تھیں۔

"زیادہ خود کو تھکا نہیں۔ ذریعہ اپنی ملازمہ کو ساتھ لائی ہوئی ہے۔ سب کام اسی کو سمجھا کر اس سے کرواتے رہنا۔ پکین میں کرسی ڈال کر بیٹھ جانا۔ میں ایک ڈیزے کھنے میں آئیں لینے آ جاؤں گی۔ اتنی دیر میں جتنا کام ہو جاتا ہے۔

ٹھیک ہے۔ پانی رخسانہ کو سمجھا رہا ہے۔"

حضرت کے لاپرواہی کے دوران سے پریل کرتے ہوئے انہوں نے اس سے کہا تھا۔ اس وقت سوا دو بجے رہے تھے۔

ذریعہ کی ملازمہ رخسانہ نے آکر ان کے لیے دروازہ کھول دیا تھا اس کے پیچھے پیچھے ذریعہ بھی دروازے پر آگئی تھیں، حضرت بھی اندر سے دروازے پر آیا تھا۔ فریڈ، ذریعہ اور حضرت سلام دعا کر کے دروازے ہی سے واپس جا رہی تھیں۔

"گھر کو بھی ذریعہ امیری بیٹی کو زیادہ تھکانا مت۔ میں قریب ہی شاپنگ کر رہی ہوں اور ایک سے ڈیزے کھنے کے اندر اسے لینے آ جاؤں گی۔"

ذریعہ سے ایک بار پھر کسی بات کہہ کر فریڈ واپس چلی گئی تھیں۔ اور وہ ذریعہ کے ساتھ اندر آگئی تھی۔ بہت شکر ہے خرد آپ آئیں۔ ہاں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں، واقعی کو کنگ آپ بہت اچھی کرتی ہیں۔ آپ کے ہاتھوں کے بنے سارے ہی کھانے بہت مزے کے ہوتے ہیں۔"

حضرت نے اپنے گھر آجائے پر اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ وہ حضرت کے گھر پہلی مرتبہ آئی تھی۔

ایک ہیڈ روم ایک مشترکہ ڈرائنگ ڈائننگ اور کچن پر مشتمل گھر میں اس کے والد کے بیٹھے جانے والے پیسوں کا کام اور اس کی خودی محنت کا زیادہ عمل دخل تھا۔

وہ ذریعہ اولوں کی ملازمہ کے ساتھ کچن میں تھی۔ مطلوبہ تمام سامان ذریعہ نے وہاں منگوا کر رکھا ہوا تھا، سو اس نے جلدی جلدی کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ ذریعہ نے بھی بیک وقت کئی چیزیں بنانی شروع کی ہوئی تھیں۔ کچن میں نظر آتے ڈھیر سارے لوازمات کو دیکھ کر نظر آ رہا تھا کہ ذریعہ حضرت کے ساس سر کے لیے خوب ٹھیک ٹھاک قسم کی شاندار بی بی پانی کا ہتھام کر رہی ہیں۔

"حضرت جب سے کراچی آکر رہنے لگا ہے لگتا ہے اللہ نے میری بیٹی کی خواہش پوری کر دی ہے۔ بڑھائی تین سالوں میں اس کی اتنی عادت ہو گئی ہے کہ سوچتی ہوں یہ بڑے امریکہ چلا جائے گا تو میرا اس کے بغیر دل کیسے لگے گا۔"

وہ کام کرتے ہوئے اس سے حضرت کے لیے اپنی چاہت کا اظہار کر رہی تھیں۔ ان کی یہ چاہت صرف لفظوں ہی سے

نہیں ان کے عمل سے بھی ثابت ہوتی تھی۔
 "میں نے تو کئی بار خضر سے کہا ہے کہ ہمارے گھر کے ہوتے الگ کیوں رہتے ہو گھر اسے اچھا نہیں لگتا ہاں مہمانی کے گھر جا کر رہنا۔ انہا بہت سے اس لڑکے میں۔"
 زرنہ نے وہی بڑے بہانے کے لیے پسی ہوئی ماش کی وال میں نمک ملائے ہوئے اس سے کہا تھا۔ وہ ان سے باتیں کرتی ہوئی تیز تکلم بھی کرتی جاری تھی۔ فریدہ کو ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد آجانا تھا اس لیے وہ چاہتی تھی۔ اتنی دیر میں ٹیک اور چکن پالی بنانے کا کام جتنا کر سکتی ہے وہ کر لے۔

چکن پالی کے لیے زرنہ نے اپنی ملازمہ سے چکن المبو کر رکھی ہوئی تھی۔ اس نے اسے مرغی کے ریٹے کرنے کو کہا اور ساتھ ہی اس کے بعد مرغی کو کیا چڑ ڈال کر پکانا ہے یہ بھی سمجھا دیا تھا۔ وہ خود چکن پالی کے دوسرے مرحلے کے لیے مگن اور انڈوں کو بیٹ کر رہی تھی پھر بیٹ ہوئے مگن اور انڈوں میں میدہ ملانے لگی تھی۔
 "خضر آج بہت نروس ہے۔ پسند بھی تو بہت کرنا ہے

مہربن کو۔ حالانکہ ایک طرح سے ان لوگوں نے ہاں کہہ دی ہے۔ آج کی ساری کارروائی تو خضر ہی سے مگر یہ لڑکا بلاوجہ اس قدر گھبرایا ہوا ہے۔"

زرنہ ڈرائنگ روم میں خضر کی کوئی بات سننے لگی تھیں۔ وہاں سے چند منٹ میں واپس آئیں تو بیٹے ہوئے بولی تھیں۔ اسے وہاں آئے ایک گھنٹے سے اوپر ہو چکا تھا۔ زرنہ کو کسی ڈش کی تیاری کے لیے فریش کریم اور کسی دوسری ڈش کے لیے مشروم چاہیے تھے۔ وہ چکن سے باہر نکل کر خضر کے پاس ڈرائنگ روم میں گئیں تاکہ اسے یہ دونوں چیزیں لانے کے لیے کہہ سکیں۔ اس نے ٹیک کی تیاری کا کام بھی شروع کر دیا تھا جبکہ۔

زرنہ کی ملازمہ اس کے قریب ہی کھڑی چکن پالی کے لیے مرغی فریال کر رہی تھی۔ زرنہ نے ڈرائنگ روم سے تواز دے کر اپنی ملازمہ کو بلایا تھا۔ وہ ان کی بات سننے ڈرائنگ روم میں چلی گئی تھی۔ اسے ڈرائنگ روم میں فون بجنے کی آواز لگی تھی شاید زرنہ یا خضر کا موبائل بجھا تھا۔ وہ منٹ بعد اس نے زرنہ کی ہنسی ہوئی تواز ڈرائنگ روم سے آتی سنی تھی۔ وہ بلند تواؤں میں ایسی سے مخاطب تھیں۔
 "خردا تمہاری سانس صلابہ کا فون تھا۔ کہہ رہی ہیں

میری ہو کہ تم زیادہ تھکا تو نہیں رہیں۔ میں بس اس منٹ میں اسے لینے آ رہی ہوں۔ میرا خیال ہے وہ اسنوٹ نکل گئی ہے اور اب راستے میں ہے۔ دس منٹ کیا ہے۔ خیال سے وہ پانچ گھنٹے منٹ میں یہاں پہنچ جائے گی۔"
 انہیں تو اس کی فکر دیر سے بھی بہت رہا کرتی تھی۔ اسے جب سے وہ بریکنگ ہوئی تھی تو انہیں پہلے سے بھی زیادہ اس کی فکر لگی رہا کرتی تھی۔ وہ می کی محبت پر مسکراتی پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے اپنے ہاتھ چلانے لگی تھی۔ زرنہ کی ملازمہ جو ان کے ہانے پر ڈرائنگ روم میں ہی تھی ابھی تک واپس نہیں نکلی تھی اسی لیے اپنے کام کے ساتھ دو وقتے وقتے سے اس کی فریال کرنے کے لیے رکھی رہی تھی۔
 اس نے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی تواؤ سنی تھی۔ یقیناً یہ زرنہ آئی کی ملازمہ تھی جسے انہوں نے فریش کریم اور مشروم کا کین لانے بھیجا تھا کیونکہ خضر کی باتیں کرنے کی تواؤ تو اسے ڈرائنگ روم سے آ رہی تھی۔

وہ سانچے کو اوون میں رکھنے کی تیاری کر رہی تھی اسی وقت ہی اپارٹمنٹ کی تیل بجی تھی۔ یہ زرنہ آئی کی ملازمہ بھی ہو چکی تھی اور می بھی۔ اگر یہ می تھیں تو وہ واقعی بارہ تیرہ منٹ میں اسے لینے آگئی تھیں۔ اس نے دل میں یہ سوچنے کہ وہ می سے گے گی وہ یہاں آوہا ہون گھنٹہ زرنہ آئی کے ساتھ گپ شپ لگائیں۔ اس نے فوراً اپنی سبک کاٹل کھول کر میدہ ڈیو گئے اپنے ہاتھوں کو کھٹکا اور پھر روپے سے لیلے ہاتھوں کو خشک کرتی فوراً اپنی چکن سے باہر نکل آئی۔ اسے دروازے کے پاس سے خضر کی اور کوئی زناہ تواؤ آئی ہو شاید می کی تھی۔

"کون سے خضر؟ کہا نہیں۔" وہ آگے کرنا چاہتی تھی۔ "کہا نہیں می؟" مگر ایسا جملہ عمل نہیں کر پائی تھی۔ منظری کچھ اتار حیرت انگیز اتنا قابل یقین دیکھ لیا تھا اس کی آنکھوں کے سامنے فریدہ کے برابر اشعر کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر خوشی تو ہونامی تھی مگر خوشی سے بھی زیادہ اسے غم غیر متوقع انداز میں یہاں دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔ می تو پاس ہی ڈرائنگ روم میں اسنوٹ میں شاٹنگ کر رہی تھیں ہاتھوں اشعر کہاں سے آیا اور اشعر واپس کہاں گیا؟ اس کی آنکھوں کل واپس کی تو وہ شدتوں سے منظر بھی گمراہ یہاں اس

خضر کے لیے ذرا بھی امید نہیں تھی۔ اسے اتنے اچانک سے غیر متوقع انداز میں سامنے پاکر وہ خوشی اور حیرت کی لہریں کے سبب فوری طور پر کچھ بول نہیں پاری تھی اگر فریدہ اور خضر یہاں نہ ہوتے تو وہ دوڑتی ہوئی جا کر اس کے پاس سے لگ جاتی۔ کتنے سننے کی ہر مشکل ہی سے نجات مل جاتی۔ لیکن یہ می اور اشعر اس طرح سے خاموش کیوں باقی۔ اور زرنہ آئی تیل کی آواز سن کر اور پھر می کی آواز سن کر جب وہ ڈرائنگ روم سے باہر کیوں نہیں نکلیں؟ اور ایسا کیوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ڈرائنگ روم میں کوئی بھی نہیں ہے۔

اشعر کو غیر متوقع طور پر سامنے دیکھنے کی اس خوشی کے ساتھ ان تمام باتوں نے مل جل کر اسے کچھ الجھن میں بھی مبتلا کر دیا تھا۔ اشعر اور می دونوں ان کی طرح خاموش کیوں ہیں۔ ان دونوں کے تاثرات اتنے ناقابل فہم سے کیوں آ رہے اور یہ خضر اس طرح سے سر جھکا کر کیوں کھڑا ہے اسے کیا ہوا ہے؟

"اشعر! آپ کب آئے؟" می آپ۔" اشعر سے مخاطب ہو کر اس نے فریدہ سے کہا چاہا۔ وہ ان سے پوچھتا چاہتی تھی کہ انہیں اشعر شاٹنگ کرنے کہاں مل گیا؟ انہیں اس کی واپس آیا تھا کیا انہوں نے اچانک اشعر کو اپنے ساتھ لا کر اسے سربراہ بنا دیا تھا مگر فریدہ نے اس کی بات پوری ہونے نہیں دی تھی۔ اس کی بات کٹ کر وہ بیب سے لہجے میں بولی تھیں۔ "خرد تم؟ تم یہاں؟ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" جیسے وہ شدید شاک کے عالم میں آ رہی۔ انہوں نے اس طرح صدمے سے چور لہجے میں یہ مخاطب ادا کیا تھے۔ وہ حیرت سے لگ ان کی شکل دیکھ رہی تھی۔ ابھی ڈیڑھ گھنٹہ پہلے وہ خود ہی تو اسے یہاں چھوڑ کر گئی تھیں۔ ابھی پندرہ سولہ منٹ پہلے تو ان کا فون آیا تھا کہ وہ اسے لینے آ رہی ہیں اور اب وہ اسے دیکھ کر یوں حیران اور حیران کھڑی تھیں جیسے انہیں بتا نہیں تھا کہ وہ یہاں ہے۔ "خرد تم یہاں خضر کے ساتھ؟ تم یہاں اس طرح؟" یہ کہہ کر وہ آئی۔ منظر دیکھنے سے پہلے میں سر کیوں نہیں کرتی۔

اس کے سر کے اوپر ایک دم ہی جیسے وہ وزنی چھت آ رہی تھی اس کے وجود کو جیسے کسی نے ہم سے اڑا ڈالا تھا۔ اسے جیسے کوئی زندہ زمین کے اندر دفن کر رہا تھا یہ می

کیا کہہ رہی تھیں۔
 "ہم! می! آپ کیا؟" بے تماشائی لہجے ہوئے سے انداز میں اس نے فریدہ سے پوچھا چاہا۔ مگر اس کا وہ الجھا الجھا اٹکنا ہوا جملہ می نے مکمل ہونے نہیں دیا تھا۔
 "اتنی بے حیائی؟ اتنی بے حیرتی؟ اشعر کے منہ پر یہ کالک ملنے تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آئی خرد؟ ایسی گھٹاؤنی حرکت کرتے یہ بھی یاد نہ رہا کہ تم کسی کی بیوی ہو ایک عزت دار گھرانے کی ہو ہو۔ پڑھاویوں کے ہانے بنا کر ہماری عزت سے نجانے کب سے کھیل رہی ہو۔"

اس بار اسے لگا نہیں تھا واقعی اس کے جسم کو لم سے اڑا دیا گیا تھا وہ اپنے جسم کے جیتھنڈے بکھرے دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنے قریب اپنے ہی جملے ہوئے گوشت کی بو آ رہی تھی۔ وہ فریدہ حسین کا بھڑکھڑا کر زمین پر گر پڑی تھی۔ پوری قوت سے مارا گیا یہ تھپڑ ایسا تھا کہ یک دم ہی لہر کر وہ دیوار سے کھرائی اور دیوار سے کھرائی زمین پر گر پڑی تھی زمین پر گرتے ہوئے اس نے اس عورت کو دیکھا تھا۔

"دیکھو جیسی زرنہ میری بیٹی کو زیادہ تھکانا مت" ڈیڑھ گھنٹہ پہلے اسے یہاں چھوڑ کر جانے والی یہ عورت جسے وہ می کہتی تھی، اسے "میری بیٹی" کہتی تھی جب یہاں سے

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے 5 خوبصورت ناول

زندگی اک روشنی	رشحات گاجدان	500/-
تیرے نام کی شہرت	شازیہ چوہدری	180/-
آئینوں کا شہر	قادرہ انور	400/-
عین سے عورت	نوالہ عزیز	150/-
دل اسے ڈھونڈ لایا	آسیدہ زبانی	300/-

مکھانے کا پتہ:
 مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اندھارا نگر کراچی۔
 فون نمبر: 2216381

جاری تھی تو اس کے وجود کے ساتھ ایک نام نہاد مہاندہ کر گئی تھی 90 منٹ بعد کا نام سیٹ کر کے جب وہ واپس آئے گی تو یہ مہیا ست ہو جائے گا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اسے زیادہ اذیت زیادہ تکلیف کس بات سے پہنچ رہی ہے اس کے گرد رابر ایک انتہائی ریکلہ الزام لگایا جا رہا ہے اس پر یا اس حقیقت کو جان کر کہہ سکتے ہو گی کہ سنی ہے تھے وہاں کار چرتی ہے وہ اندر سے اتنی چیخ مانتی گھایا عورت ہے۔ اس سے اتنی شدید نفرت کرتی ہے۔

”بہت ستا رہی ہو تم مجھے۔ اشعر واپس آجائے وہی جس میں دیکھے گا۔“

”خدا ہی جانتا ہے تو دیکھو گے کہ کروا“

”کبھی کبھی دل میں اس بات کا ملال مت لانا خرابا کہ میرے ماموں چلے گئے میں تمہارے ہی۔ اب میرے پیچھے میرا کوئی والی وارث نہیں رہی۔ اشعر کی جانب سے کوئی زیادتی ہو تو اب شکایت لے کر کس کے پاس جاؤں گی۔ دل کی بہت جیسے بصیرت ہے کتنی تھیں ایسے ہی مجھے سے کہنا مجھے ہی صرف کہنا نہیں بلکہ دل سے ماننا سمجھنا۔ کبھی کیونکہ میں تمہیں یہی صرف زبان سے نہیں کہتی دل سے مانتی بھی ہوں۔“ اور آج ایک ماں اپنی بیٹی پر کتنا کتنا کتنا وہ ایک الزام لگاتی تھی۔

”کیا نہیں دیکھا تھا اشعر نے تمہیں؟ محبت عزت چاہت آزادی اس کی دی آزادی کا ایسا ناجائز استعمال؟ ہماری آنکھوں میں دھماکہ جھونک کر اتنی گندی اتنی غلاظت اتنی پستی۔“

اس عورت کے منہ پر وہ تھوکتی مگر ہوا الٹ رہا تھا۔ اس عورت نے روئے ہوئے نفرت و حقارت سے اس کے قریب زمین پر تھوکا تھا۔ وہ اسے کچھ بولنے کا موقع ہی نہیں دے رہی تھی وہ بولنے کے لیے منہ کھولتی اور وہ عورت چلاتی ہوئی آواز میں اس کی اس آواز کا گانا گھونٹ رہی۔

”کیا اب بالکل۔ اشعر ایسا کچھ نہیں۔“ وہ اب بھی اس عورت کو کبھی کہہ کر مخاطب کرتے یہ کہنے کی کوشش کر رہی تھی کہ تم بالکل غلط بات کر رہی ہو۔ تمہارے کہنے پر تمہارے ساتھ میں یہاں اتنی تھی کیوں کر رہی ہو تم یہ گھنٹا ٹانوا ڈرامہ؟ لیکن اگر وہ عورت اسے یہ بات پوری کہنے دیتی تب نا۔ اس عورت نے زور زور سے روئے پھر چلا نا اور پورا شروع کر دیا تھا۔

”اچھا ہوا آج بصیرت زندہ نہیں ورنہ جس بھانجی کو اتنی چاہت سے ہو بنا کر لائے تھے اس کی یہ شرم ناک حرکت دیکھ کر ڈکھ اور شرم سے مر رہی جاتے۔“ اس نے۔

”ہوئے اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لے تھے۔“

”اشعر! خدا کے لیے اس عورت کو چپ کر ڈو۔ خدا کے لیے اس کی یہ گندی زبان بند کر ڈو۔ ورنہ میں شرم سے مر جاؤں گی۔“

وہ کئی فٹ گہری زمین میں زندہ دفن کی جا رہی تھی اس نے اپنے بچاؤ کے لیے اشعر کی طرف دیکھا تھا۔ اس میں طاقت نہیں اس سفاک عورت کا مقابلہ کرنے کی اشعر ہیہا سکتا ہے۔ وہ اس پر کہنے ریکلہ الزام لگا رہی تھی۔ ایک سو بی گھبی انتہائی گھنٹا اتنی سازش اور مکر وہ جھوٹ کا سامرا لے کر اسے بدنام کرنا چاہتی تھی۔

”تمہاری اور خرم کی دوستی پر میں نے اشعر نے ہم نے کبھی ایک لمحے کے لیے بھی شک نہیں کیا۔ ہم نے یہ نہیں سمجھا کہ تمہیں عزت دی اور تم نے ہمارے ہی گہری عزت کر؟“

اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اس میں سما جائے۔

”خضر کیوں چپ ہے وہ کیوں اس عورت کے آگے کچھ نہیں بول رہا کیوں اس کے اتنے گندے ہاتھ غلط الزام کی تردید نہیں کر رہا کیوں نہیں کہہ رہا کہ یہ عورت جھوٹ بول رہی ہے۔“

”یہ کیا گندہ! کیسا گھنٹا بنا کھیل کھیل رہے ہو تم اس کے ساتھ مل کر؟ تمہارا نفس تمہاری جوانی اتنی سرسٹ تھی۔“

اشعر چپ کر ڈو اس عورت کو اشعر اس کی گندی زبان بند کر ڈو۔

”جس نے گناہ تو اب کا احساس ہی ملایا۔“

اس عورت کی زہرا لکھی گندی زبان اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جا رہی تھی۔

”تم دونوں نے مل کر ہمارے منہ پر کاک مل ڈی تو ڈرامہ قطار دھتے اس نے امید بھری نگاہوں سے پھر اشعر کو دیکھا وہ گم سم سا روبرو سے نیک لگا کر کھڑا تھا۔ وہ ایک بار سے ہوئے شکست خوردہ انسان کی طرح بالکل خاموش گھڑا تھا۔

”ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل۔“ وہ بیک دم ہی اس عورت کے سامنے آئی۔ اسے مزید کوئی شرم ناک بات کہنے

وہ روکنے کے لیے۔

”میں خدا کے لیے۔“

”میں غلطیوں کو گھنٹا اتنی حرکت کر کے اتنا برا گناہ کر کے ابھی بھی تم میں اتنی بہت ہے کہ میری اور اشعر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکو۔“ اس عورت نے اسے بہت زبرد سے اپنی پوری قوت سے دھککا دے کر اپنے سامنے سے ہٹایا۔ اس کے یوں دکھانے سے وہ سنبھل نہیں سکی تھی۔ دیوار کے ٹوکے کو نے سے مکرانی وہ منہ کے بل زمین پر بہت زور سے گری تھی۔ اس بری طرح خروش کرنے سے اس کے ہاتھ پاؤں سر اور پیٹ پر چوٹ لگی تھی۔ اس کے پیٹ پر بڑی شدید چوٹ لگی تھی۔ اس کے سر سے دیوار کے ٹوکے کو نے سے ٹکرانے کی وجہ سے خون نکلنے لگا تھا مگر اس کے ہاتھ خون بہتی پیشانی پر نہیں بلکہ اپنے پیٹ پر گئے تھے۔

”میرا بچہ۔ اس کے کیوں سے سسکی نکلی تھی۔“

”میرا بچہ۔ وہ ایک بلک کر پڑی تھی۔ وہ اس عورت کا گھبراہٹ کر رہی وہ اس عورت کے خدا کو اتنی بری طرح تھوکر مارے جاتے پر نہیں۔ وہ خود پر گئے ریکلہ الزامات پر نہیں وہ اپنے پیٹ کے لیے رو پڑی تھی۔ اس کے پیٹ میں اتنی شدید تکلیف ہو رہی تھی کہ وہ دوست چلا آئی تھی۔ وہاں اس ماں کے سوا کسی کو بھی اس کے پیٹ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ وہاں تو ایک سو چا سبھا ڈرامہ اس وقت عمل میں لایا جا رہا تھا۔

”اچھا ہوا آج احسان زندہ نہیں۔ اچھا ہوا آج میمونہ زندہ نہیں۔ اچھا ہوا آج بصیرت زندہ نہیں۔ ورنہ تمہارے ماں باپ اور بہت چاہنے والا ماموں وہ سب اسی وقت سے گزرتے جس سے اس وقت میں اور اشعر گزر رہے ہیں۔ وہ بھی یوں ہی زندہ ور گور ہو رہے ہوتے جیسے میں اور اشعر ہو رہے ہیں۔“

وہ عورت چپ نہیں ہو رہی تھی وہ اسے گندی گندی گنٹا گنٹا لے لے لے لے جاتی تھی اور اشعر وہ خاموش گھڑا تھا۔

”تم تو نہ بنی گھنٹا لے کے لائق ہو نہ ہو نہ بیوی۔ ہر رشتے کی حرمت باطل کر ڈالی ہے خود تم نے۔“ وہ اس مکار عورت کے منہ پر تھوک کر گھنٹا چاہتی تھی۔

”کہ بیوی ماں ساس واوی بیچہ بھی گھنٹا لے کے لائق تو تم نہیں رشتوں کی حرمتوں کا نام لینے والی تم خود ہر شے میں ایک گالی ہو۔“ مگر جھوٹی ہو کر وہ عورت اس پر حاوی

تھی اور وہ بھی ہو کر اس کی آواز دبانے میں ناکام تھی۔ اشعر بالکل چپ تھا۔ اس کی چپ کہہ رہی تھی کہ وہ اس عورت کی سازش کے جال میں پھنس رہا ہے۔ وہ بہت کر کے بڑی مشکلوں سے اشعر اپنی پیشانی سے ہتا خون اس نے بغیر دیکھے ہاتھ سے صاف کیا۔

وہ چیخ کر اس عورت کی ساری سازش کا پر وہ فاش کر دے گی۔ وہ اشعر کو اس کی ماں کا اصلی گھنٹا ڈیوہ ڈکھا دے گی۔ اس عورت کے جھوٹ اس کی سازش کا پر وہ فاش کرنے کے لیے تو اتنے لوگ ہیں اتنی گواہیاں ہیں۔ ذرت ہیں ان کی ٹوکرانی ہے اور سب سے بڑھ کر تو خضر ہے۔ وہ خضر کے پاس آئی تھی۔ ”تم چپ کیوں ہو؟ تم چیخ کیوں نہیں بولتے؟ جادو بچ۔ جو بلو خدا کے لیے بولو کہ یہ جھوٹ ہے۔“ وہ روئے ہوئے بولی تھی۔ وہ اس کے کہنے کے باوجود بھی نظر سر جھکا کے چپ گھڑا تھا۔

اس کے روئے نے کھنٹا ڈھکے اور انتہائی انداز کے جواب میں خضر بولا تھا۔ ”مگر کیا! اس کی آنکھیں صدے کی زیادتی سے پھٹ گئی تھیں۔ وہ خضر عالم جو کونیت میں رہنے والی اپنے والد کے دوست کی بیٹی مریم علی سے اپنے بچپن کی محبت کی داستانیں یونیورسٹی میں بیٹھ کر سب کو پابندی سے سنایا کرتا تھا۔ جس کے ہونے والے سانس سر آج اس کے گھر آنے والے تھے۔ جن کی آمد کے لیے وہ بہت بڑبوش تھا۔ اس عورت کے جھوٹ پر ہر مرتد بقد شیت گھرا تھا۔

”مزید جھوٹ اور دھوکے کی زندگی میں نہیں ہی سکتا۔ محبت کرنا کوئی جرم نہیں کسی کو چاہنا کوئی جرم نہیں جو ہم سب سے منہ پچھاتے پھر اس اپنی محبت کو چھپانے کے لیے ہزار جھوٹ بولیں۔ ہم کیوں جھوٹ بولیں خرابا ہم نے محبت کی ہے کوئی گناہ نہیں۔“

یہ جھوٹ اتنی ذہن نشانی اتنی دیدہ دلیری اور اتنی مضبوطی سے بولا گیا تھا کہ اس کے پاؤں زمین پر سے اٹھنے لگے تھے۔

”خضر تم؟ میرے اللہ۔ تم بھی؟ آخر کون کون شامل رہا تھا اس عورت کی اس سازش میں؟ اس کے پیروں کے نیچے سے زمین پوری کی پوری کھینچ لی گئی تھی۔ وہ وہ جھوٹے اپنے مکروہ جھوٹ کے ساتھ اس کے سامنے تن کر کھڑے تھے اور وہ ایک ہی اپنی تمام تر سچائی اور سچے گناہی کے باوجود مجرم اور گناہ گاری گھڑی تھی۔

خضر اور اس مکار عورت کے بولے بھوٹ کے بعد اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں بچا تھا اس کے گرد گھیرا انہوں نے بہت تنگ کر دیا تھا۔ اسے کسی بھی طرح خاموش کھڑے اشعر کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانا تھا۔ وہ ساری تکلیف اور سارا درد بھگائی بھگائی ہوئی اشعر کے پاس آئی تھی۔

”یہ سب بھوٹ ہے۔ یہ شخص بھوٹ بول رہا ہے۔ بکواس کر رہا ہے۔“ اس نے اس کے بازو کو جکڑ کر روٹے ہوئے کہا تھا۔ وہ جانتا ہے وہ بھوٹ نہیں بولتی اشعر جانتا ہے خود بھوٹ نہیں بولتی اگر وہ کسی دوسرے کو بھوٹا کہہ رہی ہے تو اس کی بات میں کوئی نہ کوئی صداقت ضرور ہوگی۔ مگر اس نے اس کی بات نہیں سنی تھی وہ بے حس کسی پتھر کے جسنے کی طرح کھڑا رہا تھا۔ اسے اس کے بازو سوار اور جذبات سے عاری محسوس ہوئے تھے۔

”آپ کو میرا یقین ہے نا۔ آپ کو بتا ہے نا میں ایسی نہیں۔ میں ایسی نہیں ہوں۔ اشعر۔ خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں میں ایسی نہیں۔ میرا یقین کریں۔“

وہ روٹے روٹے زین پر بٹھکتی چلی گئی تھی وہ اس کے پیروں سے لپٹی زاد اور قطار رو رہی تھی۔

”ہاں میں جانتا ہوں میری خود ایسی نہیں۔ ہاں مجھے میری خود پورا یقین ہے۔“

وہ روٹی رہی وہ خاموش کھڑا رہا۔

”میں نے کچھ غلط نہیں کیا میرا یقین کریں۔ میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔ میں آپ کی وہی خود ہوں وہی خود جو صرف اور صرف آپ سے محبت کرتی ہے۔ جو صرف اور صرف آپ کی ہے۔“ وہ کسی بھکارن کی طرح اس کے پاؤں پکڑ کر روٹے ہوئے اس سے اپنے کردار کی کوٹھی مانگ رہی تھی ”اسے اپنے کردار کی کوٹھی دے رہی تھی۔

وہ بہت کے ہانڈ ساکت کھڑا تھا۔ مگر پھر ایک ایک ہی اس کے ساکت جسم میں حرکت پیدا ہوئی تھی وہ ایک جھٹکے سے اس سے دور ہٹا تھا ایک ذرا سی جنبش سے اس نے اپنے پیروں سے لپٹی اس لڑکی کو خود سے دور ہٹایا تھا۔ وہ زمین پر گری بیٹھتی سے اسے خود سے دور جانا دیکھ رہی تھی وہ اسے چھوڑ کر جا رہا تھا۔ وہ وہ ہانڈ وار اٹھ کر اس کے پیچھے بھاگی تھی۔ وہ اسے روک لینا چاہتی تھی وہ اسے اپنا یقین دلائے بغیر کہیں پر بھی جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔

”اشعر میری بات سنیں۔ پلیز میری بات سنیں۔ مجھے

چھوڑ کر مت جائیں۔ خدا کے لیے رک جائیں۔ میں نہیں نہیں ہوں۔ آپ کی خود ایسی نہیں ہے۔ اشعر آپ کی فریاد ایسی نہیں۔“

اسے بہت زور سے چکر آیا تھا وہ خود کو سنبھال نہیں سکتی تھی وہ اپارٹمنٹ کے دروازے ہی پر گر گئی تھی وہ دروازے سے نکل کر کب کا آگے جا چکا تھا۔

وہ زمین پر گری روٹے ہوئے اسے پکار رہی تھی۔ وہ عورت اسے روٹا چھوڑ کر اپنے بیٹے کے پیچھے بھاگی تھی۔ زمین پر پڑے روٹے ہوئے اشعر کو پکارتے اس نے برا بھلا کر اور پرمیٹھا تو فخر بھی اپارٹمنٹ سے جا رہا تھا وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نہ شرمندگی تھی نہ تاسف۔

”کیوں بولا تم نے یہ بھوٹ؟ کیوں بولا جو اب؟“ میرے کردار پر اتنی بیڑی تھی تم نے نہیں لگائی ہے؟“

”آتم سو رہی خود تمہارے ساتھ جو اب اس کے لیے مجھے واقعی افسوس ہے۔ مگر فریاد آئی کی چیخ کش اتنی لڑکی تو تھی میں انکار نہیں کر سکتا۔ تم تو جانتی ہو نا امریکہ پڑھنے کے لیے جانا میری زندگی کا سب سے بڑا خواب ہے۔ فریاد آئی کی بدولت اگر میرا یہ خواب پورا ہونے لگا تھا تو میں بلاوجہ کی کسی اختلافات کو گھٹے کا ہار بنا کر اس موقع کو ہاتھ سے گوانا نہیں چاہتا تھا۔ زندگی میں کامیابی اور خوشی بار بار دستک نہیں دیتی۔ بہر حال تمہارے ساتھ جو بھی ہوا اس پر مجھے تم سے حقیقت میں بہت ہمدردی ہے۔“

وہ ایک ترحم بھری ہمدردانہ سی نگاہ اس پر ڈال کر اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا تھا۔ وہ اپنی چیخ کو بانے کے لیے منہ پر ہاتھ رکھے فرش پر بیٹھی تھی۔

وہ جو اس کے بیٹے کی اولاد کو جنم دینے والی تھی اس کی عزت کا سوا ایک سانس نے، ایک ماں نے، ایک عورت نے چند گھنٹوں کے عرصے میں گھس کر کھا لیا تھا۔ میری بیٹی، میری بیٹی کہہ کر وہ کیسے اسے بے وقوف بناتی آئی تھی اس کے ساتھ کون کون شریک رہا تھا اس ڈرا سے میں۔ اس کی رسوائی کا تماشا گوانے میں اس کے دامن کو داغ دار کرانے میں۔

خضر عالم زینہ اجمل۔ اس اپارٹمنٹ میں اس وقت وہ بالکل تنہا تھی زینہ اور ان کی نوکرانی وہ دونوں فریاد اور اشعر کے آنے سے پہلے اس اپارٹمنٹ سے نکل چکی تھیں۔

وہ گرتی پڑتی اس ملذمت سے باہر نکل آئی تھی۔ اسے

خضر کی خود سے بے وجہ ناراضی یاد آ رہی تھی۔ وہ قدرت نے اسے کبھی کبھار ٹھیک تھا اور واپس آتی تو اس کے لیے اسی عورت نے کوئی زہر اس کے کانوں میں انڈیلا دیا۔ اس کی ہنسی ہنسی زندگی میں آگ لگانے والی اس کے ساتھ چاہنے والے شوہر کو اس سے دور کر دینے والی وہ عورت اس کی سب سے بڑی ہمدرد سب سے بڑی چاہنے والی ہوئی تھی۔

اشعر مجھ سے کس بات پر ناراض ہے اور اشعر وہ اس کے کردار پر تنگ کر رہا تھا۔ اشعر نے اس پر تنگ کس طرح کر لیا۔ اس کی ماں کی لگائی تنگ کی آگ اگر بہت زور آور تھی تو کم تو اس کی محبت بھی نہیں تھی۔ اسے ماں کا دکھایا بہت نظر آیا اور اس کی جی محبت نظر نہیں آئی۔

اس نے ہاتھ دیے کر ایک ٹیسی کو روکا وہ اس میں بیٹھ کر اپنے گھر جارہی تھی۔ اسے گھر پہنچا نہیں وہاں اس کے ساتھ کیا کیا جانے والا تھا اس کے ساتھ مزید کیا کچھ ہونا رہتا تو مگر اس ایک گھر کے سوا اس کے پاس جانے کے لیے کوئی دوسری جگہ ہی نہیں تھی۔

اس کا پرس وہیں خضر کے اپارٹمنٹ میں کھینچا رہا تھا اس نے چونک کر اسے ٹیسی والے کو کرایہ دینے کے لیے کہا۔ وہ اپنے گھر کے اندر آئی۔ وہ پورے راستے روٹی آئی تھی وہ پورے راستے خود پر لگائے اتنے گندے الزامات اتنی بدترین قسمت پر کھینچی آئی تھی۔ اشعر نے اس پر تنگ کیا اس بات پر ذلت اور کرب سے دل کو کبری کر رہی ہوتی رہتی آئی تھی۔ مگر اس وقت اپنے گھر کے اندر قدم رکھتے ہی اس کے روٹے اور سکتے دل نے یک دم ہی اشعر کے جن میں دلائل اور گواہیاں پیش کرنا شروع کر دی تھیں۔ وہ عورت خروکی سانس سے۔ جب وہ اس عورت کی نگاہوں اور ہاؤں کا شکار ہو گئی تھی تو اشعر کی تو وہ ماں ہے۔ وہ ماں ہے وہ بہت اچھا سمجھتا ہے۔ جسے وہ دنیا کی بہترین عورت سمجھتا رہتا ہے۔ اس نے اشعر کو کبھی غمانے کس کس وقت دن کوئی ہی بات کس زمانے سے دکھائی ہوگی بظاہر سادہ اور سادہ۔ ایسے جیسے روئین کی کوئی بات کر رہی ہو۔ ایسی ہی بظاہر معمولی باتیں تو اس کے سامنے کی تھیں۔

”خز نے خون دیا۔“

”خز نے سوپ بنایا۔“

اشعر نے ایک دم ہی اس پر تنگ نہیں کیا تھا۔ اشعر کا تصور یگانہ ہے۔ وہ تو خود اس وقت بہت نونا ہوا بہت نڈھال

ہو گا۔ وہ اشعر کو شروع سے آخر تک سب کچھ بتائے گی، ایک ایک بات اس کی ماں کی ایک ایک چال اسے سمجھائے گی۔ اشعر کو دکھ تو بہت ہو گا ماں کا جو ایک عظیم عورت کا بہت اس نے اپنے دل میں سارا کھاسے وہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا مگر اس کی ماں کی سچائی اس کے سامنے لائے بغیر اب اس کے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا۔

وہ شکستہ قدموں سے بے دم سے انداز میں گیت کے اندر داخل ہوئی تھی مگر جیسے ہی اس کے دل نے اشعر کے حق میں بولنا شروع کیا۔ اسے بے تصور ثابت کرنا شروع کیا وہ فوراً ہی دیوانہ وار بھاگی اندر آئی۔ پوری اور اس کے بعد کا وہ مہربانی تمام راستہ طولی روش سے کر کے وہ اپنے گھر کے رہائشی حصے کے مرکزی دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔

”اشعر مجھے اپنے دل میں چھپا لو مجھے اپنی ہانڈوں میں لے لو یہ دنیا بہت گندی بہت خطرناک جگہ ہے۔ میں تمہارے بغیر تنہا اس دنیا کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتی۔ مجھے اس دنیا کے ظلم سے بچاؤ اشعر۔“

اس نے ابھی دروازے پر صرف ہاتھ رکھا تھا اور اندر سے ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازہ کھول لیا تھا۔ دروازے کے سامنے تن کر وہ عورت کھڑی تھی۔ اس عورت کے چہرے پر سے محبتوں کا مایک اتر چکا تھا۔ وہ فاتحانہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے لبوں پر ایک مکروہ ہنسی تھی۔

”آپ نے میرے ساتھ اتنی بچ حرکت۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی انسان اتنا کھلیا بھی ہو سکتا ہے۔“

”پیر کی خاک کو سر پر بٹھایا تھا میرے بیٹے نے۔ مجھے اسے اس غلطی سے روکنے کے لیے کچھ نہ کچھ تو رہا ہی تھا۔“ وہ عورت خضارت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”وہ کروں کے کوارنر سے اٹھ کر آئی۔ سرکاری اسکول باسٹری کی بیٹی جسے میں اپنے گھر کی نوکرانی رکھنا پسند نہ کرتی۔ کیا کہ اسے میرے اتنے شاندار بیٹے کی بیوی بنا دیا جائے اور وہ احمق اسے سر کا تاج سمجھ کر سر پر بٹھائے میرے چہرے ہی تو یہ ہو نہیں سکتا تھا خدا احسان۔“

وہ اپنے اندر کا زہر بے خوف و خطر باہر نکال رہی تھی۔ اس کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے زین پر رینے والے کسی حقیر کڑے کو دیکھا جا رہا ہے۔

"میں آپ کے سینے کے نیچے کی ماں بننے والی ہوں۔ یہ گندا اٹھل کھینٹے اٹا تو سوچ لیتیں۔ میرا نہیں تو اس نے بھی کا خیال کر لیتیں جو آپ کے خاندان کا وارث بنے گا۔ آپ کے سینے کے نام کو آگے چلائے گا۔"

"نیچے کی ماں۔" وہ عورت بلند آواز میں قہقہہ لگا کر ہنسی تھی۔ "تو ن ساچھ۔ کس کا سچھ۔ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتی۔" وہ استہزاء سے نگاہوں سے اسے دیکھتے تھارت سے بولی تھی۔

"مجھیں میرا کھلا چھینچ ہے یہ خردا احسان ہاگر اس زندگی میں تم یہ ثابت کر کے دکھا سکو کہ تمہاری کوکھ میں پنا سچھ اشعر کا ہے۔ اگر اشعر تمہاری اس بات کا یقین کر لیتا ہے تا تو تم جیتیں میں ہاری۔"

وہ اسے اس وقت جن چھینچ دیتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی وہ نگاہیں اس کے باوجود بو باکل سن کر گئی تھیں۔ خوف کی ایک انتہائی سولہ اس کے پورے جسم میں دوڑ گئی تھیں۔ وہ عورت اب کیا کرنے والی تھی۔ وہ اپنے نیچے کو اس عورت کی کسی گھٹا ذی سازش کا شکار نہیں ہونے دے گی۔ وہ اشعر کو ابھی اور اسی وقت ایک ایک بات باکل صاف صاف بتا دے گی۔ اس عورت کی ساری سازش وہ اشعر کے سامنے ابھی اسی وقت بے نقاب کر دے گی۔ وہ اشعر کی بیوی ہے۔ اس نے ہزار لوگوں کے سامنے اسے اپنے نکاح میں لیا تھا وہ کہیں سے بھاگ کر نہیں آئی۔ وہ کوئی راہ چلتی لوٹی نہیں اس کے ہونے والے نیچے کی ماں ہے۔ اسے ماں کی لگائی ہر آگ کے باوجود خرد کی بات سننا ہوگی۔

"آپ سامنے سے نہیں مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔ اب میں ہر بات صرف اپنے شوہر سے کروں گی۔" وہ دروازے کے سامنے پوری طرح جمیل کر کھڑی تھی۔ اس کے اندر داخل ہونے کا راستہ روک کر۔ اس نے غصے اور نفرت سے اسے سامنے سے ہٹنے کو کہا۔ "شوہر؟" وہ عورت ایک مرتبہ پھر زور سے ہنسی تھی۔ "میرا بیٹا اب زندگی بھر تمہاری شکل پر شوکے گا بھی نہیں۔ ہو کس گمان میں تم خرد احسان؟ کسی بد کردار عورت کو کوئی موبو بی بنا کر نہیں رکھتا۔" وہ اس پر تھارت بھری نظریں ڈالتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ گھر میرا ہے۔ یہاں میرا حکم چلتا ہے اور اس گھر میں صرف وہی رہ سکتا ہے جسے میں یہاں رہنے دوں۔ میرے

بے کی حماقتوں اور بیانیوں کے سبب تم جیسی کم تر لوٹی نے اس گھر میں خوب پیش کر لے۔ اپنی اوقات سے بڑھ کر بت مجھ حاصل کر لیا۔ اب یہاں سے اپنا ٹپاک ڈبو سیٹ کر چلتی پھرتی نظر آؤ۔ عزت سے یہاں سے خود دفع ہو جاؤ تو اچھا ہے ورنہ مجبوراً مجھے تمہیں دھکے مار کر یہاں سے باہر نکالنا پڑے گا۔"

اسے دھکاتے اس عورت نے ایک سیکنڈ کے اندر دروازے کے آگے سے ہٹ کر دو روزہ زوردار دھماکے سے واپس بند کر دیا تھا۔

"اشعر کہیں ہے گیا وہ اس وقت گھر موجود ہے۔ کیا اس کی موجودگی میں اس کے ساتھ۔ نہیں۔ اس کے دل نے فوراً اشعر کے حق میں گواہی دی تھی۔ وہ ماں کی سازشوں کا شکار ہو کر چلے اس وقت اس سے جتنا بھی ناراض ہو کر وہ اس پر اپنے گھر کے دروازے بھی نہیں کر سکتا۔ اس نے اس بند دروازے کو زور زور سے پینٹا شروع کیا تھا۔ وہ دروازہ بھائی رہی اندر سے دروازہ کسی نے بھی نہیں کھولا۔ اسے اندر سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اندر اس کی دستک تھنے والی کوئی ہے ہی نہیں۔ وہ دروازے کے سامنے سے ہٹ کر لاؤنج کی کھڑکی کی طرف آئی تھی۔ اسے کھڑکی میں سے نور افزا نظر آئی تھی۔ وہ لاؤنج سے نکل کر بیڑھیوں کی طرف جا رہی تھی۔

"نور افزا! دروازہ کھولو۔" نور افزا نے بیڑھیوں پر یوں قدم رکھ دیا تھا جیسے اسے پیچھے سے اس کی آواز سنائی ہی نہیں دی ہے۔

"لوہ میرے خدا۔" اسے جیسے اب حقیقت میں یہ سمجھ میں آنا شروع ہوا کہ اب تک جو ہو رہا تھا وہ کوئی معمولی سازش نہیں بلکہ اسے اس گھر اور اشعر کی زندگی سے نکلنے کے لیے تیار کیا گیا ایک انتہائی مضبوط منصوبہ تھا۔ وہ ایک دم ہی کھڑکی کے سامنے سے ہٹی وہ بھائی ہوئی گھر میں داخل ہونے کے دوسرے راستوں کی طرف آئی تھی۔ ہر دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس گھر میں یہ خرد اور نور افزا کیوں کھلا کر کل دس ملازمین وہ تھے جو دن رات یہیں رہتے تھے۔ اس وقت اسے کہیں کوئی ملازم نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ بھاتی ہوئی پھر گھر کے مرکزی حصے کی طرف آئی تھی۔ وہ پورچ میں آئی اس نے اب توجہ سے وہاں کھڑی گاڑیوں

دیکھا تھا۔ اشعر کی گاڑی وہاں نہیں تھی۔ وہ خضر کے گھر سے گھر واپس ہی نہیں آیا ہے۔ وہ پو کیدار کی گاہ آئی تھی۔

"لوہ ہا! کیا اشعر گھر واپس آئے ہیں۔ کیا وہ گھر ہیں؟" پو کیدار سامنے سڑک پر چوکی نظریں جمائے خاموش رہا۔ غلطیوں پر بیچارہ جیسے اسے اس کی آواز سنائی نہیں دے تھی۔ اسے اس کا وجود دکھائی نہیں دیا۔ خراب و بدبخت سے کچھ بھئی تھی۔ یہ گھر واقعی فریڈ حسین کا گھر تھا۔ یہ گھر واقعی فریڈ حسین کے نوکر تھے۔ ایسی ہی میں کھڑی پھر پھرتے حصے میں آئی۔ اس نے کاپیاں ہاتھ میں پھیلانے شروع کی تھیں۔ جمال کو دیکھا۔ اس سال پر ایونٹ سڑک کے آسمان کی تیاری کرنا اور افزا کا یہ چندہ سالہ نواسا جو اس کے نرم اور خلوص لیے انداز سے بہت چکڑا، کبھی کبھار اس سے پرچائی میں مدد لینے کے لیے اس کے پاس آ جاتا کرتا تھا۔ وہ بھی اپنی نانی ہی کی طرح یہاں پر ملازم تھا اور اسوں سے فارغ ہونے کے بعد گھر کے اس پچھلے حصے میں بیٹھ کر پڑھائی کیا کرتا تھا۔

"جمال! نور افزا میری بات کا جواب نہیں دے رہی۔ تم اپنی نانی کی طرح مت کرنا۔ پلیز مجھے بس صرف اتنا بتا دو کہ کیا اشعر گھر ہیں؟" جمال نے کچھ گھبرا کر اوپر دیکھا پھر اپنی کتاب ہی پر نظریں مرکوز رکھتا بہت ہلکی اور گھبرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"لوہ گھر پر نہیں ہیں۔ سازشے نہیں بیٹے کے قریب وہ اپنی سے گھر آئے تھے۔ آتے ہی بیگم صاحبہ کے ساتھ نہیں بیٹے گئے تھے۔ اس کے بعد سے وہ گھر پر واپس نہیں آئے۔"

جمال نے پچھلچاتے ہوئے اس کے سوال کا جواب دے دیا۔ بہت سے کے بعد اس نے خوف زدہ نظریں سے دائیں بائیں دیکھا وہ دیکھا تھا۔ وہ جمال سے اور بھی کچھ پوچھتا چاہتی تھی۔ مگر وہ اسے اپنے پاس کھڑا دیکھ کر بتنا زیادہ ڈرا ہوا نہیں رہا تھا۔ اسے دیکھتے وہ اس کے پاس سے ہٹ گئی۔ اس کا دل ٹھیک کہ رہا تھا۔ اشعر گھر نہیں تھا مگر پھر کہہ کہاں تھا؟ اس عورت نے اشعر تک پہنچنے کا ہر راستہ کے لیے بند کر دیا تھا۔ اس کا سوال اس کے پرس میں تھا اور وہ پرس خضر کے گھر پر ہے۔ وہ عورت اسے گھر کے در داخل نہیں ہونے دے رہی۔ آخر وہ اشعر سے رابطہ

کس طرح کرے۔ اس کے ہاتھ میں چند روپے تک نہیں کہ وہ اشعر سے رابطے کی کس باہر سے گوشش کر سکے۔ صرف چند گھنٹوں کے اندر وہ آسمان سے اٹھا کر زمین پر بیخ رہی تھی۔

وہ اشعر حسین کی بیوی اپنے ہی گھر کے اندر بے سارا کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھ بالکل خالی تھے۔ وہ اس وقت اپنا گھر چھوڑ کر ایک منٹ کیا ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔ اس عورت کی نیت اس کے ارادے اس کے عزم سب بہت خطرناک تھے۔ اپنا صدمہ اپنا دکھ اپنے آنسو سب پس پشت ڈال کر خود کو زندگی میں آئی اس ناگمانی صحبت سے باہر نکالنے کے لیے اسے خود کو مضبوط بنانے کی ضرورت تھی۔ اسے کسی بھی قیمت پر پورے کسی بھی طرح اشعر سے رابطہ کرنا تھا۔ اسے یہ بات بتانا تھی کہ اس کی ماں نے ان دونوں کو اپنی بہت گندی سازش کا نشانہ بنایا ہے۔ اسے اشعر کے سامنے اس کی ماں کی ساری اصلیت لانی تھی۔ وہ جس انداز میں خضر کے ابا رشتہ سے نکل کر گیا تھا اسے اس کا وہ لٹا ہوا اور ٹوٹا بچھرا نانا یاد آ رہا تھا۔

وہ اشعر کی کیفیت اس کے صدمے کو سمجھ رہی ہے تو وہ کیوں اسے نہیں سمجھ رہا ہے کیوں بے خیال نہیں آ رہا کہ جو کچھ دیکھا ہے اس پر یقین کرنے یا صدمے میں مبتلا ہونے سے پہلے ایک بار خرد سے توجا کر پوچھ لے کہ یہ سب آخر کیا ہوا۔

وہ مرکزی دروازے کی بیڑھی پر بیٹھی ہوئی تھی اس کی نگاہیں بہت دور گیت پر تھی تھیں۔ گیت کے سامنے سے گزرتی ہر گاڑی پر اسے اشعر کی آمد کا گمان ہو رہا تھا۔ کسی گاڑی کی رفتار گیت کے پاس آ کر ہلکی پڑتی اس کی امیدوں کا بھجنا دیا پھر سے روشن ہونے لگتا۔ اس کی آنکھوں سے بڑی خاموشی سے قطرہ قطرہ آنسو ٹپک کر اس کے گریبان میں جذب ہو رہے تھے۔

شام کے چھ بج رہے تھے اس وقت جب وہ خضر عالم کے گھر سے گھٹیں لینے کے بعد اپنے گھر واپس آئی تھی اور اب رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ اس پر اس کے گھر کے دروازے پورے دو گھنٹوں سے بند تھے اور اشعر کا دروازہ کھیں نام روشن نہیں تھا۔

گھر کا وہ مرکزی دروازہ کھولا گیا تھا مگر اسے اندر ملانے کے لیے نہیں بلکہ دھکاتے کے لیے۔ "تم ابھی تک یہاں

ہو؟ کیا میری بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ کہ دھکے کھا کر نکالے جانے کا بہت شوق ہے؟“

اس کی آنکھوں میں اس کے لیے نفرت ہی نفرت اور سزا کی بھری ہوئی تھی۔

”میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔ یہ میرے شوہر کا گھر ہے۔ انہوں نے مجھ سے یہاں سے جانے کو نہیں کہا۔ جب تک اشعر گھر واپس نہیں آجاتے میں یہاں سے ہلوں گی بھی نہیں۔“ اندر ہی اندر اس عورت کی نفرت بھری نگاہوں سے اس کا دل ڈوبا تھا مگر ظاہر اس نے خود کو مضبوط ظاہر کر کے جرات سے یہ بات کہی۔

”میں اشعر حسین کی بیوی ہوں مگر وہ چلتی لڑکی نہیں ہے۔ اب گھر سے نکل جانے کا حکم سنا لیں۔“

فریدہ حسین نے نفرت اور غیظ و غضب سے بھری ایک نظر اس پر ڈالی تھی۔

”گلتا ہے میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ میں نے نہ لگنے پہلے نہیں یہاں سے نکل جانے کو کہا تھا۔ اب آخری وار تک دے رہی ہوں۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر اپنی یہ منحوس شکل لے کر یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ میرا بیٹا جہاں نہیں ہے، وہ اس وقت تک گھر واپس نہیں آئے گا جب تک تمہارے ہٹا پاک وجود سے اس کا گھر پاک نہیں ہو جائے۔“

فریدہ حسین فیصلہ کن لہجے میں بولی تھیں۔ ”اور یہ جو شوہر شوہر کا سلسلہ راگ لاپ رہی ہو تو جیلا ایک گھنٹے کی میں نے تمہیں اور سہلت دی۔ اگر ایک گھنٹے کے اندر اشعر گھر واپس آیا تو وہ ہے نفرت مو میرا بیٹا نہیں، تمہارا شوہر ہو گا اور اگر نہیں آیا تو میرا غیرت مند بیٹا ہو کسی آوارہ بد چلن عورت کو اپنی بیوی کا درجہ دینے کو ہرگز تیار نہیں۔“

وہ دروازے کے اندر واپس جانے لگی تھی پھر کچھ یاد آنے پر مڑی تھیں۔

”یار رکھنا خرد احسان یا صرف ایک گھنٹے کی سہلت میں تمہیں اس گھر میں اور دے رہی ہوں۔ اگر ایک گھنٹے بعد بھی تم مجھے یہیں پر نظر آئیں تو میں تمہیں چوکیدار سے دھکے لگاؤں گا گھر سے باہر نکل دوں گی۔“

دروازہ بند ہو چکا تھا۔ اسے جو کہا گیا وہ صرف ایک دھکے نہیں سمجھا، وہ عورت اپنے کے ہر لفظ پر عمل کر گزرنے والی تھی۔

”ایک گھنٹہ۔ صرف ایک گھنٹہ۔“ وہ خوف و ہراس سے کانپتے لگی تھی۔ اس کا پورا جسم کھلب راتھا۔

اتنی ہو شکاری سے یہ سارا پلان اس عورت نے اسے صرف اشعر کی نظروں سے گرانے کے لیے نہیں بلکہ اس کی زندگی سے باہر نکالنے کے لیے بنایا تھا۔ یہ اس کی سمجھ میں آ رہا تھا۔

صرف چند گھنٹوں میں وہ جیس ایکس سال کی کم عمر ناولن اور بھولی بھالی لڑکی سے چالیس پینتالیس سال کی پختہ سمجھ دار اور لوگوں کے چروں سے ان کی نیتوں کو پہچان لینے والی عورت بن گئی تھی۔

دنیا کے تجانے کس گوشے میں چھپا اس کا شوہر آنکھوں دیکھے ایک جھوٹ پر یقین کرنے لگا تھا۔ اس کے حق میں کہیں سے کوئی گواہی نہیں آئے والی تھی۔ اسے خود کچھ سوچنا ہو گا، خود کچھ کرنا ہو گا۔

یہ بات سوتے ہی اس کا دل پھر رونے لگا تھا۔ وہ یہاں سے آ کر جانے کی کہاں۔ سوا اٹھ بجے اس کو دھمکی لانی لگی تھی۔ 8 بجکر 32 منٹ ہو گئے تھے۔ اس کے پاس اب صرف 43 منٹ باقی بچے تھے۔ اسے اشعر کے نام ایک خط لکھنا چاہیے۔ اس کے ذہن میں یہ خیال بجلی کی طرح گوندا تھا۔ لیکن اس کے پاس تو نہ کاغذ ہے نہ قلم۔ وہ ایک دم ہی بیڑھی پر سے اٹھی تھی۔ اٹھ کر اس نے چونکی نگاہوں سے دائیں بائیں آگے پیچھے اور اوپر دیکھا۔

اس وقت سردی رات اندھیرا بھوک پیاس کوئی بھی چیز محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ آنے والے لمحوں کے خوف سے باقی ہر احساس کو مٹا دیا تھا۔ وہ بے باؤں چلتی چوکنی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتی گھر کے پچھلے حصے میں بنے سردنٹ کو از لڑکی طرف آگئی تھی۔

وہ دے باؤں اپنے ہی پیروں کی آہٹ سے سہتی نور افزا کے کوارٹر کے پاس آگئی تھی۔ دروازے کے باہر سے اس نے جمال کو آہٹ سے آواز دی تھی۔ نور افزا یقیناً ابھی بھی گھر کے اندر ہی تھی۔ کمرے میں صرف جمال تھا۔ غالباً سردی کی شدت میں اضافے کی وجہ سے وہ اس لیے کوارٹر میں چار پائی پر بیٹھ کر پردہ لائی کر رہا تھا۔ جس سے دروازے کو نیم وا کر کے خوف زدہ سی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”مجھے ایک کاغذ اور پین پنسل کچھ بھی دے دو، بعد سے پلین۔“

جہاں کچھ کہہ کر بھڑپانا اس نے چار پائی رے اپنی ایک کاپی اٹھائی۔ اس کے درمیان سے کئی کٹے پھاڑے اور وہیں بڑا اپنا بہن اٹھایا ایک سیکنڈ میں اس نے دونوں چیزیں خراب زدہ انداز میں اس کے حوالے کر دی تھیں۔

”یہ بات کسی کو بھی بتانا مت۔ جہاں“ سرگوشی نما تواز میں التجائیہ لہجے میں یہ بات کہتے ہو فوراً وہاں سے چلی گئی۔ کسی اور جگہ بیٹھنے کے بجائے وہ دوبارہ اسی میز پر پہلے کی طرح آکر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے لیے ہر راستہ ہر امکان بند کر کے بعد اندر بہت مطمئن بیٹھی وہ عورت اس وقت اسے دیکھ تو نہیں رہی تھی مگر کسی وقت اٹھ کر دیکھ تو سکتی تھی۔ وہ جگہ بدل کر اسے تنگ کاموں میں دینا چاہتی تھی۔ کانڈ گود میں رکھ کر اسے اپنی چادر میں چھپا کر اور اپنا چہرہ لہکنے پر رکھ کر ایسے جیسے وہ گھٹے پر سر رکھے رو رہی ہے۔ وہ بہت چھپ کر اور ڈر کر اپنے شوہر کو یوں خط لکھ رہی تھی جیسے کوئی چوری کر رہی ہو اور پکڑے جانے پر سزا ملنے کا خوف دامن گیر ہو۔

اس کے پاس لفظ سنوارنے اور مضمون ترتیب دینے کا وقت نہیں تھا۔ اس نے اپنا سر چونک گھٹوں پر کانڈوں کو چھپانے کے لیے رکھ رکھا تھا اس لیے اس کو آنکھوں سے گزرنے والے آنسو باوجود ہنرا احتیاط کے کانڈ پر گر رہے تھے۔ پین کی سیاہ روشنائی جگہ جگہ سے پھیل رہی تھی۔ اپنے ریگنٹ ہونے کی وہ ایک بات جو بنجانے وہ کتنے خراب صورت انداز میں اپنے شوہر کو بتانا چاہتی تھی آج ایک کانڈ پر لکھا ہوا رہی تھی۔ وہ کانڈ جو پتا نہیں اس تک پہنچ بھی پائے گا کہ نہیں۔

اس کی کھائی بہت خراب اور میز میز میز ہو رہی تھی۔ اس میز میز میز میز اور بہت خراب کھائی کو اس کے آنسو سیاہی پھیلا کر مزید نمائنا رہے تھے۔

اس کی کھائی پر بندھی گھڑی تونج کر دو منٹ بج رہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر خوف زدہ نگاہوں سے اوپر اوپر دیکھا تھا پھر اپنے خط لکھے کاپی کے ان کانڈوں کو بڑی سرعت سے ایک سیکنڈ کے اندر تہ کیا تھا۔ کاپی کے درمیانی صفحات میں سے پھاڑے آپس میں جڑے ہوئے جو دیکھے اس کے پاس ابھی باقی بچے ہوئے تھے۔ اس نے ان کانڈوں کو فونڈ کر کے انہیں ایک لٹافے جیسی شکل دی تھی۔ کاپیے انھوں سے خط لکھے کانڈ اپنے بنائے اس لٹافے میں رکھے تھے۔ وہ اس خط کو کہاں رکھے، کیسے دے

جو یہ خط بحفاظت اشعر تک پہنچ جائے۔

وہ اب بھی اشعر کی واپس کی کھڑکی سے وہاں نہیں آجائے گا وہ اسے اس عورت کے علم سے بچانے کا کوشش کر رہا ہے۔ آج رات گھر واپس نہیں گیا۔ اگر واقعی اس عورت نے اسے گھر سے باہر نکال دیا تو وہ کہاں جائے گی، ایسے جانے کی اور اپنے شوہر کے نام اپنا یہ خط جو اس عورت کے گھر پر جموت کے جواب میں اس کی بے گناہی کا واحد ثبوت ہو گا۔ اسے کس کو سوچ کر جانے کی کس پر بھروسہ کرے گی۔

اب کیا تنگ کیا ابہام باقی رہ گیا تھا اسے خود گھر سے نکال کر وہ اشعر سے یہ تنگ کہہ سکتی تھی کہ خرد اشعر کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی ہے۔ اسے اس عورت کے مزید کسی ٹپاک اور غلیظ مضروب کو کامیاب نہیں ہونے دینا تھا۔ گھڑی تونج کر گیارہ منٹ بج رہی تھی اور اس کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنے اس خط کو کہاں رکھے، کسے دے، وہ میز میز پر سے بے چینی کے عالم میں اٹھی تھی۔ اسے کھڑکی کے پاس کسی کی جھلک ہی نظر آئی تھی۔ شاید کوئی اسے جھانک کر گیا تھا اسے ایسا لگتا تھا جیسے وہ نور افزا تھی۔

وہ یوازہ وار کھڑکی کی طرف آئی تھی۔ اسے آتا دیکھ کر نور افزا جلدی سے کھڑکی کا روہہ کھینچنے لگی تھی۔ کھڑکی بند تھی۔ اس نے فوراً ”سلائڈنگ کھڑکی کھینچ کر تھوڑی سی کھولی۔

”نور افزا! میری بات سن لو۔ میرا یہ خط ‘میرا یہ خط‘ اگر تمہاری مالکن مجھے یہاں سے نکال دے تو اشعر کو دے دینا۔ پلیز دیکھو میرے پاس وقت بہت کم ہے۔“

وہ بہت زیادہ ڈری ہوئی لگ رہی تھی۔ نور افزا یاد ہے تھیں۔ میں جہاں کی بھائی کے لیے اشعر کے علاوہ الگ سے بھی پیسے دیا کرتی تھی۔ یاد ہے، کبھی تمہاری طبیعت خراب ہوتی تو تمہیں بچن سے بٹا کر میں خود کلم کر لیا کرتی تھی۔ یاد ہے کبھی تمہیں پیسوں کی ضرورت ہوتی تو میں فوراً دے دیا کرتی تھی۔ یاد ہے تم کہتی تھیں، تم بہت بہت نرم دل کی ہوں، میری جیسی مالکن تم نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔“

اس نے روتے ہوئے اپنی ملازمہ سے التجائی تھی۔ زندگی میں پہلی بار کسی پر اپنی کسی تنگی کا احساں بنانے کی کمر ظرف ترین حرکت کی تھی۔

نور افزا نے گھبرا کر ایک نظر لاؤنج کے بند دروازے پر پور پور اس پر ڈالی تھی۔ ہاتھ بوسا کر اس نے اس کے ہاتھ سے وہ لٹافہ بہت تیزی سے لے لیا تھا۔ بہت بڑی سی چادر جو وہ بیٹھ اڑھے رہتی تھی اس کے اندر ہاتھ ڈال کر اس نے لٹافہ اپنے کمرے میں ڈال لیا تھا اور ساتھ ہی بو کھلائے ہوئے انداز میں فوراً کھڑکی پر پردہ کھینچ دیا تھا۔

بند پردے کے اس پار اندر کا اب کوئی منظر اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسے اندر سے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی جو شاید حقیقت میں اس کا وہاں تھی مگر یہ آواز اسے بڑی طرح ڈرا رہی تھی۔ کسی طرح آج کی یہ رات خیریت سے گزر جائے، کل صبح انشاء اللہ اشعر گھر واپس آجائے گا۔ کل صبح تک انشاء اللہ وہ اس صدمے کی حالت سے باہر نکل آئے گا۔ وہ منظر جس طرح اس کی ماں نے اس کے سامنے پیش کیا اس سے بے شک وہ بہت زیادہ غم دھنچے کا شکار ہوا ہو گا مگر اس کے متعلق وہ کوئی غلط بات کبھی نہیں سوچے گا۔

اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تھی۔ اس کا دل اندر ہی اندر ڈوبا تھا۔

”میرا دیا ایک گھنٹہ پورا ہو گیا ہے خرد احساں!“ اس بار وہ عورت اپنے پیچھے گھر کا وہ مرکزی دروازہ بند کر کے دروازے سے باہر نکل آئی تھی۔ دونوں زینے اتر کر وہ اس کے بالکل مقابل کھڑی تھی۔ ”یہ لو اپنے راستے کا کرایہ“ جہاں جانا چاہتی ہو چلی جاؤ اور یہ چیک۔ اسے اپنا حق مہر سمجھو یا اپنا عرصہ جو میرے بیٹے کے ساتھ رہی ہو اس خدمت کا معاوضہ لیکن اس میں اتنی رقم کبھی ہے جو تم نے اپنے ماں باپ کے گھر کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوگی۔“ اس عورت نے ہزار ہزار کے چند نوٹ اور ایک چیک اس کے منہ پر مارا تھا۔

”اب خود یہاں سے جانا پسند کرو گی یا میں نور خان کو آواز دوں؟“ کوئی لچک کوئی تکیا اس کے لیے نہیں تھی پھر بھی وہ اس سے رقم کی جھجک مانگ رہی تھی۔ ”مہی یا ایسا مت کریں۔ خدا کے لیے مجھے یہاں سے مت نکالیں۔ میں یہاں سے کہاں جاؤں گی۔“

”صرف ایک بار اشعر کو واپس آجانے دیں۔“ ”خبردار جو اپنی ٹپاک زبان سے میرے بیٹے کا نام لیا وہ تمہارے سے تمہاری شکل پر۔ وہ یہاں ہونا تو جو میں کر رہی ہوں، وہ بھی کر رہا ہوتا۔ ایک آوارہ بدمعاش بیوی کو کوئی مرد

اپنے گھر میں نہیں بساتا۔ نور خان۔“

اسے نفرت بھرے لہجے میں جواب دیتے اس نے ساتھ ہی چوکیدار کو زور سے آواز دی تھی۔ چوکیدار اس کے تواز دیتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر تیز تیز چلا اس طرف آنے لگا تھا۔

”مہی صرف آج کی رات‘ صرف آج کی رات مجھے یہاں رہنے دیں۔ اپنی بوسہ مجھ کر نہیں اپنے بیٹے کی بیوی سمجھ کر نہیں‘ صرف انسانیت کے ناتے۔ میں اتنی رات کو کہاں جاؤں گی۔“

وہ بری طرح روتے ہوئے بولی تھی۔ اس عورت کے سفاک اور ظالم چہرے کی خاموشی کہہ رہی تھی۔ ”میری طرف سے تم جسم میں جاؤ۔ ایک رات کیا‘ میں تمہیں یہاں مزید ایک منٹ نہیں رہنے دوں گی۔“

”نور خان! اسے گھر سے باہر نکالنا ہے۔ اگر زبان سے کہا مان لیتی ہے تو تھکے ہے نہیں تو اسے ہاتھ پکڑ کر گٹھ سے باہر نکالنا ہے۔ چوکیدار اس کا حکم مانتا اس کی طرف بوسا تھا۔

”چلو بی بی!“ ”مہی! صرف آج رات مجھے یہاں رہنے دیں“ صرف آج کی رات۔ میں صبح ہوتے ہی چلی جاؤں گی۔“ ”چوکیدار سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے وہ روتے ہوئے کڑکڑا رہی تھی۔

”مہی۔ صرف آج کی رات۔۔۔ مہی صرف آج کی رات۔۔۔ مجھے اپنے گھر میں رہنے دیں۔ میں اتنی رات کو کہاں جاؤں گی مہی۔ صرف آج کی رات کی مسلت دے دیں مہی۔ آپ کو ماں کا واسطہ ہے، آپ کو آپ کے بچوں کا واسطہ ہے، آپ کو اللہ کا واسطہ ہے۔“

چوکیدار اسے ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا گٹھ کی طرف لے جا رہا تھا اور وہ پوری طاقت صرف کر کے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتی کڑن موڑ کر مسلسل اس عورت سے التجائیں کر رہی تھی۔ وہ عورت کسی سلطنت کی ظالم اور مغرور ملکہ کی طرح اپنے غلام کو اپنے حکم کی تعمیل میں اپنے مجرم کو ملک دوری کی سزا دیتا دیکھ رہی تھی۔

اسے باہر نکالنے کے ساتھ ہی ایک زوردار دھماکے کے ساتھ گٹھ واپس بند کر لیا گیا تھا۔ گٹھ کے اندر سے وہ نوٹ اور وہ چیک کسی نے باہر اس کی طرف پھینکا تھا۔ تیز

ہواؤں میں وہ تمام چیزیں اس کے گرد ادھر ادھر بکھری تھیں۔ ایک نوٹ ہوا کے زور سے اچھلتا کچھ دور جا کر آتا تھا۔

اس کام کے ساتھ ہی اندر گھر کی تمام بیتیاں بجمادی مئی تھیں۔ دو روزے گیت ہرچہ بند ہونے اور لاک ہونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایک منٹ کے بعد اب اندر سے کوئی بھی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اپنی چونوں کو فراموش کیے ہونٹ پر سے ہتا خون صاف کیے بغیر وہ زمین پر سے اٹھی تھی۔ اگلے لپ وہ زور زور سے اپنے گھر کی تیلیں بجمادی تھیں۔ اپنے گھر کا گیت پتہ نہ رہی تھی۔

”مئی... صرف آج کی رات مجھے اپنے گھر میں بنانا ہے وہیں صرف آج کی رات۔ آپ سے وعدہ کرتی ہوں اشعر کی زندگی سے بیٹھ کے لیے نکل جاؤں گی۔ میں باہر وہیں بیڑھیوں پر بیٹھی رہوں گی جیسے ہی صبح ہوگی یہاں سے فوراً چلی جاؤں گی۔ مئی۔ صرف آج کی رات۔“

وہ تیلیں نیچے جا رہی تھی وہ گیت بیٹھے جا رہی تھی۔ اس کے جسم کے اندر ہمت طاقت سب ختم ہو گئی تھی وہ گیت کے سامنے زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ سڑک پوری سنسان تھی اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ یہ شہر کی وہ سب سے زیادہ پوش و کھلیسنی تھی جہاں دن کے وقت بھی لوگوں کے گھروں کے باہر اور سڑک پر سناٹا بنا کر آتا تھا۔ گھڑی باہر سے اور بیٹھ چکی تھی۔ تو مئی رات گزر چکی تھی۔ اسے اپنی عزت کی حفاظت خودی کرنا تھی۔ اس کے کمزور جسم میں مزید آنسو ہمانے کی سکت نہیں تھی۔ وہ گیت کے پاس سے زمین پر سے اٹھی تھی اسے ہمت زور سے چکر آیا تھا۔

وہ ایک جھنگل سے سامنے سے بننے کی کوشش میں سڑک کے اور جا کر گری تھی۔ ایک سیکڑ کی بھی دیر کرتی تو گاڑی اسے پھٹتی ہوئی گزر جاتی۔

”تمہیں تمہارا کوئی قصور نہیں۔ میں تمہیں کبھی مرنے نہیں دوں گی۔“

وہ سڑک پر سے کھڑی ہو گئی تھی۔ اس بار لڑکھڑائے قدموں سے نہیں وہ مضبوط قدموں سے زمین پر چل رہی تھی۔ عورت کمزور ہو سکتی ہے بیوی کمزور ہو سکتی ہے۔ بہن کمزور ہو سکتی ہے۔ مئی کمزور ہو سکتی ہے۔ مئی کمزور نہیں ہوتی۔ ایک منٹ سے سڑکوں پر سے ہمت چلتی اس لڑکی کو اچانک ہی جیسے کسی نے بیدار کر دیا تھا۔ اس کے

مردہ وجود میں جیسے کسی نے جان ڈال دی تھی۔ وہ اب بین روڈ کی طرف جا رہی تھی۔ اسے یہاں سے کھل جاتا ہے۔ وہ رکش روکے، گھسی روکے یا کسی بس میں بیٹھے۔ اسے اس شہر سے باہر اس دور سے شرمیں جانا تھا جہاں سے ایک سال پہلے وہ اپنی مرنی ہوئی ماں کے ساتھ اس بڑے شہر میں آئی تھی۔

اس کے پاس اپنی منزل تک پہنچنے کے پیسے بھی نہیں۔ اس عورت نے اس کی طرف ہزار ہزار کے کئی نوٹ اس کے کرائے کے لیے اچھالے تو تھے اس کی اوقات اسے پار دلانے کے لیے وہ چند نوٹ اور ایک چیک اس کے مندر بارہ تو تھا وہ اس نے اس کے سینے کی غدنتوں کے غرض سے دی تو تھی۔ ہاں بہت خدمت کی تھی اس نے اشعر حسین کی۔ ایک سال تک وہ اس کی بیوی کا رول نبھاتی رہی تھی۔ اس کے ساتھ سوتی اور جاتی تھی۔ اس خدمت کا معاوضہ دے کر اسے رخصت کیا گیا تھا۔ وہ یہ یووانہ کر کے کہ میری خدمات مفت حاصل کرنی نہیں۔ زلت کا شدید احساس رکھوں کو کاتھنے لگا تھا۔

”بائی آپ یہاں کھڑی ہیں۔ میں بہت دیر سے آپ کو ڈھونڈ رہا ہوں۔“ کوئی اس کے بالکل قریب آکر بولا تھا۔ اس نے بری طرح چونک کر اپنے برابر میں دیکھا تھا وہ جمال تھا نور افزا کا پندرہ سالہ نواسا جمال۔ اس کی سانس ہنسی طرح پھولی ہوئی تھی اور اس کا انداز یہ بتا رہا تھا کہ وہ بہت دیر سے اسے تلاش کر رہا ہے۔

”میں بہت دیر سے سب جگہ پر آپ کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ آپ مجھے نہیں ملیں تو گھر جا کر مجھے اماں سے بہت ڈانٹہ پڑے گی۔“

وہ گھر کے اندر جس طرح زور اٹھا تھا اس وقت اس کے برعکس اس سے دیے ہی بات کر رہا تھا جیسے آج سے پہلے بہت کیا کرتا تھا۔

”تمہیں نور افزا نے بھیجا ہے؟“

”ہاں اماں کو آپ کی بہت فکر ہو رہی تھی۔ انہوں نے مجھے کہا ہے آپ کو جہاں بھی جانا ہے میں آپ کو وہاں لے کر آؤں۔ بہت دیر سے ڈرتے ڈرتے گھر کی جھیلی طرف کی آؤ۔ پھلانگ کر باہر نکلا ہوں۔ گیت کھول کر باہر نکلتا تو نور خان دیکھ لیتا۔“

وہ اپنی ساری کارگزاریوں میں سنا رہا تھا جیسے ابھی وہ اس کے بہادرانہ اور فکمی ہیرہ جیسے انداز پر اسے سراہے کی فکر

میں کی سنجیدگی اور لٹائیا انداز دیکھ کر جیسے اسے خود ہی اپنی آنت کا احساس ہوا تھا۔ وہ ایک دم ہی بالکل سنجیدہ ہو گیا۔

”آپ کہاں جا سیں گی؟ اماں نے مجھے کرائے کے لیے دے کر بھیجا ہے۔ آپ کو جہاں بھی جانا ہے میں آپ کو وہیں پہنچا کر آؤں گا۔“

”نور افزا۔“ اس کے دل نے شکر گزاری کے احساس کے دب کر اپنی ملازمہ کا نام لیا تھا۔ اس نے جمال کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔ اسے اپنے قریب دیکھنے سے اس کا ہاتھ پکڑنے سے اسے تحفظ کا احساس ہوا تھا۔ وہ ہاتھ دے کر ایک ٹیکسی کو روک رہا تھا۔ ساتھ ہی اس سے یہ بھی پوچھا تھا کہ وہ کہاں جانے لگی۔ ”تو اب شاہ۔“ اس کے جواب نے اسے حیران پریشان کر دیا تھا۔

رات کے دو بج رہے تھے۔ اور اس کے ساتھ موجود پندرہ سال کا لڑکا جو اس کا کوئی بھی نہیں لگتا تھا اس کی بحفاظت دوسرے شہر تک روانگی کا انتظام کر رہا تھا وہ اسے رکش میں بٹھا کر اپنے رشتے کے ماسوں غلام قادر کے گھر لے آیا تھا۔ اس غریب ہستی میں اس چھوٹے سے گھر میں جوتے ہوئے اپنے ماسوں کو اٹھانے اور ساری بات سمجھانے میں جمال نے آٹھ منٹ لگائے تھے۔

”بات سنو جمال! غلام قادر اور اس کے دوست حیات سے بات کر کے جمال اس کی طرف آیا تو اس نے فوراً ہی اسے مخاطب کیا تھا۔ ان تینوں سے الگ کھڑے ہونے کے ارادہ سے دور سے بھی یہ سمجھ میں آ رہا تھا کہ اسے چھوڑنے کے لیے جانے پر تگوبلی ظاہر کرتے حیات نے اس کام کے جتنے پیسے طلب کیے تھے اتنے شاید جمال کے پاس نہیں تھے۔ دوستی اور تعلقات تھے تو کیا ہوا بہر حال حیات کو آدمی رات کو دوسرے شہر جانے اور پھر واپس آنے کے اپنی مرضی کے مطابق پیسے چاہیے تھے۔ فی الحال یہ پیسے غلام قادر نے دے دیے تھے مگر ظاہر ہے اپنے آنتے کے اس ماسوں کے اوصار دیے یہ پیسے جمال کو لازمی آتے تھے۔ جمال نے شاید غلام قادر سے وہ پیسے اسے کل ہی لے کر دیے کا وعدہ کیا تھا۔ ان دونوں سے بات چیت سننے کے بعد جمال اس کے پاس آیا تو اس نے اسے ہاتھ دے کر مخاطب کیا تھا۔ جمال اس کی بات سننے کے لیے توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”یہ رکھ لو جمال۔“ اس نے اپنے جسم پر سجاوہ زبور اپنا ہینڈ کلس گلے سے اتار کر مٹھی میں دبا کر اسے جمال کو دیا چاہا تھا۔ اس کے پاس اس وقت کوئی پیسے نہیں تھے اور وہ اس کم سن لڑکے اور اس کی بوڑھی ماں پر اپنے جانے کے کرائے کا بوجھ ڈالنا نہیں چاہتی تھی۔ جمال بدگ کرایا دم یوں ہٹاتا جیسے اسے کرنٹ لگا ہو۔

”آپ یہ کیا کر رہی ہیں۔ آپ یہ مت کریں۔ اسے پس لیں۔“ ایک دم یوں ہٹاتا جیسے اسے کرنٹ لگا ہو۔ ”اسے رکھ لو جمال! منج مت کرو۔ میں تمہاری بڑی بہن بن کر کہہ رہی ہوں۔“

”اگر آپ میری بڑی بہن کی طرح ہیں تو کیا میں آپ کا زبور لوں گا؟ کیا بہانی، بہنوں کا زبور لیتے ہیں؟“ الگ الگ لوگوں کے لیے غیرت کے الگ الگ معنی و مفہوم ہوتے ہیں۔ پتا نہیں پندرہ سال کے لڑکے کا وہ اس وقت کس کے ساتھ موازت کر رہی تھی۔

”آئیے۔ گاڑی میں بیٹھیں۔ حیات قادر ملا کا بہت اچھا دوست ہے وہ ہمیں وہاں تک پوری حفاظت سے پہنچا دے گا۔“ اسے مزید اصرار کا موقع نہ ملے۔ بغیر وہ اسے ایک اپ کے قریب لے آیا تھا۔ چنیدہ سیکنڈز میں حیات نے اگر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ گاڑی چلتا شروع ہوئی تھی۔ یہ خردا احسان کی واپسی کا سفر تھا۔

اس کے برابر بیٹھا جمال بہت سنجیدہ اور متشکر سا نظر آ رہا تھا۔ وہ سارے راستے جمال کا ہاتھ پکڑے رہی تھی اور اس وقت بھی گاڑی سے باہر اترنے سے پہلے اس نے اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہی اس کا شکر ادا کیا تھا۔

”نور افزا سے میرا بہت شکر ہے کہنا جمال اور تمہارا بھی بہت شکر۔ شکر یہ کا لفظ بہت چھوٹا ہے مگر میں اور کیا کہوں؟ میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ تمہیں زندگی میں بہت کامیابیاں اور بہت عزت عطا کرے۔“

وہ تھوڑے سا راتڑکی اپنی عزت اور آہو کی سلامتی کے ساتھ بحفاظت اس گھر تک آئی تھی۔ جہاں نموت تھی۔ پیسے کی تنگی تھی مگر دلوں میں وہ سستیں تھیں۔

بتول بانو ان کے تینوں بیٹے دونوں بہنوں سب اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ اس کے ساتھ کیا ہوا یہ بتانے کی کوشش کرتے کرتے وہ بتول بانو کی گواہیوں سے ہوش بہرہ کر گزری تھی۔ وہ اشعر کا انتظار کر رہی تھی۔ اس سے گلے شکوے۔

باراضیاں سب کچھ تھیں مگر اس کا انتظار ان سب سے نہیں بڑھ کر تھا۔ اسے بت گئے تھے اسے بت گئے تھے۔

تول بانو کے گھر اگر تیرہ چودھ دن تو وہ ہنگ سے کھڑی ہی نہیں ہو سکتی تھی۔ وہاں آتے ہی بیٹا کا احساس ملتے ہی جو وہ گری تو لگتے کئی دن اس کی حالت منجھل نہیں سکی تھی تول بانو اپنے ہونے کے ساتھ اسے ہشکل ڈاکٹر کے پاس لے جا سکتی تھیں۔ ان کے بڑے دو بیٹے شادی شدہ بیوی بچوں والے معمولی نوکری پیش لوگ تھے جن کی آمدنی سے ان کے بیوی بچوں کے اخراجات بشکل پورے ہوا کرتے تھے۔ تیسرا بیٹا بڑھ رہا تھا اور اپنی برصغیر خراج نکالنے کے لیے اسے دو دو جگہ برائیسٹ نوکریاں کرنا پڑی تھیں۔ ایک نوکری لگا کر گھر لانے کے حالات جیسے ہو سکتے تھے ویسے ہی ان کے گھر کے حالات تھے۔ اس کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ اس کی پریگنسی میں پیچیدگیوں کے خطرات بہت زیادہ بڑھ گئے تھے۔ ڈیوری کے وقت پیچیدگیوں کے خطرات پیدا ہو گئے تھے مگر اتنا تو تھا کہ اس کا بچہ سلامت تھا۔ وہ بہتر سے بغیر سارے کے سیدھی کھڑی نہیں ہو پاری تھی۔ وہ لگنے لگنے کسی بے بسی سے اور کبھی روتے ہوئے مسلسل اشعری کو پکار رہی تھی۔ پلنگ پر لیٹے اس کی نظریں ہر مل اس بچھوٹے سے گھر کے دو دروازے کو پھرتی رہتی تھیں۔

اسے یہاں آئے پورے بیس روز ہو گئے تھے اب تک تو اشعری شاک کی حالت میں گھر سے دور نہیں ہو گا اب تک تو وہ گھر واپس آیا ہو گا اب تک تو اسے نور افزا سے وہ خط مل چکا ہو گا۔ اس کی ماں نے جو بھی گھٹیا کمالی خرو کی غیر موجودگی کی اسے سنائی ہو پر وہ وہاں اس کے لیے ایک خط چھوڑ کر آئی ہے اب تک تو وہ خط نور افزا سے اسے وہ چکی ہوگی۔ اب تک تو وہ اس خط کو پڑھ چکا ہو گا۔ پھر وہ اس سے رابطہ کیوں نہیں کر رہا۔

تھیں ایسا تو تیس روز خط اشعری کو ملا ہی نہیں ہے۔ نور افزا نے وہ خط اشعری کو دیا ہی نہیں ہے۔ نور افزا کے خلاف سوچنے کے لیے اس کا دل نہیں مان رہا تھا۔ تول بانو کے گھر آنے کی اس کی تیسری رات میں لیٹ کر بے چینی سے اوجھڑا کر رہیں بدلے اس نے سوچا تھا۔ اسے اشعری سے خود رابطہ کرنا چاہیے۔ مزید وہ اس انتظار اور اس کشمکش میں بیٹھی نہیں رہ سکتی تھی کہ پتا نہیں

اشعری کو خط ملا ہی نہیں وہ شاک سے باہر نکلا ہی نہیں۔ وہ اشعری سے اس کے موبائل پر رابطے کی کوششیں کر کے ٹھک گئی تھی۔

مگر موبائل پر رابطہ کسی قیمت پر نہیں ہو پاتا تھا۔ مگر فون کرنے کی کوشش کرنا کیا کیا ہو سکتا تھی حواست تھا۔ اس؟ اس؟ اشعری کے آفس میں اس سے رابطہ کرنا چاہیے۔ آفس میں رابطے کا خیال آتے ہی اس کے اندر ایک نیا جوش اور تیا دلولہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس نے اشعری کے آفس میں اس کے ذاتی نمبر پر کال کی۔ تیل بالکل ٹھیک جاری تھی۔ پہلی تیل لود پھر دوسری تیل پر کال ریسیور کر گئی تھی۔

”ہیلو اشعری آواز یوں لگا تھا جیسے صدیوں بعد اس نے۔ آواز سنی ہے۔ اس کا دل ایک دم ہی بہت خیر خیر دھڑکنے لگا تھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے جھینکنے لگی تھیں۔“

”تمہیں بتا ہے اشعری تمہاری ماں نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔ میں مرتے مرتے پئی ہوں اور تارا بچے۔“ وہ بتا نہیں گیا کیا کتنا چاہتی تھی اس کی آواز سننے ہی میں چاہا تھا اسے خود ہوا ایک ایک کلمہ دوتے ہوئے بتا دالے۔ مگر وہ بولی تو صرف اتنا سا۔

”ہیلو اشعری میں خرو بات کر رہی۔“ اسے اس کا جملہ ٹھیک نہیں کرنے دیا گیا تھا۔ اس کی بات دوسری طرف سے آئی سرد آواز نے کیفیت ہی کٹ دی تھی۔

”دوری میں اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتا۔“ سرد سیات۔ ایسے میں بات پوری کرتے ہی وہ سری طرف ریسیور بہت زور سے پھانسیا تھا۔

”ریسیور کھن سے لگا تھو وہ ساکت کھڑی رہ گئی تھی۔“ سیرا بیٹا اب زندگی بھر تمہاری شکل پر قصوں کا بھی نہیں۔ ہو جس گمان میں تم خرد احسان۔ کسی بد کردار عورت کو کوئی مزید پوچھنا کہ نہیں رکھتا۔“ فریدہ حسین اس کے سامنے کھڑی قہقہے لگا لگا کر رہی تھی۔ اس کا شوہر اسے آوارہ بد چلن بد کردار سمجھتا تھا۔ اسے انہوں نے دیکھی بہت پر تعین آچکا تھا۔ ماں کی لگائی ہر آگ کو دہاچا مان چکا تھا اس کی طرف کی بات نے بغیر اسے صفائی کا بیج دینے بغیر وہ اسے مجرم قرار دے چکا تھا۔ اس کی آنکھوں سے وہ آنسو بہتی خاموشی سے گرنے۔ اسے خود ترس رہی تھی آ رہا تھا اور غصہ بھی۔ آج سب امیدیں دم توڑ گئی تھیں۔

خوش گمانیاں ختم ہو گئی تھیں وہ نہ محبت کرنا چاہتا تھا۔ یہ تھا۔

”محبت کرنے والی لڑکی خرد احسان مر چکی تھی مگر ابھی یہ بیوی زندہ تھی ابھی ایک ماں زندہ تھی۔ اس بیوی کو اپنے لیے اپنے ہونے والے بچے کے لیے اس شخص کی بہت ضرورت تھی۔ اب صرف عزت کا سوال تھا۔ ایک بیوی کو اپنے ہونے والے بچے کے باپ سے اپنے کردار کی کوئی پتا چاہیے تھی اس پر اپنی بے گناہی ثابت کرنی تھی۔ وہ اپنے بچے کی زندگی کو ایک کالی بھی نہیں بننے دے گا۔“

اس نے اشعری کے آفس کے اسی برسل نمبر دو بارہ کالز کرنے کی بے شمار اور کن گت بار کوششیں کی تھیں۔ مگر وہ نمبر اس کا اپنے شوہر سے رابطہ نہیں کر رہا تھا۔ ”میں اس باہمی کسی عورت کو نہیں جانتا۔“ یہ تک کہنے والا کوئی اس نمبر پر سو نہ نہیں تھا۔ اس کی طبیعت ہرگز رتی دن کے ساتھ خراب ہوتی چلی جاری تھی۔

اس کی پریگنسی میں اتنی زیادہ پیچیدگیوں پیدا ہو چکی تھیں کہ ابتدا ”لیڈی ڈاکٹر کے پاس تول بانو اس کی جنسی سی ٹیکٹک میں اسے لے جاتی رہی تھیں اس نے ملکہ خطرات سے آگاہ کرتے انہیں مشورہ دیا تھا کہ اسے کسی تمام سولیات والے بڑے ہسپتال میں لے کر جائیں مگر جب ڈیوری کا وقت آئے اور خدا نخواستہ کوئی پیچیدہ صورت حال پیدا ہو جائے تو اس سے با آسانی نمٹا جاسکے۔ خرداک خدا دوا ان چیزوں کا وہاں ہوش کماں سے کرتی تھیں اپنے بچے کی ولایت ثابت کرنے کے لالچے بڑے ہوئے تھے۔ وہ اس کے موبائل اور اس کے برسل فون نمبر تلاش ملانے کے جتن کر رہی ہوئی اور وہاں اس کی پکار کا جواب دینے والا کوئی بھی نہ ہوتا تو اسے اپنا آپ کسی بازاری عورت بیعتا مانی لگتا۔

وہ جن کے گھر میں رہ رہی تھی۔ ان تک سے نظریں چرا باگلی تھی۔ ترس بھر دی سب اپنی جگہ مگر شوہر کی اس سے گری ان لوگوں پر مال ہو جنہم کر آئی تھی وہ لڑکی سہ تول بانو کے سوا اس گھر کے تمام کینوں کے لیے تھی اور صرف ایک بوجھ ہی بنتی جاری تھی۔ ایسا بوجھ اسے ہر ان تعلقات کے لحاظ میں اٹھاتا رہے تھے مگر ان کی تالی سے ہرگز نہیں۔ جہاں اپنے اخراجات بشکل اس ہوتے ہوں وہاں یہ اضافی بوجھ ان سفید پوشی کا

بھرم رکھے لوگوں کے لیے کوئی خوشگوار چیز نہیں تھا۔ اس کی پریگنسی کا پانچواں مہینہ تھا اور اب اسے اشعری حسین کو اس کے دفتر کے بچے پر خط بھیجے تھی ایک مہینہ ہو چکا تھا۔ ہرگز رت ان اسے فریدہ حسین کا پتہ پتہ یاد دلا رہا تھا۔ وہ اس زندگی میں اپنے بچے کا اشعری کے بچے ثابت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ خوف سے نئے سرے سے کانپنے لگتی۔

پھر یہ اس رات کی بات تھی جب پچھلا مہینہ پورا ہو کر اس کی پریگنسی کا ساتواں مہینہ شروع ہونے والا تھا کہ اس رات اسے شدید درد محسوس ہونا شروع ہوا۔ وہ اس گھر کے لوگوں کو پہلے ہی بہت زیادہ پریشان کر رہی تھی۔ آٹھویں رات کے وقت وہ سب کو سوٹے سے اٹھا کر مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے وہ پوری رات درد سے کراہتے ڈر کر تھما سے گزار دی تھی۔ اسے کسی مل قرار نہیں تھا۔ تھما درد سے کہ وہ رات اتنی طویل تھی جیسے کبھی اس کی محرومی ہی نہیں۔ پھر آخر کار طلوع ہو ہی گئی تھی۔ صبح ہونے پر بجائے اپنی حالت تول بانو کو بتانے کے وہ بہت کر کے ہشکل اٹھ کر کئی فون تک آئی تھی۔ اسے اس وقت فوراً ہسپتال جانا چاہیے۔ وہ وہ جانتی تھی مگر وہ ایک آخری کوشش ہسپتال جانے سے پہلے کر لینا چاہتی تھی۔ اسے اتنا شدید درد ہو رہا تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو منگولوں سے روک رہی تھی دیوار کا سارا لے کر وہ ہشکل فون نمبر ملا پائی تھی۔ اس کا ذاتی نمبر کیا پتا آن وہاں اس کی پکار سن لی جائے۔ مگر نہیں اس نمبر پر آج بھی وہ اس شخص تک رسائی پانے میں ناکام تھی۔ اس کی بہت جواب دے رہی تھی۔ اس سے اب مزید بالکل بھی کڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا وہ کسی بھی لمحے گرنے کی۔

”میری اشعری سے بات کرادیں۔“ اپنی چیخ کوداتے اس نے ہشکل کتا تھا۔ بولوں کو دانتوں سے چلنے والی بیٹیوں کو دباری تھی۔ ”سراسر وقت آفس میں میں ہیں۔“

”خانا“ فون بند کر دینے والی تھی جب اس نے سیکرٹری کی آواز کے جیسے کہیں بہت دور اشعری کی آواز سنی۔ وہ اس آواز کو مٹیوں کے فاصلے پر بھی پہچانے میں بھی دھوکا کھا سکتی نہیں سکتی تھی۔

”وہ آفس ہی میں ہیں۔ آپ میری ان سے بات کرانے۔“ وہ اس بار درد سے چلائی تھی۔ وہ اپنی چیخ کودا نہیں پائی تھی۔ دیوار پر رکھا اس کا پتہ میں سے بیٹا بھادہ دیوار پر سے تیزی سے پھسلنے لگا تھا۔ اس گھر کے پیر اس کے جسم کا

جو تھ مزید اٹھانے سے انکاری ہو رہے تھے وہ کسی بھی لمحہ گمراہی والی تھی وہ روپڑی تھی۔

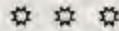
”سوری میاں سرریزی ہیں وہ آپ سے بات نہیں کر سکیں گے۔“ اس کی روٹی ہوئی آواز سے پریشان ہو کر سیکرٹری نے بے بس سے لہجے میں کہا تھا۔

”آپ پلیز صبریٰ ان سے بات کرا دیجئے پلیز۔ ان سے کہیے۔“ ورد کی ایک شدید لہر اس کے اندر سے ایسی اٹھی کہ وہ اپنی بات مکمل نہیں کر سکی وہ رو رہی تھی۔ اس کا لہو منت بھرا تھا۔ وہ اشعر حسین کی بیوی جو آنے والے چند گھنٹوں میں اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ اس کی چند ہزار روپے ماہوار پر ملازم ایک سیکرٹری کی روٹے ہوئے منت کر رہی تھی۔

”آہم دربی سوری میاں آپ کی کوئی بھی کل ریلیو کرنے سے سہنے تھی سے منع کر رکھا ہے۔“

اس کے رونے اور گمراہانے سے بوکھلا کر سیکرٹری نے مزید جھوٹ بولنے کے بجائے صاف بات کرنا مناسب سمجھا تھا اور پھر اس کی مزید التجاؤں سے بچنے کے لیے بات پوری کرتے ہی کھٹک سے نون بند کر دیا تھا۔

دیوار پر پھسلا اس کا ہاتھ نیچے آتا چلا گیا تھا ریسپور اس کے ہاتھ سے پھٹتا تھا رو سے چلائی وہ نین پر گری تھی اور اس کی چیخ سے پورا گھر کوچ کاٹھا تھا۔



بتول بانو اسے لے کر اسی سرکاری ہسپتال کے گائنی وارڈ میں پہنچی تھیں جہاں پچھلے چند ماہ سے اسے لے جاتی رہی تھیں۔ یہاں طبی عملے کا وہی برتاؤ تھا۔ جو سرکاری ہسپتالوں میں حالات کے ستارے پے پستے غریب لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر ماں کمزور ہو اس کی جسمانی حالت زیادہ اچھی نہ ہو تو 12 گھنٹے سے لورہر میں ماں اور بچے دونوں کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے اس دوران نارٹل ڈیویری نہ ہو سکے تو آپریشن کیا جائے۔

پورے اٹھارہ گھنٹے لیبر چین میں رہنے کے بعد جب نارٹل ڈیویری نہ ہو سکی جب ماں اور بچے دونوں کی جان مکمل طور پر خطرے میں جا چکی ان کے بچنے کے امکانات بہت کم ہونے لگے تب وہ گائنا کولو جسٹ ڈیویٹی پر پہنچیں مہین کی آمد کا کئی گھنٹوں سے انتظار تھا کہ وہ آئیں گی تو سیزرین آپریشن کیا جائے گا۔ اس کے پاس اپنے آپریشن

کے لیے کیا کسی بھی چیز کے لیے ایک پیر تک نہیں تھا۔ بتول بانو بے چاری یہاں وہاں بھاگتی پتا نہیں اسے کسی جاننے والے سے قرض لے کر آئی تھیں۔ اس کا آپریشن ہو سکا تھا۔ اس کی لور اس کے بچے کی جان بچا سکی تھی اس کی بیٹی کی پیدائش ہو سکی تھی۔ اس کی بیٹی نے جب آنے کھولی جب اس دنیا میں پہلی سانس لی تو اسے عزت

پاموس اور اپنا نام دینے والا اس کا باپ اس کی زندگی میں کبھی نہیں تھا۔ اس کی بیٹی حرم حسین وہ ایک ایسے گھنا ترین باپ کی بیٹی تھی جس نے اپنی بیٹی کے وجود ہی کو ایک گالی بنا دیا تھا۔ جس گھڑی حرم حسین نے جنم لیا تھا اس گھڑی ایک نئی خرد احسان نے بھی جنم لیا تھا۔ وہ خرد احسان جو اشعر حسین نام کے اس شخص سے احتمالی حدوں تک نفرت کرتی تھی جس نے بیوی پر گھٹی تھیں کو تو کیا سنا یا ہو تا اس نے تو اپنی اولاد اپنی بیٹی کو بھی ایک بہت گندی گالی بنا دیا تھا۔

ہوش میں آنے کے بعد اس نے اپنی بیٹی کو گود میں لے کر پیار کیا۔ تب اس روز وہ اس شخص کے نام پر آخری بار روٹی تھی۔ آخری بار اس نے اس شخص کے نام پر بچے اپنے تمام آنسو بہا ڈالے تھے۔ ”وہا کرتی ہوں اس زندگی میں اب عمر بھر تم کبھی میرے سامنے نہ آؤ۔ تم سے سامنا اب میں صرف روز حشر چاہتی ہوں اشعر حسین اس دنیا میں نہیں۔ اس زندگی میں نہیں۔“

جب تک میں تمہیں معاف نہیں کروں گی میرا اللہ بھی تمہیں معاف نہیں کرے گا۔ اور اشعر حسین اپنی بیٹی کی قسم کھا کر کہتی ہوں اس روز میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔ اپنے لیے معاف کرنے کا حوصلہ کر بھی اول لیکن اپنی بیٹی کے لیے اسے جو ذلت تم نے اس دنیا میں آکھیں گھولنے ہی بخشی اس کے لیے ہرگز معاف نہیں کروں گی۔“

اس کی کمزور لانا فر اور بیمار بچی وہ جن حالات میں اور جس طرح پیدا ہوئی تھی اسے کمزور اور بیمار پیدا ہونا ہی چاہیے تھا۔

اسے تھا اپنی بیٹی کی پرورش کرنا تھی۔ اسے بانہ بے تھا۔ اسے زندگی کی ہر سمولت فراہم کرنا تھی۔ اور یہاں زندگی کی بنیادی ضرورتوں کے لالے پڑ رہے تھے اس کی بیمار اور کمزور بچی کو درکار مناسب علاج اور دواؤں کی فراہمی کے لالے پڑ رہے تھے۔ اس کی ایسا حالت ہے اور ایسا

نہیں اس پر سوچئے، دھیان دینے کی اس کے پاس سہلت نہیں تھی۔

وہ حرم کی پیدائش کے ساتویں روز گھر کے قریب واقع اس اسکول پہنچی تھی جہاں اگر اسے فوراً ملازمت مل جاتی تو اس کی بیٹی کو فوراً درکار بہت سی دوائیں خرید کر لائی جاسکتی تھیں۔ اس کی بیٹی کی پیدائش پر بتول بانو جہاں جہاں سے قرض لے کر آئی تھیں اس قرض کو کسی کے تقاضے سے پہلے لوٹا دینے کے لیے اس کے پاس کچھ پیسے آسکتے تھے۔ اسے ہر حالت میں وہ ملازمت درکار تھی۔

فی الحال اس کی اپنی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ ملازمت کی تلاش میں ماری ماری پھر سکتی اس کی چند دن کی بیٹار قسمت نے یہاں اس کا ساتھ دیا تھا۔ اسے بہت معمولی تنخواہ پر ہی سہی بہر حال اس اسکول میں ملازمت مل گئی تھی۔ یہ پہلا قدم بہت چھوٹا اور معمولی سی لیکن کم از کم اس نے اپنے بل بوتے پر زندگی کو خود گزارنے کا آغاز کر لیا تھا۔

بتول بانو یہ جان کر کہ وہ ملازمت شروع کر رہی ہے قدرے پریشان ہوئی تھیں۔ وہ اس رات بیٹک پر اس کے برابر بیٹھی اسے سمجھانے لگی تھیں۔ وہ حرم کو قید کر رہی تھی۔ حرم ماں کی چھاتی سے لگی بہت پُرسکون بہت مطمئن ہونے کے قریب تھی اور بتول بانو آہستہ آواز میں بولتی ہی اس کی محبت میں اسے یہ سبھارتی تھیں کہ۔

وہ اشعر سے کراچی جا کر لے فون پر بات کی وہ اہمیت نہیں ہو سکتی جو اس کے خود جانے کی ہو سکتی ہے۔ اسے یہ آخری گوشش ضرور کر دیکھنا چاہیے۔ اس کے لیے تب اشعر کا دل گداز نہیں ہوا تھا لیکن کیا تباہ ایک باب کا دل اپنی بیٹی کے لیے گداز ہو جائے۔ اور پھر وہ ساری آگ تو اس کی ماں کی لگتی ہوئی تھی۔ ورنہ کیا وہ اس سے محبت کیا نہیں کرنا تھا۔

”محبت...“ وہ طنز بہ انداز میں ان کی بات پر نہیں تھی۔

”محبت نہیں کی تھی بتول خاں! میں اس کا سن پند کھلونا تھی پھر ایک روز اس کی ماں نے اسے اس کے پسندیدہ کھلونے کے کچھ عیب دکھائے تو اس عیب دار کھلونے کو اٹھا کر اس نے سڑک پر پھینک دیا۔“

”تمہارے ساتھ بہت زیادہ زیادتی ہوئی ہے بیٹا! میں مانتی ہوں یہ بات لیکن۔“

”زیادتی نہیں ہوئی ہے بتول خاں! مجھے میری حیثیت

بتالی گئی ہے جسے میں نے ساری دنیا میں سب سے زیادہ پیار کیا تھا، اسی شخص نے میری بہت سی خاک میں ملا دی، میری مدد کو مار ڈالا، مجھ سے سزا تھا کہ زندہ رہنے کا حق نہیں آیا، میری بیٹی کے وجود کو ایک شرمناک گالی بنا دیا۔“

اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

”اشعر تم سے بد ممکن، تم اس سے ناراض، اس طرح ایک دوسرے سے دور ہو کر تو تم دونوں اشعر کی ماں کے منصوبے کو کامیاب بنا دو گے۔ تم دونوں کو الگ کر دینا ہی تو اس کا مقصد تھا۔“

ماں کا دودھ پیتے پیتے حرم سوچتی تھی وہ اب اسے آہستگی سے اس کی جگہ پر لٹا رہی تھی۔ اسے لٹا کر کھیل اوڑھتا ہے ہونے اس نے بتول بانو کی طرف دیکھا تھا۔

”فرہد حسین کون تھی اور اس نے میرے ساتھ کیا کیا تھا، مجھے یاد نہیں۔ مجھے یاد ہے تو صرف اتنا کہ مجھے بے اعتباری، ذلت اور رسوائی اس شخص نے دی ہے جو ماری دنیا میں میرا واحد اپنا تھا۔“

”حرم کے پیدا ہونے کا لمحہ اشعر حسین کے انتظار کا آخری لمحہ تھا بتول خاں! اب تین تین زندگی بھر بھی اس کی شکل دیکھوں گی، نہ اسے اپنی دکھاؤ گی۔“

اس کا لہجہ بہت مضبوط تھا اس میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔ بتول بانو اس کے اتنے واضح اور صاف انکار کے باوجود اسے زندگی کے سرود گرم اور اونچے سچ بھجانے لگی تھیں۔

”زندگی میں اور کتنا برا وقت آئے گا بتول خاں! جب اپنی بیٹی کو اپنی کوکھ میں لے رات کے اندر چرے میں کٹے آسمان تلے بے امن اور بے ساتیان بالکل ختم میں بھی سروا میو کر گئی۔ میری بیٹی بھی سروا میو کر گئی تو میں اور میری بیٹی ہماری باقی زندگی بھی اس شخص کے بغیر گزار سکتے ہیں۔“

مضبوط، محکم اور دو ٹوک لہجے میں بتول بانو کو جواب دے کر وہ حرم کے برابر ہونے لیٹ گئی تھی۔ اسے اس کے فیصلے میں اتنا مضبوط دیکھ کر وہ بھی خاموشی سے لیٹ گئی تھیں۔

اور شاید اس کا وہ جملہ ”میں اپنی بیٹی کو تمہارے بیٹے تمہاری دودھ تمہارے سارے کے بغیر خود پال لوں گی۔“ اس پر بول کی مزاد دینے کو تھرتھرے وہ داؤ پٹا لیا۔ اسے لاکر اسی شخص کے در پر چھڑ گیا۔

حرم کے علاج کے لیے چیرے مانگتے جب اس شخص کے ہر حال تھی اس روز اپنی اوقات زندگی بھر کے لیے بہت اچھی طرح پہچان لی تھی اور اب جب حرم کی سرجری ہو چکی تھی وہ بہت تیزی سے دوبارہ صحت ہو رہی تھی۔

غذیہ کل اسے ہسپتال سے ڈسچارج ہو جاتا تھا۔ تب وہ بیات کو ایک طرف رکھ کر یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ حرم کی سبزی کے لیے اسے حرم کو خود سے جدا کرنا ہوگا۔

”بھی اپنی ماما سے بد ممکن مت ہونا بیٹا! بھی یہ مت سوچنا کہ میری ماما مجھے یاد نہیں کرتی تھیں۔ وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ تمہاری محبت ہی تمہاری ماما سے یہ فیصلہ کروا رہی ہے حرم۔“

حرم کو اشعر کے پاس چھوڑ کر اسے واپس اپنی دنیا میں لوٹنا ہوگا۔ یہ فیصلہ کر چکی تھی مگر اسے پتا تھا حرم سے جدا ہو کر اب وہ ساری عمر اس کی جدائی کے غم میں روٹی رہے گی۔

* * *

وہ اپنے کمرے میں شدید پریشانی کے عالم میں بیٹھی تھیں۔ یہ ہوا کیا تھا؟ یہ سب ہوا کیا تھا؟ وہ خود احسان واپس اشعر کی زندگی میں آگئی؟ نہیں یہ ناممکن ہے۔ ہر بات کی سانسے تصدیق موجود تھی پھر بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ زندگی کی دی یہ بھلاک اطلاق کہ سارہ نے خود اپنی آنکھوں سے خود اور اس کی بیٹی کو اشعر کے ساتھ کسی رستورنٹ میں بیٹھ کر دیکھا ہے۔ یہ خبر شعلی ملاقات جات میں ان کے سوشل ورک کے دوران انہیں ملی اور ان پر بھلی کرانی۔

ان کی آنکھوں کے سامنے وہ چٹ پڑی تھی جس پر اس پارٹنرٹ کا پتا اور فون نمبر درج تھا جس میں پچھلے ایک ماہ سے بھی اوپر کے عرصے سے خود اپنی بیٹی سمیت اشعر کے ساتھ رہ رہی تھی لیکن اب بھی دل کو اس ناممکن ترین بات کا یقین دلانا مشکل ہو رہا تھا۔ اشعر اس سے شدید نفرت کرتا تھا وہ اس کی شکل دیکھنا تو کیا اس کا ذکر تک سنتا تو اسے حس کرنا تھا پھر اس لڑکی نے آخر ایسا کیا کیا جس سے اشعر ان کی جگہ لیٹ گئی۔ اشعر اتنے دنوں سے ان کی آنکھوں میں کھل جھونک رہا تھا ان سے جھوٹ بول رہا تھا؟ وہ دن کے بھی وقت گھر کا حال احوال معلوم کرنے کراچی اپنے سفر فون کرتیں ملازمت سے بات کر رہیں، اشعر گھر پر بھی

موجود نہ ہونا لیکن اس میں تعجب کی کیا بات تھی۔ وہ تو ان کی موجودگی میں بھی اب ایک طویل عرصے سے گھر سے ڈور بہت دور بلکہ دنیا ہی سے بہت دور دور رہنے لگا تھا۔ انہیں اشعر کے ساتھ اپنی کچھ دنوں پہلے کی وہ فون کل یاد تھی جس میں انہیں اس کے لیے جس میں بے تماشاشا خوشی کی جھلک محسوس ہوئی تھی اور اشعر کی وہ خوشی ایسا اس بات کی تھی کہ اس کی زندگی میں اس کی بیوی اور بیٹی لوٹ آئی ہیں؟

وہ خود احسان اشعر سے اپنا اور اپنی بیٹی کا وجود بھی تسلیم کر دیا تھا تھی۔ کیا خود نے اشعر کو سب کچھ بتا دیا۔ سارے چار سال پہلے جو کچھ ہوا وہ سب اور اشعر نے اس کا یقین بھی کر لیا؟

یہ سوچتے ہوئے ان کا دل اندر ہی اندر ڈوبنے لگا۔

”نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا ایسا بھی نہیں ہو سکتا! اشعر ماں کے خلاف اس لڑکی کی کسی بکواس کا بھی یقین نہیں کر سکتا! لیکن پھر اس کے اتنے دنوں تک یہ ساری بات ان سے چھپائے رکھنے کا مقصد کیا تھا! انہیں ہر باڑی الٹی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔“

کیا بیٹی کی بیماری کے کوئی دھوکہ کر کے اس لڑکی نے اشعر کی ہوریاں حاصل کرنے کی کوشش کی تھی؟ ذرینہ نے ان کی کراچی واپسی سے کن دن قبل ان کے کہنے پر اشعر کے پارٹنرٹ کے نمبر کال کی تھی۔ وہاں کسی ملازمت سے کل رہ میو کی تھی اور یہ بتایا تھا کہ وہ لوگ ان دنوں ہسپتال میں ہیں۔ حرم کا آبر یقین ہوا ہے وہ وہاں پر ایڈمٹ ہے۔ خود کی بیٹی کا نام حرم ہے یہ وہ نہیں جانتی تھیں۔ ہاں اتنا چار سال پہلے سے ضرور جانتی تھیں کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ اس شروع شروع کے وقت میں انہوں نے ذرینہ کے ذریعے بھی اور اپنے کچھ دوسرے ذرائع سے بھی کسی نہ کسی فرز کے ذریعہ طریقے سے خبر خیر کھوئی تھی۔ جب یہ تسلی ہو گئی کہ اس کے ہاں بیٹی کو لے کر اشعر کے پاس واپس نہیں آ رہی تب انہوں نے سکون کا سانس لیا تھا۔ خود کو اشعر کی زندگی سے نکال دینے کے بعد ان کا پکا ارادہ تھا کہ وہ اشعر کی فوراً تمہیں اور شادی کروا دیں گی۔ اس وقت اشعر کو ایک جذباتی سارے کی شدید ضرورت تھی اور اگر اس کی فوراً ہی شادی ہو جاتی تو وہ اپنی شادی شدہ زندگی بیوی اور پھر بچوں میں گم ہو جاتا۔

گھرا اشعر نے اس کھلیا اور سچ لڑکی کے پیچھے جوگ لے لیا تھا اپنی زندگی تباہ کر دینے پر تکتا بیٹھا تھا۔ ہر کوشش کر کے

دیکھ چکی تھیں۔ اسے اس تناہور خاموش زندگی سے باہر نکالنے کے لیے۔ اسے اپنا ٹوکھا بکھرا زندگی سے دور دیکھ کر کیا ان کا دل نہیں کڑھتا تھا؟ بہت دل کڑھتا تھا۔ وہ بہت مضبوط اعصاب کی عورت تھیں۔ عام عورتوں کی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہونے یا رونے پینے، اوبلا کرنے جیسی جذباتی اور احمقانہ حرکتیں انہوں نے زندگی میں کبھی نہیں کی تھیں لیکن اب گزرتے دو تین سالوں میں وہ اشعر کو اپنا تناہور زندگی سے ناراض دیکھ دیکھ کر واقعی روپا کرتی تھیں۔

ان کے تین بیٹے تھے مگر جیسی شدید محبت انہیں اشعر سے تھی۔ دسکی اپنی دونوں بیٹیوں سے نہیں تھی۔ وہ ان کا اکلوتا لاڈلا پیچھا پیچھا جو صورت شکل سے لے کر اپنی بہت سی خوبیوں تک میں بھی ہو بسا نہیں جیسا تھا۔ وہ ان کی اپنی ماں کی طرح ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں کے جمع میں بھی الگ نظر آتا تھا۔

فرق صرف اتنا تھا کہ وہ اپنی ان خوبیوں سے آگاہ ہونے کے باوجود بے نیاز سار بار کرتا تھا اور۔ شاید اس کی یہ بے نیازی لڑکیوں کو اس کی طرف زیادہ ہی متوجہ کیا کرتی تھی مگر وہ اشعر کی طرح اپنی خوبیوں اور صلاحیتوں سے کبھی بھی نہ لاپرواہ رہی تھیں۔ بے نیاز۔ وہ اپنی نو عمری کے دور سے جانتی تھیں کہ وہ ایک استثنائی ذہن غیر معمولی خوبیوں کی مالک اور بے پناہ صلاحیتوں کی حامل خاتون ہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو حکمرانی اور لیڈرشپ کے لیے پیدا ہوئے ہوتے ہیں۔ کوئی ان کے مد مقابل آکر کھڑا ہو ان کے کسی فیصلے کے برخلاف کچھ کرے یہ چیز ان کی برداشت سے باہر تھی۔ یہ غور تھا، تکبر تھا یا جو بھی بہرحال وہ خود کو پیشہ سب سے آگے اور سب سے اونچا دیکھنا چاہتی تھیں۔

اپنے گھر اور بچوں کی زندگیوں سے متعلق چھوٹے بڑے تمام فیصلے وہ کیا کرتی تھیں۔ بہیرت حسین نے صرف ان فیصلوں کو قبول کرنے کا کام کیا تھا۔ ان کا وہ گھر ان کی سلطنت تھا ان کی دیاست تھا اور اپنی اس سلطنت کی وہ ملکہ تھیں مگر پھر ایک روز ان کی اس سلطنت کے پادشاہ نے ایک بہت معمولی بہت حقیر بہت کم تر لڑکی کو لا کر ان کے مقابلے پر کھڑا کر دیا۔

پہنچتیس سالہ خوشگوار شادی شدہ زندگی کا غور شوہر کے دل اور اس کے گھر پر حکمرانی کا غر سب کچھ صرف ایک پل

میں ان سے چھین لیا گیا تھا اور کس بات سے پیچھے۔ یہ کہ وہ اس معمولی لڑکی کو اپنے بیٹے کی حیثیت میں قبول کر لیں، اسے اپنی بیوی بنائیں۔ اس بات پر اگر وہ شوہر کے خلاف تھی تھیں اس فیصلے کے خلاف بلا تھا تو کیا غلط کیا تھا۔ ان کا وہ لاکھوں کروڑوں میں ایک بیٹا جس کے لیے ان کے ہم پلہ کیا ان سے بھی اونچے گھرانوں کے لوگ رشتے کے خواہش مند تھے۔ اس کا فیصلہ کیا وہ حقیر ترین لڑکی تھی۔

اشعر امریکہ سے تعلیم مکمل کر کے آیا تو ان کے جاننے والے اور واقف کار کیا سرسری میل جول رکھنے والوں تک نے کسی نہ کسی انداز میں اپنی یہ خواہش ان تک ضرور پہنچائی تھی کہ اشعر کے لیے لڑکی کا انتخاب کرنے وقت ان کی بیٹیوں کو بھی ضرور زیر غور لایا جائے اور یہ سب وہ لڑکیاں تھیں جو ان ہی کی طرح آبرو کا اس سے نقل کر سکتی تھیں۔ اسٹینس، تعلیم اور زندگی کے ہر معاملے میں ان لوگوں کی خصوصیت میں اشعر کے ہم پلہ تھیں اور وہ ان سب میں سے کسی لڑکی کو بھی اشعر کے لیے پسند نہ کہاں تھیں۔

ان بہت خوبصورت اور بے تمنا خاتونوں کی مالک سارہ اہمل جو اپنی ذات میں یکساں بے مثال تھی، وہ تک اپنے بیٹے کے لحاظ سے کم تر لگا کرتی تھی۔ اگر اشعر خود سے بھی اپنے لیے کسی لڑکی کو پسند کر لیتا وہ اس کی پسند کو خوشی قبول کر لیتیں۔ ہاں اس وہ لڑکی ان کی فیملی کے ہم پلہ فیملی سے ہونا چاہیے تھی۔ خرد احسان کو اشعر کی بیوی بنانا اس کھلبلا ترین لڑکی کو یہ منصب ان کے شوہر نے نبھانے کس طرح کے جذباتی پھکنڈے استعمال کر کے اشعر سے دلوایا تھا۔

اشعر باپ کی جذباتی بلکہ میلنگ کا شکار ہو گیا تھا مگر وہ اس بات پر تکیے جب رہ سکتی تھیں۔ خرد احسان وہ معمولی دو گنے کی لڑکی ان کی اس غریب زندگی میں تھے رشتے دار کی حیثیت سے متعارف کراتے بھی انہیں کسی کا احساس ہونا تھا۔ ان حقیر ترین لوگوں سے ان کے بیٹے کا رشتہ جو ڈوبا جائے؟ ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ کہاں انہیں لندن کے بہت شاندار فیشن اسکول سے ڈگری لے کر آئی اپنی حسین اور ذہین بھانجی سارہ اہمل بیٹے کے لیے نہیں بھائی تھی اور کہاں ان کے شوہر نے اس حقیر لڑکی کو ان کے بیٹے کے لیے منتخب کر ڈالا تھا۔

بہن نے بھی بھائی کی جذباتی کمزوریوں کا خوب تجربہ

ہو انہیں فائدہ اٹھایا تھا۔ بہن نے بھائی سے کبھی چہرہ نہیں مانگا تھا۔ بڑی خود ار تھیں۔ ہاں بھائی کی سب سے بہتر متعلقہ ان کا بیٹا ضرور مرتے مرتے ان سے مانگ لیا تھا اور بھائی بہن پر ایسے والد دیدار کے انکار کا کوئی جزا نہ تھا ہی نہیں۔

ان کے انکار پر وہ زندگی میں پہلی بار بیوی پر چٹا رہے تھے۔

”خبردار جو تمہارے آگے ایک لفظ بھی کہا۔ یہ میرا گھر ہے“ میں اس کا مالک ہوں اور جسے میں چاہوں اس گھر میں رکھ سکتا ہوں۔ میرے اس گھر میں میری بہن بھی رہے گی اور بھانجی بھی اور میری بھانجی بیٹیاں میری بہنوں کی رہے گی۔ اور تمہیں اگر میرے اس فیصلے پر اعتراض ہے تو تم اس گھر کو چھوڑ کر شوق سے جا سکتی ہو۔“

شادی کے پینچیس سالوں بعد انہیں ان کے شوہر نے اپنی بیوی بات کہہ دی تھی اور شوہر کی جانب سے یہ بے عزتی انہیں کس کے سبب ملی تھی۔ وہ حقیر ترین کم تر ترین لڑکی۔ پہلے اگر وہ لڑکی انہیں صرف معمولی اور حقیر لگا کرتی تھی تو اس لمحے کے بعد سے انہیں اس سے نفرت ہو گئی تھی۔ شدید ترین نفرت۔ ان کے لیے خاموشی کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ وہ ایک سرکاری اسکول کے پڑھانے والی بنی تھیں ان کی اس ہائی سوسائٹی کے طور طریقے کچھ نہیں آتے تھے جسے اپنے نئے والوں سے سو کی حیثیت سے متعارف کراتے انہیں شرمندگی ہوتی تھی۔ کیا حق کے ساتھ ان کے اس غیر معمولی بیٹے کی بیوی بنی ان کے گھر میں رہ رہی تھی۔ انہوں نے نہ شوہر کو معاف کیا تھا۔ نہ اس لڑکی کو مگر وہ غلط وقت پر غلط انداز میں اپنے جذبات کو ظاہر کرنے والے لوگوں میں سے نہ تھیں۔ جب تک اشعر اسے منہ نہیں لگاتا تھا اس سے دور دور بلکہ تیز ار گھری سے دور رہنے لگا تھا۔ تب تک پھر بھی کسی نہ کسی طرح وہ اس لڑکی کو دل پر جبر کر کے برداشت کرتی رہی تھیں مگر جب اس لڑکی کا باجوہ ان کے بیٹے پر بھی ویسے ہی اثر کرنے لگا جیسے شوہر پر کیا تھا تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ان کے شوہر کو تو اس حقیر ترین لڑکی نے ان سے چھیننا ہی تھا اب ان کے اکلوتے بیٹے کو بھی اپنی محبت کے رام میں الجھا لیا تھا اور ان کا بیٹا۔۔۔

وہ ایسا احمق کہ اپنی حیثیت اپنا مقام بیچانے بغیر اس لڑکی کو سر آگھوں پر بٹھا آتا تھا۔

اسے اپنے شوہر اور بیٹے کی مشترکہ والدانہ محبتیں پانا دیکھ کر وہ انگڑیوں پر لوٹتی تھیں وہ اس درست وقت کا انتظار کر رہی تھیں جب انہیں اس لڑکی کو اس کی اوقات یاد دلانی تھی اور پھر تقدیر نے وہ درست وقت انہیں جلد ہی فراہم بھی کر دیا تھا۔ مختصر سی عیال کے بعد ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے شوہر نے آخری بات جو ان سے کی تھی وہ ان سے معافی مانگنا تھی۔ انہوں نے اشعر کی شادی کی بات کرتے ہوئے بیوی سے زندگی میں پہلی بار جو کچھ کلامی کی تھی۔ وہ اس کی ان سے معافی مانگ رہے تھے۔ وہ ان لمحوں میں شوہر کے قریب نفسی نظر پڑتے ہوئے یوں خاموش رہی تھیں جیسے انہیں شوہر سے بھی کوئی شکوہ کوئی شکایت رہی ہی نہیں تھی۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ وہ نہ اپنی بے عزتی چھوٹی تھیں نہ انہوں نے اس بے عزتی کے لیے شوہر کو کبھی معاف کیا تھا اور نہ ہی کبھی کر سکتی تھیں۔ انہیں شوہر کی موت کا ویسا صدمہ نہیں ہوا تھا جیسا ہونا چاہیے تھا۔

اس لڑکی کا تو ان کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ اسے تو وہ چنگیوں میں مسل کر رکھ سکتی تھیں۔ اصل مسئلہ اشعر کا تھا۔ وہ اس معمولی لڑکی سے محبت کرنے لگا تھا۔ لیکن اگر محض باپ کے کہنے پر اس کے ساتھ اپنے رشتے کو نبھایا جاتا تو بھی اس لڑکی کو اشعر کی زندگی سے نکالنا بہت زیادہ مشکل کام تھا۔ وہ ان کا اصولوں تقاضوں اور وعدوں کو بہت اہم جاننے والا بیٹا بھی باپ کے قائم کردہ اس رشتے کو ہرگز نہ توڑتا۔ اس مشکل ترین کام کو کرنے کے لیے جلد بازی کی نہیں سمجھ واری اور مذہب کی ضرورت تھی۔

مختصر عالم زینت کی خند کے اس بیٹے کو وہ گزشتہ چند سالوں سے جب سے وہ کراچی میں مقیم تھا جانتی تھیں اس سے ملاقاتیں پیشہ سرسری نوعیت کی رہی تھی۔ زینت کے ہاں سرسری ملاقاتوں اور معمولی نوعیت کی گفتگو کے باوجود وہ اس لڑکے کی فطرت بہت اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ وہ ترقی اور دولت کا بھوکا ایک اتنا دار بے کاغذی اور موقع پرست انسان تھا۔

مختصر عالم یہ جس میں آرزو کر رہا تھا اور خدے اسی سبب بیکت کے ایم ایس سی پریوس میں داخلہ لیا تھا۔ یہ بات جانتے ہی ان کے ذہن میں ایک خیال آنے لگا ایک منظر تخلیق ہونے لگا ایک بیان بننے لگا۔ اچھی خرد کی بیویوں کی میں کا شرم شروع بھی نہیں ہوتی

تھیں اور انہوں نے اپنے ارادوں کو عملی شکل دینے کا آغاز کرتے آہستہ آہستہ ایسے کہ کوئی جوئے نہیں اپنے گھر والوں کو مختلف مواقع پر خضریٰ مرغیوں کر کے یہ باور کرانا شروع کر دیا تھا کہ وہ اس لڑکے کو بہت پسند کرتی ہیں۔

کتنا ہی چاہتے والا شوہر کیوں نہ ہو بیوی کی بد کرداری سہہ نہیں سکتا۔ شوہر کی نفرت کے اس پہلو کو انہیں فائدے کے لیے بالکل درست انداز میں استعمال کرنا تھا۔ وہ جانتی تھیں انہیں اپنے بیٹے کو جو اس لڑکی کی صحبتوں کا دم بھرا کرتا ہے۔ کس طرح اس سے بدگمان کروانا ہے۔ خود احسان کی انہیں فکر نہیں تھی۔ وہ بے وقوف اور بے عقل لڑکی تھی مگر اس کی کسی سوچ تک بھی نہیں پہنچ سکتی تھی ہاں ان کو فکر تھی اپنے بیٹے کی۔ ان کا بیٹا بے تماشاً زمین اور پر مٹا ہے میں متعلق انداز فکر کرنے والا تھا۔

اس کام کے لیے خضر عالم تو ان کی نگاہوں میں بہت پہلے ہی سے تھا اور دوسری امر ان کی بہن زینبہ اجمل پیسے کی بہن کے پاس قطعاً کوئی کمی نہیں تھی۔ ہاں ان کا مسئلہ خرد احسان ضرور تھی۔ خرد سے ان کی دوستی کا سبب سارہ تھی۔ سارہ کی اشعر میں انوالونٹ تھی۔ وہ خرد کو اشعر کی زندگی سے نکلوا کر وہ جگہ سارہ کو پاتے دیکھنا چاہتی تھیں۔ اپنے منصوبے میں شریک کرنے کے لیے ان دونوں کا انہوں نے بہت سوچ بچھ کر انتخاب کیا تھا۔ زینبہ اجمل ہوں یا خضر عالم؟ وہ ان دونوں سے اپنا مطلب نکلا داری تھیں۔ خضر عالم کا وہ تو اتنے پیسے دے کر پیشہ کے لیے بند کر داری تھیں۔ وہ گھنسی زینبہ تو بعد میں ان سے انہیں کیسے پیچھا چھڑوانا تھا وہ اچھی طرح جانتی تھیں۔ سارہ کو اشعر اور خرد کی شادی کے وقت خرد کے تباہی کے طور پر تو وہ قبول کر سکتی تھیں مگر سارہ کو وہ اپنی خوشی سے اشعر کی بیوی کے طور پر بھی منتخب نہیں کر سکتی تھیں۔ وہ اپنے بیٹے کی پسند بہت اچھی طرح سمجھتی تھیں۔ اشعر اپنی سوچ اور اپنے رویوں سے شہنی انداز رکھنے والی لڑکیوں کو پسند کیا کرتا تھا۔ یہی مشرقی اور میں تو تھیں خرد احسان کی بہنوں نے اشعر کو اپنا بیوی بنا رکھا تھا۔

وہ اپنے بیٹے کی زندگی کی خوشیوں کو ختم کرنے کے لیے کچھ کر رہی ہیں ایسی کوئی سوچ دور دور تک ان ذہن میں نہیں تھی۔ اس لیے کہ وہ اپنے بیٹے کے خلاف کچھ کر رہی نہیں رہی تھیں۔ اپنے قدموں میں پڑے ایک پتھر کو جو وہ ہیرا جھکنے کی غلطی کر بیٹھا تھا وہ اسے صرف اس لفظ سے

روکنا چاہتی تھیں۔

ان ہی دنوں ان کی تحریر کار اور زیرک نگاہوں نے جب یہ جاننا کہ خرد عالم پر کینسٹ سے تو وہ بری طرح بو کھا گئیں۔ مگر وہ ان کی اب تک کی زندگی کی سب سے زیادہ احمق ترین دشمن اس سے بنا واقف تھی۔

پھر اشعر بالکل ٹھیک موقع پر وہی چلا گیا تھا اور بھی اس بات سے آگاہ ہوئے بغیر۔ وہ لڑکی جن شام ان کے ساتھ تھی اور اشعر کی ہر بات وہ کسی نہ کسی انداز میں انہیں بتا رہی تھی۔ خرد احسان اپنے ہی خلاف تمام معلومات انہیں بروقت اور ہمہ پہنچاری تھی۔ انہیں خوشی خوشی یہ بتا کر کہ اشعر اپنے طے کردہ پروگرام سے جلدی واپس آ رہا ہے خرد نے ان کے لیے مزید آسائیاں پیدا کر دی تھیں۔ اشعر بغیر اطلاع دے کر یہاں آچا تک بیٹھے گا اور پھر خرد کو کسی ایسی جگہ پائے گا تو ان کا تعلق کردہ منظر اور بھی زیادہ حقیقت سے قریب تر ہو جائے گا۔

ان کا وہ پورا منظر فریکٹ ٹائمنگ کے ساتھ بالکل ان کے سوچے ہوئے طریقے کے مطابق عمل میں آیا تھا۔ ان کے انداز نے انہیں اپنے بیٹے کے اس منظر کو دیکھنے کے بعد کے رد عمل کے متعلق غلط ثابت ہوئے تھے نہ خرد احسان کے متعلق سب کچھ ان کی توقعات کے عین مطابق ہوا تھا۔ ان کا اپنے بیٹے کی نفسیات کو بخوبی جاننے یہ اندازہ کہ اشعر اس منظر کو دیکھنے کے بعد غم غصے اور صدمے کا بری طرح شکار ہو کر خضر کے اپارٹمنٹ سے اسی وقت اور فوراً کھین چلا جائے گا۔ سو فیصد درست ثابت ہوا تھا۔ تبھی تو انہوں نے پہلے ہی خضر کو سمجھا رکھا تھا کہ اشعر کے اس اپارٹمنٹ سے نکل جانے کے کچھ ہی لمحوں بعد وہ بھی نکل جائے اور جہاں اشعر جائے وہاں وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے جائے۔ اشعر جہاں پر بھی ہے وہاں وہ بالکل خیریت سے اور بالکل ٹھیک سے انہیں صرف اور صرف یہ اطلاع چاہیے تھی وہ اشعر کی آج رات گھر واپسی پر گز نہیں چاہتی تھیں۔

انہوں نے صرف خضر کے گھر تک کافی نہیں اپنے گھر واپس آ جانے کے بعد کا بھی سارا منظر پہلے سے ترتیب دے رکھا تھا۔ اگر چاہیں تو وہ خرد کو اسی وقت ہی گیٹ سے اندر داخل نہ ہونے دیتیں۔

مگر انہیں رات کا انتظار تھا اس لیے انہوں نے گیٹ سے اندر اس لڑکی کو قدم رکھنے دیا تھا انہیں بیٹے کی اپنی

لہر اپنے خانہ دان کی عزت کی بہت زیادہ روا تھی اس لیے انہوں نے پہلے ہی گھر سے تمام ملازمین کو زینبہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ زینبہ جنہوں نے صرف اس ایک دن انہیں گھر سے اپنے تمام ملازمین کو چھانٹنے کا ایک مفصل جواز فراہم کرنے کو اس رات اپنے گھر پر ایک بہت ہی پارلی دے رکھی تھی۔ چونکہ اور اور افراد دونوں ان کے مت پرانے اور عجیب کے ملازمین تھے اور پھر وہ سارے کے سارے نوکریوں کو گھر سے بھیج کر خود کو ایک دم مشکوک بھی نہیں بنا دینا چاہتی تھیں۔

انہوں نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا ان کی پلاننگ بریک کٹ تو تھی مگر کسی بھی لمحہ اگر بات کچھ آگے بڑھے یا ان کے اندازوں سے غلط ہو جاتی تو سارا معاملہ بگڑ بھی سکتا تھا وہ خود بھی شک کی زندگیں آسکتی تھیں۔

پھر آخر کار اشعر گھر واپس آیا تھا۔ اس کی گاڑی کی آواز سننے ہی وہ دوا نہ وار بھاگتی باہر نکلی تھیں۔ وہ کتنا بڑھال کتنا کمزور لگ رہا تھا۔ اس گھٹا لڑکی کی وجہ سے انہیں اپنے بیٹے سے کتنے جھوٹے پونے پڑے تھے اس کی انما عزت اور وقار کو کتنی جوئیں پختالی پڑی تھی۔ اسے چوٹ پہنچا کر وہ خوش نہیں تھیں۔ گمران کے پاس اور کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا۔

”میری خرد کہاں ہے؟“ اپنے کمرے میں آ جانے کے بعد وہ ان سے پوچھ رہا تھا۔

”میں وہ جینا تم پہلے کچھ دیر آرام کر لو۔ آؤ چلو میرے کمرے میں۔“ اس کا ہاتھ پکڑا اور لجاہت سے وہ یوں بولی تھیں جیسے ایک بہت ہی بری خبر حالت میں اس سے چھپایا لینا چاہتی ہوں۔

”میری خرد کہاں ہے؟“ وہ ان کے انداز میں موجود تھیں اور بری خبر چھپانے کا تاثر فوراً سمجھا گیا تھا۔

”وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی اشعر۔“ اس کے وہیم اصرار کے بعد پلٹا خراچی نظریں اس سے چراتے وہ آہستہ آواز میں بولی تھیں۔ اس بات کو سننے کے بعد اشعر کا رد عمل ان کی توقع کے مطابق تھا۔ وہ روٹے ہوئے نظریں جھکا کر اپنے مرتب کردہ مالی نکتے بول رہی تھیں۔

”وہ اسی روز یہاں سے چلی گئی تھی۔ جب تم خضر کے اپارٹمنٹ سے گئے تھے میں روٹی اور بھانگی ہوئی تمہارے پیچھے تھی۔ مگر جب تمہیں روک نہ پائی تو حد سے سے چور گھر لوٹ آئی۔ وہ مجھ سے پہلے گھر پر موجود تھی۔ وہ اپنا سارا

سلمان جلدی جلدی بیک کر رہی تھی گھر سے باہر گاڑی میں خضر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اسے بہت روکا بہت سمجھایا۔ ہمارے محبت سے مجھے نہیں نے اس کے آگے ہاتھ تک جوڑے وہ ہمیں اتنی بڑی ذلت دے کر نہ جانے۔ مگر میری کوئی نصیحت کوئی اتھا کوئی آنسو اس پر اثر نہ کر سکا۔ مجھ سے بولی کہ جب تک بات چینی تھی چھپی تھی مگر اب جب ساری بات مکمل چکی ہے تو وہ یہاں مزید ایک بل بھی نہیں رہنا چاہتی۔ تم سے اس کی شادی اس کی ماں اور ماہوں نے زبردستی کرانی تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ ابتدا میں وہ اس رشتے سے خوش تھی مطلقاً تھی مگر اب ایسا نہیں ہے۔ اب وہ صرف لوگوں سے ڈر کر معاشرے سے ڈر کر سمجھوتے سے بھری زندگی تمہارے ساتھ گزار رہی تھی۔ مگر اب جبکہ چاہتی تمہارے سامنے آئی چکی تھی تو وہ سمجھوتوں سے بھری ہوئی زندگی مزید نہیں چھینا چاہتی۔ اس نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ وہ آنے والے چند دنوں میں طلاق کے لیے تم سے رابطہ کرے گی۔ اس کا نفس اس پر اتنا حاوی ہو گیا تھا اشعر کہ وہ صحیح غلط سمجھاؤ تو اب ہر چیز سے بے نیاز ہو گئی تھی۔“

لوہا گھر تھا۔ خرد اور خضر کو خالی میں ملتے دیکھنے کے بعد یہ سنگین نکتے اور سنگین صورت حال اس کے اور خرد کے رشتے کے ثبوت میں آخری ٹیکل ہی ثابت ہوئے تھے۔

وہ اپنے مقصد میں کھلیا ہو گئی تھی۔ مگر یہ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ اس کا یوں نروس بریک ڈاؤن ہو جائے گا۔ ان کا اندازہ تھا کہ وہ بہت ٹوٹ پھوٹ جائے گا اور ایسے وقت میں وہ اسے جذباتی سارا فراہم کریں گی اور اس جذباتی کمزوری اور غلطی کے ان دنوں ہی میں وہ اس کی بڑی سادگی سے دوسری شادی کر دیاں گی۔ لیکن اشعر کا نروس بریک ڈاؤن اس کا سپر تیل میں ایٹس رہتا اس کی پر ہی طرح گرتی ہوئی حالت انہیں حقیقتاً پریشان کر رہی تھی۔

ان کا خیال تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ آہستہ آہستہ وہ خود کو سنبھال لے گا۔ گمران کا خیال غلط ثابت ہوا تھا۔ اشعر نے خود کو سنبھال لیا تھا مگر بہت جلد انداز میں وہ دنیا میں رہتا تھا وہ لوگوں کے درمیان رہتا تھا مگر کس طرح؟ جیسے کوئی مہرہ۔

اس نے اپنی زندگی کے ساڑھے چار سال اس گھٹا لڑکی کی بے وفائیوں کے پیچھے بھاگ کر ڈالے تھے اشعر کو بدلتے

اسے پھر نشا سکھانے خوش رہنے پر آمادہ کرنے اور زندگی کی طرف واپس لانے کی فن کی ہر کوشش با کام تھی۔ اس بار جب وہ اپنے سوئل ورک کے لیے ورتلے سے متاثرہ شمالی علاقوں میں جا رہی تھی تب چانک ہی ان کے ذہن میں یہ خیال آیا تھا۔ اپنی بیماری ڈراوا دینے کے علاوہ ان کے پاس اشعر سے اپنی بات منوانے کا اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔

وہ اشعر کو اس بار اپنی کراچی واپسی پر سچ کے ساتھ بار بھوت کے ساتھ ہر حال میں آمادہ کر لینے کا حکم راہ کر چکی تھی جب پتا چلا تھا خرد احسان واپس آ چکی ہے۔ ان کی میر مودودی میں یہ اتنی بڑی قیامت آ چکی تھی اور انہیں پتا نہیں چلا تھا۔ ان کا ذہن بہت تیز رفتاری سے کام کر رہا تھا وہ ایک ہی وقت میں نجانے کیا کیا کچھ سوچ رہی تھیں۔ ان کے پاس دھم سے فون کی تیل بیج رہی تھی۔ انہوں نے بے توجہی سے ممبر دیکھا۔ یہ ان کی بہن زربین کا فون تھا ساڑھے چار سال پرانے اس ماسی کی ان تمام واقعات کی خفیہ عالم اور خرد احسان کے علاوہ واحد گواہ زربین اجمل اور حضور علیہ السلام کے بعد امریکہ میں ہی مستقل رہائش اختیار کر چکا تھا۔ اس نے وہاں ایک دولت مند امریکی بڑھ بھرت سے شادی کر کے اپنا اسٹیشن اتنا ہی اونچا کر لیا تھا جتنا ساڑھے چار پانچ سال پہلے وہ خواب دیکھا کرتا تھا۔ وہ وہاں اس امیر عورت کے ساتھ مل کر اس کا بہت پھلا ہوا کاروبار چلا رہا تھا اس کی پاکستان واپسی کا ہرگز کوئی امکان نہیں تھا۔

آج کئی دنوں بعد ان کی زربین سے بات ہو رہی تھی۔ سارہ پابندیل سے گھر آ چکی تھی مگر اس کی حالت نارمل نہیں تھی۔ اس نے گھر سے باہر نکلتا لوگوں سے میل جول رکھنا سب کچھ ترک کر رکھا تھا۔ زربین اس کی وجہ سے کافی زیادہ پریشان تھیں۔

”کچھ پتا چل سکا“ آخر خرد میاں واپس آ کیسے غنی زربین۔ سارہ کے ذکر سے ہٹ کر موجودہ وچیدہ ترین صورت حال کی طرف آئیں۔ جی کو نفسیاتی مریض بننے دیکھنے کے بعد خرد احسان نے زربین کی نفرت غالباً مزید بڑھ چکی تھی وہ بس سے جاننا چاہتی تھیں کہ یہ سب کچھ جو بھی ہوا ہے اس سے وہ کیسے نبرد آزما ہوں گی۔

”نہیں۔ ابھی کچھ پتا نہیں چلا۔ ابھی کچھ سمجھ میں بھی نہیں آ رہا۔ علاوہ اس کے کہ ساڑھے چار سال بعد سب

کچھ بالکل ٹھیک کرنے کے بعد صرف ایک غلطی کر دی تھی۔ اگر تب سوچ لیتی تو تب اسے طیبہ کے ٹھیک پرے کر لیتی تھی اسی وقت ہی اس ناگن کے سینہ لے کا پورا ہونے سے پہلے ہی سر پکوا دیتی۔ اپنے لیے اس سچ لڑکی کی اولاد کی صورت ایک اتنی بڑی نصیبت میں نے زندہ رہنے کے لیے چھوڑ دی۔ لیکن خیر جو بھی ہو زربین میں نے زندگی میں کبھی کسی جگہ شکست نہیں کھائی ہے۔ اس لڑکی کو ایک بار پھر اس کی اوقات یاد دلاؤ تو میرا نام فریڈہ سمجھیں نہیں۔“



”اشعر! آپ کہاں ہیں؟ آپ اس وقت کہاں ہیں؟ اگر دیکھیں تو سہی ہماری زندگی میں ایک کتنا بڑا طوفان آ رہا ہے۔ آپ جہاں کہیں بھی ہیں وہاں سے جلدی سے واپس آجائیں اشعر! مجھے کسی سے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ مجھے مجھے گھر کے اندر نہیں جانے دے رہیں ہیں باہر بیٹھوں پہ بیٹھ کر یہ خط آپ کو لکھ رہی ہوں اس لیے کہ میرے پاس آپ سے رابطے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ دعا کر رہی ہوں میرے یہ لفظ لکھتے لکھتے آپ گھروٹ آئیں۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے کیا ہونے والا ہے۔ مجھے مجھے کہا ہے میں ایک گھنٹے کے اندر یہ گھر چھوڑ جاؤں۔ اگر ایک گھنٹے کے اندر میں اس گھر سے چلی نہیں آتی تو وہ مجھے یہاں سے دھکے مار کر باہر نکال دیں گی۔ مجھے کو مجھ سے اتنی نفرت کس بات پر ہو گئی ہے میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ اپنا کوئی قصور کوئی غلطی مجھے یاد نہیں آ رہی۔“

آج خضر کے گھر وہ خود مجھے لے کر گئی تھیں۔ وہ خود مجھے وہاں چھوڑ کر آئی تھیں۔ وہاں زربین اتنی بھی تھیں ان کی ایک نوکرانی رخسانہ بھی تھی۔ مجھے نہیں پتا تھی کہ یہ کیا کیا کیا وہ دونوں میری لاعلمی میں وہاں سے چل گئیں اور اسی وقت میں آپ کو لے کر وہاں آئیں۔ میں کیا بولوں اشعر! اتنی گھٹیا اتنی بیخ بات سوچتے بھی مجھے شرم آ رہی ہے جس کا میں مجھ پر الزام لگا رہی ہیں۔ لیکن آپ تو میرا لیجنڈر ہیں نا۔ آپ کو پتا ہے نا میں ایسی نہیں ہوں۔ آپ کو یاد ہے ایک بار آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں خود پر بھروسہ نہ کرے۔ مجھے میری خرد پر اور بھروسہ ہے۔ پلیز اگر کسی بات ایک بار پھر فرمائیں۔ آپ کی خرد خود پر بھروسہ کھو رہی ہے اگر

اس کا وہ بھروسہ لوٹا اس اشعر۔ میں آپ کی سچی آپ کی ہوں اور مرتے دم تک آپ رہی رہوں گی۔ جب تک میری سانس چل رہی ہیں جس تک میرا دل و دھڑک رہا ہے میں صرف اور صرف آپ کی رہوں گی۔

”آپ تو ہمیشہ مجھے کہا کرتے ہیں کہ میں بہت خاص ہوں۔ میں سب سے سچی ہوں میں سب سے اچھی ہوں۔ میں تو سچ بھی وہی ہوں اشعر! میں نہیں بدلی آپ بھی مت بدلے گا۔ اگر آپ نے میرا لیجنڈر نہیں کیا میرا اعتبار نہیں کیا تو میں زندہ کس طرح رہوں گی۔ میرے پاس اس پوری دنیا میں آپ کے علاوہ اور کوئی بھی اپنا نہیں میں بھری دنیا میں اپنی ہوں۔ آپ کے سوا میرا کوئی بھی نہیں۔ میری زندگی آپ ہی میری دنیا آپ ہی ہیں میری کائنات آپ ہی۔ مجھے نے اگر واقعی مجھے گھر سے نکال دیا اگر تب تک آپ واپس نہ آئے تو میں کہاں جاؤں گی میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔“

میں کہاں جاؤں گی۔ میں کس کے پاس جاؤں گی۔ میں کس کے پاس۔ نواب شاہ؟ کیا بتول خالد کے پاس؟ بتول خالد۔ ہاں ان کے علاوہ میرا کوئی نہیں۔

آپ جب واپس آئیں گے اور اللہ نہ کرے میں آپ کو گھر نہ ملوں تو مجھے مجھے گا کہ مجھے گھر سے نکال دیا ہے اور میں بتول خالد کے پاس نواب شاہ چلی گئی ہوں۔ صرف ان ہی کا گھر مجھے اس وقت سمجھ میں آ رہا ہے جہاں میں جا سکوں۔ اگر میں آپ کو گھر نہ ملوں تو آپ فوراً بتول خالد کے گھر آجائے گا۔ لیکن میں اس حالت میں اس وقت اپنی وہاں پہنچوں گی کیسے۔ میں دن کے وقت وہاں کبھی اپنی نہیں آتی رات میں کس طرح جاؤں گی۔ اللہ ہی کے دل میں رحم ڈال دے یا آپ واپس آجائیں ورنہ میں اس حالت میں کیا کروں گی۔

میں پرکھینٹ ہوں اشعر! آپ کو یاد ہے میں نے آپ سے فون پر کہا تھا آپ کی ہوا بی بی پر آپ کو ایک بات بتاؤں گی وہ بات یہی تھی اشعر۔ آپ کو یہ بات کسی اچھے موقع پر کہنے انداز میں بتانا چاہتی تھی۔ مجھی جانتی ہیں میں پرکھینٹ ہوں میں ان ہی کے ساتھ ڈانڈ کر کے بائی تھی۔ مجھی مجھے دھمکی دے رہی ہیں میں زندگی بھر ہمارے بچے کو اس کی سچی بیچان دلوں میں سکوں گی۔ اشعر! اگر مجھی کو اس ظلم سے روک لیں۔ کہیں ان کے ظلم کی جینٹ ہمارا اچھ

تہ چڑھ جائے۔ آپ جہاں کہیں بھی ہیں وہاں سے جلدی لوٹ آئیں اشعر۔ میرے پاس وقت کم ہو رہا ہے۔ مجھی کار یا ایک گھنٹہ پورا ہونے والا ہے۔ میں یہ خط کہاں رکھوں۔ بس کو دوں کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ اگر آپ کی گھر واپسی پر میں آپ کو نہ ملوں تو اللہ کرے یہ خط آپ کو ضرور مل جائے۔ آپ گھر واپس آجائیں۔ مجھے اس مشکل سے باہر نکال دیں۔ مجھے کسی سے بہت ڈر لگ رہا ہے اشعر۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے اشعر۔ مجھے اور ہمارے بچے کو اپنے ہوتے تھامت کیلئے کا اشعر۔ میرے لیے قیامت کی گھڑیاں نزدیک آ رہی ہیں اشعر۔

آپ اب بھی نہ آئے تو قیامت آجائے گی۔ آپ کی خرد ہمیشہ کے لیے مر جائے گی۔ مجھے مرنے سے بچائیں۔ مجھے مرنے سے بچائیں اشعر۔ مجھے بچائیں اشعر۔ پتا نہیں میں نے کیا لکھا ہے۔ میں جانتی ہوں میری باتوں میں کوئی ربط نہیں ہے۔ مگر میں جانتی ہوں آپ میری ہر بات سمجھ لیں گے جو میں کہہ پاتی وہ بھی اور جو نہیں کہہ پاتی وہ سب بھی۔

صرف آپ کی خرد وہ ٹوٹی پھوٹی شگفتہ سی تحریر وہ کسی کے آنسوؤں سے مٹنے سے لفظ وہ کسی سستی کی کالی کے جھکے جھکے سے اور ان کے ہاتھوں سے چھوٹ کر بیٹھے گئے تھے۔ صرف کاغذ ہی نہیں گرتے تھے وہ خود بھی تھکن پر گریزا تھا۔ کھڑکی سے آتی ہوا اپنے زور سے ان اور ان کو گھر سے میں یہاں وہاں اڑاتی پھرتی تھی۔ وہ ان اور ان کو بے یقینی سے کہنے کی حالت میں دیکھ رہا تھا۔ باہر بادل بہت زور سے گرتے تھے۔ آسمان پر بادلوں کی گھن گرج سنائی دے رہی تھی۔ لگتا تھا آج کوئی رشتوں کی حرمت کی پامالی پر آسمان بھی روڑے والا تھا۔

اس کی ہاں دنیا کی سب سے عظیم عورت نے اپنے دل میں وہ اس عظیم الشان مقام پر بٹھا کر رکھا تھا جس تک دوسرے کسی بھی انسانی رشتے کی رسائی نہیں تھی۔ وہاں کا سب سے زیادہ لاڈ لائے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ ”کیوں مجھی کیوں؟“ وہ سب کا تھا۔ ”مجھے جس آگ نے جلا یا وہ میری ہاں نے لگائی تھی نہیں میں نہیں بتاتا۔ میں تو آپ کا سب سے پیارا بیٹا ہوں نا۔ ساری دنیا میں آپ کو سب سے زیادہ عزیز۔ ہاں اگر کو کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ ہماری زندگیوں میں یہ آگ کسی

اور نے لگائی تھی۔ بھلا ایک ماں خود اپنی اولاد کی زندگی میں آگ کس طرح لگا سکتی ہے۔

وہ اٹھا لڑکھا آ جا ہوا اپنے کمرے سے باہر نکلا۔ ماں کی محبت بھری آنکھوں ایک لمبے لمبے میں اس سے جھپکنے لگی تھی پھر بھی چوت لگنے پر رونے کے لیے ماں کے علاوہ کسی اور کے پاس جانے کی اسے طاقت نہیں تھی۔ ماں یہاں نہیں تھی مگر اس کا احساس تو تھا۔ وہ ماں کی گود چمن جانے پر ماں کے کمرے ہی میں بچھ کر رونا چاہتا تھا۔

وہ ماں کے کمرے کے پاس آیا وہ دروازے کے سامنے آ کر رکھا وہ دروازے کو کھولنے کے لیے اس پر ہاتھ رکھنے لگا اسے اندر سے اپنی ماں کی آواز آئی۔ لیکن یہ آواز یہ لہجہ زخمیوں پر مزہم رکھنے والا تو نہیں تھا یہ آواز اس کی ماں کی ضرورت تھی مگر کچھ تو نفرتوں میں سر تیا ڈھلی کسی دوسری عورت کا لہجہ تھا۔ کسی بالکل انجمن اور غیر عورت کا لہجہ تھا۔

”ہمت بڑی غلطی ہو گئی تھی تب مجھ سے۔ آنے والے سالوں میں وہ سچ لڑکی اشعری زندگی میں واپس آ سکتی ہے“ اپنی اولاد کو تھپا رہتا کر اشعری بھوریاں حاصل کرنے کی کوشش کر سکتی ہے کلاش میں نے اس امکان پر تب غور کر لیا ہو آ تب یہ بات سوچ لی ہوئی۔ آ کر تب سوچ لیتی توجہ اسے طیبہ کے ٹکٹک پر لے کر گئی تھی اسی وقت ہی اس ناگن کے سپنسے کا بار ہونے سے پہلے ہی سر پکڑا دیتی۔ اپنے لیے اس سچ لڑکی کی اولاد کی صورت ایک اتنی بڑی مصیبت میں نے زندہ رہنے کے لیے چھوڑ دی۔ لیکن خیر جو بھی ہو زندگی۔ اس کی ماں نہیں تھی۔ واقعی یہ کالم اور سفاک عورت کوئی اور بھی۔

اس کے سامنے سامنے کستے کاٹوں میں ان لفظوں کی بازگشت ہو رہی تھی۔ حرم صرف خود کی تو نہیں میری بھی تو اولاد ہے۔ آپ کے بیٹے کی اولاد۔ آپ کے لادائے چہیتے بیٹے کی اولاد۔ میں یہ سچائی جان کر زندہ کس طرح رہوں کہ میری بیٹی سے دنیا میں جو سب سے زیادہ نفرت کرنا ہے وہ کوئی اور نہیں میری ماں ہے۔

یہ رشتوں کے اعتبار کھولنے کا دن تھا۔ یہ دنیا کے سب سے عقلم رشتے پر سے ہر بھروسہ کھود دینے کا دن تھا۔ اگر ماں بھی بھروسے قابل نہیں تو پھر انسان اعتبار کس پر کرے، بھروسہ کس پر کرے، یقین کس پر کرے؟ وہ بغیر دیکھے ایک وقت میں دو تین من میڑھیاں ایک ساتھ

پھلانگ رہا تھا۔ اس کا راستہ کیا تھا اس کی منزل کہاں تھی اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔



”انہوں نے میرے نور خان اور تہمت کے علاوہ باقی سارے نوکروں کو اپنی ہمن کے گھر وہاں کسی دعوت کی تیاری کرنے کے لیے بجا دیا تھا۔ مگر حسب شام میں سب سے گھر واپس آ کر انہوں نے مجھے اور نور خان کو الگ الگ بلا کر بت دیا تھی یہ ہے کہ آج کے پورے دن ہم صرف وہی کریں گے جو وہ ہمیں کی اور ان کے علاوہ ہم کسی کی بھی کوئی بات نہیں سنیں گے تب مجھے ڈر لگا کہ یہ تمہیں وہ کیا کرنے والی ہیں۔ لیکن میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ آج خود ہی کے ساتھ کچھ کرنے والی ہیں۔“

وہ نور افزاء کے کوارٹرز میں اس کے سامنے والی چار پائی پر بیٹھا تھا۔ کوارٹر کا دروازہ بند تھا۔ وہ گھر کے اندر روٹی بھرنے سے نکل کر جس جگہ آ کر کا وہ نور افزاء کا کوارٹر تھا۔ اس کی وہ ملازمہ جس نے سارے چار سال قبل کسی کا اس کے نام لکھا ایک خط اسے لاکر دیا تھا۔ طوفانی بارش آج رات ہو رہی تھی مگر سارے چار سال پہلے اس گھر میں بغیر تیز بارش اور طوفانی ہواؤں کے ایک بہت خطرناک طوفان آیا تھا۔ وہ اس طوفانی رات سے آج زندگی میں پہلی بار آگاہ ہو رہا تھا۔

”خود ہی بی بی شام سے رات تک سخت سووی میں گھر سے باہر بیڑھی پر بیٹھی رہی تھی۔ مجھے ان پر ترس آ رہا تھا مگر میں نوکریاں لگا کر سکتی تھی۔ جمال نے بعد میں مجھے بتایا تھا کہ وہ کاغذ اور قلم اس سے مانگا تھا۔ انہوں نے بری طرح روتے ہوئے میری منت کی تو میں نے وہ خط ان کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔ بڑا ظلم ہوا تھا خود ہی ہی۔ پھر دل انسان بھی اس ظلم پر کلاب جانے مگر بیگم صاحبہ کو ان پر رحم نہیں آیا تھا۔ وہ بیگم صاحبہ کی منت کر رہی تھی کہ وہ انہیں صرف آج کی رات اس گھر میں گزارنے دیں وہ وہ صبح سویرے ہی یہاں سے چلی جائے گی۔ مگر بیگم صاحبہ نے کچھ ہی دنوں کے پاس بیگم صاحبہ کو نور خان کو انہیں سے نکالنے کو کہہ دیا تھا۔

میں چار پائی پر آ کر لیٹ گئی تھی مگر میرا دل بہت بے چین تھا۔ پھر مجھے سے رہا نہیں گیا تو میں نے جمال کو اٹھا کر خود ہی کے پیچھے بیجا تھا۔ مجھے خیال آ رہا تھا کہ ابھی شاید

میں روز تک ہی پہنچی ہوں گی۔ میں نے جمال سے کہا وہ ساتھ لے کر جائے اور جہاں کہیں بھی وہ اس وقت جانا لگتی ہیں انہیں وہاں چھوڑ کر آئے۔ ”نور افزاء کا لہجہ بگڑا آیا تھا۔ وہ وہ بے کے پلو سے اپنی آنکھیں خشک کر رہی تھی۔ وہ زمین پر نظر س کاڑے بالکل خاموش بیٹھا تھا۔

جمال انہیں چھوڑ کر اگلے روز رات اور پچھتا چھپا آ کر رہا۔ جمال نے واپس آ کر بتایا تھا کہ خود ہی بی بی بہت ہی ہوتی تھی۔ انہوں نے سارے راستے میرا ہاتھ پکڑا رکھا تھا۔ وہ وہ سبے شہر تھی تھی۔ جمال میرے ہاتھ کے دستانے کی گاڑی پر انہیں وہاں تک پہنچا کر آیا تھا اس لیے اسے واپس آنے میں اتنی دیر ہو گئی تھی۔

جمال گھر واپس آیا اور کسی کو کچھ شک بھی نہیں ہوا تھا۔ میں نے سکون کا سانس لیا تھا۔

نور افزاء ہوتے ہوئے پھر ایک بل کے لیے چپ ہوئی۔ مجھے اس عمر میں نوکری سے جانے اور رہنا ہونے سے ڈر لگا رہا تھا خود ہی بی بی سے خط میں نے لے لیا تھا مگر یہ بات یہ تھی کہ میرا وہ خط آپ کو دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ جب بھی میں نے اس خط کو پھاڑنے کا سوچا میرے کانوں میں خود ہی بی بی کے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ پھر بڑی مشکلوں سے بہت کر کے اس رات جب مجھے پتا تھا۔ بیگم صاحبہ اپنے کمرے میں سو چکی ہیں تو میں نے آپ کو وہ خط لاکر دیا تھا۔ اگر بیگم صاحبہ کو میری تنگ حرای پتا چل جاتی تو وہ مجھ چھوڑتی نہیں۔ میں اتنی زیادہ ڈر رہی تھی کہ اگلے پورے دن اسے کو ارنر سے باہر نہیں نکلی تھی۔ مگر پھر میں نے دیکھا کہ کچھ بھی نہیں ہوا۔

تھوڑے ہی دن بعد بیگم صاحبہ نے ایک ایک کر کے آگے پیچھے جب سارے پرانے نوکروں کو نوکری پر سے لگانا شروع کیا تو مجھے پتا چلا کہ سب کے بعد نور خان کی اور میری باری بھی آئے گی۔ وہ ہم تینوں کو بھی نوکری پر سے نکال دیں گی۔ وہ کسی پر بھی بھروسہ نہیں کرتیں انہیں اور کی زبان کھلنے کا ڈر ہے۔ نور خان کو نوکری پر سے نکالنے سے پہلے اللہ ہی نے اپنے پاس بلا لیا جمال کو بیگم صاحبہ نے لاہور اپنے ایک جاننے والوں کے پاس ان کے گھر لے کر لے کر لگا دیا یہ میرے لیے ایک چھٹی ہوئی دھمکی تھی۔ تو ڈر کے مارے میں نے اپنے سے بچاؤ کر لیا تھا کہ اس رات میں نے جو کچھ دیکھا اسے زندگی بھر بھی زبان پر نہیں لائی گی۔ آپ نے آج مجھ سے آکر پوچھا ہے تو بتا

رہی ہوں اگر نہ پوچھتے تو اللہ کی قسم زندگی بھر بھی زبان نہیں کھولتی۔ اب بھی آپ کی منت کرتی ہوں یہ سب تو میں نے آپ کو بتایا ہے کسی سے بھی میرا نام نہ لے جسے گا۔“

وہ اس کی بات سے بغیر چار پائی پر سے کھڑا ہو گیا۔ وہ بے ست چلتا پتا نہیں کس سڑک پر نکل آیا تھا اس اندھیری اور طویل سڑک کے دونوں اطراف وہ وحشت کے عالم میں لگا ہیں دوڑا رہا تھا۔ وہ اس اندھیری رات کس طرف چلی ہوگی اس سرد اور اندھیری رات میں اسے کتنا ڈر لگا ہو گا۔ وہ تو ڈر اور اسی بات سے ڈر جایا کرتی تھی۔



وہ نہ ہسپتال گیا تھا نہ کہیں اور ساری رات سڑکوں پر سر پیچھے روٹے دیوانگی کے عالم میں اُدھر سے ادھر پھرتے وہ آخر کار اپنے اپارٹمنٹ آیا تھا۔ صبح کے چار بجے والے تھے پوری رات طوفانی بارش میں خود کو زخمی کرتے اپنے اپارٹمنٹ کے اندر آیا تھا۔ اس نے چالی سے دروازہ کھول لیا تھا مگر زینت اندر کہیں جاکی ہوئی ہی لٹی تھی وہ دروازے کی آواز سن کر فوراً اٹھ کر باہر نکلی۔ اسے زخمی اور بیہوش ہوا دیکھ کر اس کے جہرے پر تشویش پھیلی۔ وہ اسے نظر انداز کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔

”آپ کہاں تھے؟“ خود ہی بی بی آپ کو پوچھنے کے لیے نکل شام اور رات دو تین بار ٹون آیا تھا۔ آپ کی بات ہو گئی ان سے؟“ وہ کمرے میں جاتے جاتے ٹھنک کر گر گیا۔ ”خیر؟ ہاں نہیں۔“ بے دھیانی سے اسے دیکھتے اس کے لیوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر بڑی مشکلوں سے کچھ بے معنی لفظ نکلے۔ ہاتھ رہا لے جا کر جم جانے والے خون کو صاف کرنے کی کوشش کرتے وہ نوکریاں قدموں سے کمرے کے اندر آگیا۔ وہ اس کا موبائل نمبر بار بار اس کی انگلیاں جو جگہ جگہ سے زخمی ہو رہی تھیں جن سے جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا۔

پہلی ہی نکل پر اس نے گل رہیو کر لی تھی۔ ”ہیلو۔“ اس تو اسے ہی اس کی آنکھیں پھرنے پھرنے لگیں۔ ”خیر۔“ اس کے لیوں سے بے آواز یہ نام نکلا۔ ”ہیلو! زینت؟“ لائن کے دوسری جانب مسلسل خاموشی یا کراس نے زینت کا نام لیا۔ شاید کہ کاٹون نمبر دیکھ کر وہ بھی تھی کہ زینت ٹون کر رہی ہے۔

"میں ہوں اشعر۔" بڑی مشکلوں سے آنسوؤں کو روک کر وہ بول پایا۔

"آپ کہاں تھے؟ حرم آپ کو بہت زیادہ پوجھ رہی تھی۔ میں نے آپ کے سوا کچھ دیکھا۔ مگر وہ بڑی پر بھی فون کیا۔ زینت نے کہا آپ کبھی نہیں آئے۔ حرم رات آپ کا بہت زیادہ انتظار کر رہی تھی سوئی بھی بہت دیر میں اور بہت مشکل سے۔"

وہ محل تمام رات کہاں تھا؟ خرد کی بات کے جواب میں اس نے یاد کرنے کی کوشش کی۔ اسے یاد آیا۔ وہ کل رات محبت کی عدالت میں مجرم کے کمرے میں کھڑا ہوا تھا۔ کل رات اس نے محبت کی عدالت سے غریبہ ایک احساس جرم ایک کک اور ایک بھیڑ منٹے والی خلش کے ساتھ زندگی کی مزایائی ہے۔ وہ پوجھ بولنے کے قابل نہیں تھا اس کی آنکھوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر کچھ اشک اس کے چہرے کو پھر بھگونے لگے تھے۔

"میں آ رہا ہوں۔" یہ تین لفظ بمشکل ادا کر کے اس نے فوراً ہی ریسور واپس رکھ دیا۔

الماری سے ایک دو سرا لباس نکال کر وہ ہاتھ روم میں آ گیا۔ وہ پوری رات بارش میں بیٹھا۔ صبح کے چار بجے شاور پوری رفتار سے کھولنے والے پائلٹ ٹھنڈے پانی سے نہا رہا تھا۔ اس کے بالکل تازہ زخموں پر آدھ ہر نیلا پانی اسے ذرا سی بھی اذیت نہیں دے رہا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر اس سرو پانی کو اپنے زخموں سے اٹے جسم پر بہا رہا۔

* * *

وہ ہسپتال میں آ گیا تھا۔ حرم کے روم کا دروازہ کھول کر وہ آہستگی سے اندر داخل ہوا۔ صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔ حرم بیڈ پر بے خبر سو رہی تھی۔ خرد اس کے بالکل پاس کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے گردن ہٹا کر اسے دیکھا۔ وہ اس کی طرف دیکھ نہیں سکا۔ وہ نظریں جھپکاتے اندر آ گیا تھا۔ وہ اس کی خود پر مڑ کر گڑنگاہوں کو محسوس کر رہا تھا۔ وہ شاید اس کے چہرے گردن اور آنکھوں پر جا بجا نظر آتے تازہ زخموں اور جوں کو دیکھ رہی تھی وہ اس سے نظریں چڑا کر خاموشی سے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔

خرد نے اس پر سے نظریں ہٹا کر حرم کی طرف چہرہ موڑ لیا تھا۔ وہ اسے نہ دیکھنے کے باوجود بھی اس کی ہر جنبش اور

اس کے جسم کی معمولی سی حرکت تک کو محسوس کر رہا تھا۔

"حرم کی طبیعت رات میں کیسی رہی؟"

"حرم کی طبیعت الحمد للہ بالکل ٹھیک رہی۔ رات جو ڈاکٹر حرم کو دیکھنے آئے تھے۔ ڈاکٹر انصاری آج انشاء اللہ ڈسچارج کر دیں گے۔"

وہ حرم کی فینڈ خراب نہ ہو اس لیے بہت آہستہ بولی تھی۔ اس کا جواب اس نے بالکل نظر نہیں دیا۔ وہ جیسا کہ چاہے ہی سنا۔ کچھ بل ان دونوں کے بیچ عمل خاموشی میں گزر گئے۔ پتا نہیں کتنے منٹ پونی خاموشی میں گزرتے ہوں گے۔ جب اس نے خرد کا کرسی پر سے اٹھنا محسوس کیا۔

وہ اس کے صوفے کے قریب رکھے مشکل صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ اب وہ بھی اسی کی طرح حرم سے کافی فاصلے پر تھی۔ بہت آہستہ آواز میں اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

"مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

"ہائیں تو مجھے بھی بہت سی کہانیاں ہیں۔ ہر کہاں سے شروع کروں؟ تم سے پوچھوں کہ تم مجھ سے کتنی نفرت کرتی ہو یا مجھے نفرت کے قابل بھی نہیں سمجھتیں؟ میں اپنے کس کس گناہ کی معافی مانگوں خرد؟"

"حرم انشاء اللہ آج دن میں کسی بھی وقت ہسپتال سے ڈسچارج ہو جائے گی۔ میں سمجھتی ہوں اب ہمیں حرم کے مستقبل کی بات کر لینا چاہیے۔"

وہ اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنا چاہتا ہے وہ شاید یہ دیکھنے کے لیے ایک بل کو روکی۔ اس کے مجھے سر کو اس نے ایک بل کے لیے دیکھا پھر اسے کچھ نہ بولا پا کر خود ہی آگے اپنی بات کی وضاحت کرنے لگی۔

"بہت سوچ سمجھ کر اور غور فکر کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ حرم کی بہتری اور اس کا تحفظ آپ کے ساتھ رہنے میں ہے۔ میں اسے وہ سب کچھ بھی فراہم نہیں کر سکتی جو آپ کر سکتے ہیں۔ حرم کا روم کل اور اس کی زندگی کی دیرپا خوشیاں آپ کے ساتھ رہنے میں وابستہ ہیں۔ لہذا میں اپنی خوشی اور آناؤ کی کے ساتھ حرم آپ سے سونپ رہی ہوں۔ میں ہوسکا تو آج ہی نہیں توکل اس شہر سے نقلی جاؤں گی۔ حرم کو ابھی گھر جانے کے بعد بہت تازہ کیتر کی ضرورت ہوگی لیکن میں سمجھتی ہوں اگر اسے مال یا باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنا ہے تو یہی وہ بہترین وقت ہے جب یہ فیصلہ کر لیا جانا چاہیے۔ جتنے زیادہ دن ہم دونوں ایک ساتھ اس کے ساتھ رہیں گے اتنے ہی زیادہ

دن پھر بعد میں حرم کو اس طرح چھائی کو قبول کرنے میں لگیں گے کہ اسے مل یا باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ رہنا ہے۔ وہ ایک وقت میں دونوں کے ساتھ کبھی نہیں رہ سکتی۔ میں جانتی ہوں آپ حرم سے محبت کرتے ہیں۔ حرم اب سے صرف آپ کی ہے میرا اس پر کوئی حق نہیں۔ مجھے بتا ہے آپ اس کا بہت خیال رکھیں گے۔ وہ آپ کے ساتھ بہت زیادہ خوش رہے گی۔ آپ اگر مجھے اجازت دیں گے تو میں بھی کبھی حرم سے فون بیات کر لیا کروں گی اور اگر نہیں تو میں آپ کے ٹھیلے کو قبول کروں گی۔ آپ سے میری صرف اتنی ہی درخواست ہے کہ حرم کے ذہن پر اس کی مل کا کوئی برا خاکہ مت بننے دیجئے گا۔ اس کی ماں ایک بد کردار عورت تھی اس احساس کو ساتھ لیے وہ زندگی میں سر اٹھا کر کبھی بھی نہیں پائے گی۔ میں چاہتی ہوں حرم ہمیشہ سر اٹھا کر جیسے۔ وہ اپنے ماں اور باپ دونوں میں سے کسی کے بھی وجود سے کبھی شرمسار نہ ہو۔" تنہا نظروں کے اس کاری دار نے اس کے جھکے سر کو تکلیف کی شدت سے کچھ اور جھکا دیا تھا۔

اس کا دل چاہا وہ اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھے خرد کے سامنے ہاتھ جوڑ کر گئے۔ خدا کے لیے نظروں کی یہ بے رحم کھوار مجھ پر نہ چلاؤ۔

"حرم! جب بھی تم مجھے بلا سکتی ہو میرا دل خوشی اور فخر سے مہر جانا ہے۔ تم سے وہی بات تعارف ہی اس لفظ سے ہو رہا تھا۔ اتنے حق سے "آپ تو توڑا لے پیا ہیں" کہنے والی میری بیٹی۔ ہر اب سے جب بھی تم مجھے اس بارے نام سے پکارا کرو گی تو خوشی کے ساتھ دل کو ہر بار ایک نیا درد اپنی ملا کرے گا جیسے تمہاری ماں کے نظروں میں چھپی گنت سے ملا ہے۔"

اسے پتا تھا خرد اپنی بات کا جواب پانے کے لیے اس کے کچھ کہنے کی منتظر ہے مگر وہ کچھ بولنے بغیر اس کی طرف دیکھے بغیر ایک دم ہی صوفے پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی نظریں اپنی سوئی ہوئی بیٹی پر جمی تھیں۔ وہ بیٹی جو موت کے من سے نکل کر باہر آئی تھی جسے اللہ نے ایک نئی زندگی عطا کی تھی۔ وہ بغیر قدموں کی کوئی آہستہ پیدائگی اپنی بیٹی کے پاس آیا۔

"آپ حرم کی برتھ ڈے پر کیوں نہیں آئے؟ گفت بھی نہیں آیا۔"

اس کی آنکھوں سے وہ آنسو بڑی آہستگی سے گر کر اس

گے گریبان میں جذب ہوئے اس نے رخ مڑ کر اپنا چہرہ خرد سے ملل طور پر چھپایا ہوا تھا۔ اس نے جبکہ بڑی خاموشی سے اپنی بیٹی کی پیدائشی پوچھا۔

"تمہاری ماں سے معافی مانگنے کے قابل تو نہیں ہوں۔ مگر تم اپنے پاپا کو معاف کر دو حرم اس کی ہر زیادتی کے لیے۔ تمہارے پاپا تم سے وعدہ کرتے ہیں جو ان چار برسوں میں ہوا وہ اب زندگی میں کبھی نہیں ہوگا۔ بس صرف ایک بار معاف کر دو اپنے پاپا کو۔"

وہ بے آواز اپنی گہری سینه سوئی بیٹی سے ہم کلام تھا یوں جیسے اس کے دل سے نکلی یہ ساری باتیں سیدھی اس کے دل تک پہنچ رہی تھیں۔

* * *

وہ سخت مضطرب تھیں۔ وہ کل رات سے کئی مرتبہ اشعر کے موبائل پر کل کر چکی تھیں۔ وہ ان کی کل کر لینی نہیں کر رہا تھا۔ اشعر سے انہیں کوئی کلام نہیں تھا جو لاکھ عمل انہوں نے اس انہونی اور خطرناک صورت حال سے منٹنے کے لیے طے کیا تھا اس میں اشعر سے نہیں انہیں اس ذلیل لڑکی سے جا کر بات کرنا تھی جو اپنی اوقات بھول گئی اس بے حیثیت لڑکی کو اس کی اوقات یاد دلاتی تھی۔

اشعر سے تو وہ صرف سلام دعا کر کے اسے اپنے واپس آنے کی اطلاع دے کر بہت دیر میں اسے سے اجازت بیات کرنا چاہتی تھیں۔ اگر اشعر ان سے یہ بات چھپا کر کہتا تو وہ بھی خود کو انجان ہی ظاہر کرنا چاہتی تھیں۔ وہ جلد بازی میں کوئی اور چھانڈ کر کے اپنی عمر بھر کی ریاضت اپنا اکلوتا بیٹا کھونے کا سوچ بھی کیسے سکتی تھیں۔

کراچی واپس آنے سے پہلے برسوں شام جوان کی اشعر سے آخری بات ہوئی تھی۔ وہ ان سے اسی محبت بھرے لہجے میں مخاطب تھا۔ جس میں ہمیشہ ہوا کرتا تھا۔ اگر خرد اسے کچھ بتا چکی ہوئی تو اس کا دل معمول کے مطابق کس طرح ہو سکتا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کے ہر انداز اور ہر ادا سے واقف تھیں۔

اگر اسے چھائی کا رتی برابر بھی علم ہو گیا ہو تا تو وہ ان کے ساتھ محبت اور جاہت سے باتیں کرنے کا زورامد بھی کر ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ اس کا مزاج ہی نہیں تھا۔

وہ صبح ساڑھے دس بجے اشعر کے دفتر فون کر چکی تھیں۔ اس کی سیکرٹری نے بتایا تھا کہ اس کا بھی کچھ ہی آہ

تعل فون آیا ہے کہ وہ آج سارا دن آفس نہیں آئے گا۔
 اشعر کے آفس کے بعد انہوں نے پورے بارہ بجے کے
 قریب ہاسپٹل اشعر حسین کی کوئی relative بن کر فون
 کیا تو وہیں سے پتا چلا کہ اشعر حسین کی بیٹی کو آج صبح
 ہاسپٹل سے ڈسچارج کیا جا چکا ہے۔

اب ساڑھے بارہ بج رہے تھے اور وہ اس وقت کھڑکی
 میں کھڑی بے قراری کے عالم میں اشعر کا موبائل نمبر پھر ملا
 رہی تھیں ان کی نگاہوں کے سامنے گاڑوں کا پھر حصہ اور
 پورچ پورا پورا واضح تھا۔ وہ اشعر کو کال ملاتی ہے، دھیانی
 سے پورچ کی طرف دیکھ رہی تھیں کہ اچانک ہی ان کی نگاہ
 پورچ میں کھڑی سیاہ گاڑی کے لوہے پر پڑی۔ ان کی اچھتی بے
 دھیانی ہی نگاہ بے ساختہ ٹھنک کر اس سیاہ گاڑی کے
 اوپر جم گئی۔ اشعر کی گاڑی؟

اشعر کی گاڑی یہاں کیسے؟ وہ کل اندر گھر واپس آئی ہیں
 اور کل دوپہر سے گھر پر ہی ہیں اور اس دوران اشعر گھر پر
 بالکل نہیں آیا پھر اس کی گاڑی کیسے؟ ان کے گھر میں چینی
 گاڑیاں تھیں۔ سب کی سب انہیں نیچے اپنی اپنی خصوصیت
 بتھو کر کھڑی نظر آ رہی تھیں۔

وہ تیزی سے نکل کر اپنے کمرے سے باہر آئیں۔
 انہوں نے ایک ایک کر کے تمام ملازمین سے پوچھ ڈالا کہ
 کیا کل اشعر گھر آیا تھا۔ انہوں نے جھملا کر جواب دیا کہ
 ہلویا۔ اس کا جواب انہوں نے تھا پوچھ دیا کہ اشعر کے آنے
 اور جانے کا جو وقت اندازاً بتا رہا تھا وہ دو ڈھائی گھنٹوں پر
 مشتمل بن رہا تھا۔ وہ شام میں گھر آیا تھا۔ دو ڈھائی گھنٹے
 تک رہا اور ان سے طے نہیں چلا گیا؟ اور سب سے اہم سوال
 آخر وہ کیوں اتنی خاموشی سے آکر اتنی ہی خاموشی سے
 واپس بھی گیا گیا وہ بھی اپنی گاڑی میں کھڑی چھوڑا کر۔

اپنے ہاتھ میں موجود موبائل سے وہ ایک مرتبہ پھر اشعر
 کو کال ملا رہی تھیں۔ ان کے قدم اپنے کمرے کی طرف
 تھے۔ موبائل کلن سے لگائے انہیں اشعر کے موبائل پر
 تیل جاتی سنائی دے رہی تھی لیکن اس تیل کے ساتھ ہی
 انہیں ایک رنگینگ ٹون بھی سنائی دی تھی۔ ان کے قدم
 بے اختیار ٹھیک کر رک گئے۔ وہ اشعر کے کمرے کے
 سامنے کھڑی تھیں۔ موبائل پر ہوا ان کے کان سے لگا تھا۔
 ان کے موبائل سے جس موبائل پر کال ملانی جاری تھی
 اس کی گھنٹیاں اندر اس کمرے میں بج رہی تھیں۔ ایک
 سیکنڈ سے بھی کم وقت میں انہوں نے کمرے کا دروازہ

کھولا۔ شاید بے قراری کے عالم میں بھاگتی ہوئی وہ کمرے
 کے اندر آئیں۔ اشعر کا موبائل صوفے پر لٹا ہوا زور زور
 سے بج رہا تھا۔ اس موبائل پر سے ہوئی ان کی نگاہیں
 کمرے میں قائمیں پر اور پھر بھرے کچھ کاغذوں پر پڑی
 تھیں۔

جس کاغذ تک وہ سب سے پہلے پہنچیں انہوں نے
 جبکہ کمرے اٹھایا۔ اس کاغذ کو انہوں نے اپنی نگاہوں کے
 سامنے کیا اور ان کا جو ایک دم کاہل سے اڑ گیا تھا۔
 وہ خط نہیں ایک ہم تھا ایک زور دار دھماکا ہوا تھا اور ان
 کے جسم کے کسی نہ کسے اڑاوا لے تھے۔ وہ کاغذ ان کے
 ہاتھوں سے پھوٹ کر اڑیں گرا۔ کیا ساری بازی الٹ گئی؟
 کیا وہ ہار گئیں؟ کیا سارا کھیل ختم ہو گیا؟ کیا زندگی مکمل
 طور پر ان کے خلاف چلی گئی؟ ان کے دل میں زور زور
 سے دھماکے ہو رہے تھے انہیں ارد گرد کچھ دکھائی نہیں
 دے رہا تھا۔



وہ اپنے کمرے میں شکست خوردہ اور نڈھال بیٹھا تھا۔
 صبح حرم کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا اور دن کے
 ساڑھے گیارہ بجے وہ لوگ گھر واپس آ چکے تھے۔ حرم کی
 معصومانہ باتوں کے جواب دینے اور ڈاکٹرز ہسپتال کے دیگر
 عملے سے ضروری بات چیت، گھر جا کر حرم کو کس نوعیت کا
 احتیاط اور رہنمائی کی ضرورت ہوگی، اس حوالے سے
 ہدایات لینے اور الوداعی کلمات کہنے کے سوا اس نے آج
 صبح سویرے سے اب تک کوئی اور بات نہیں کی تھی۔ وہ
 بالکل خاموش تھا۔ وہ کل رات سے خاموش تھا وہ آج صبح
 سے بالکل خاموش تھا۔ گھر آنے کے بعد کچھ دیر حرم کے
 پاس بیٹھنے اس کی پیکانہ معصومانہ باتوں کو آسویں سنتے
 رہنے کے بعد اب جب وہ سو گئی تھی تب وہ اٹھ کر اپنے
 کمرے میں گیا تھا۔ وہ ایک مکمل طور پر ٹوٹا اور بکھرا ہوا
 انسان تھا۔ اس نے دروازے پر تیل سنی تھی لگتا تھا کوئی
 تیل جانے کے بعد اس پر سے ہاتھ اٹھا یا بھول گیا ہے۔ اٹھ
 کر جا کر دیکھنے کی اس میں سکت نہ ہوئی وہ تھکے ہوئے
 نڈھال سے اندازتیں صوفے پر بیٹھا رہا۔



وہ سوئی ہوئی حرم کے پاس بیٹھ رہی تھی۔ اس کی بیٹی
 صحت یاب ہو کر زندہ سلامت گھر واپس آگئی تھی۔ وہ اللہ

کا شکر ادا کرتی رہی سوئی ہوئی بیٹی کو محبت بھری نظروں سے
 دیکھ رہی تھی۔ اشعر اس کی بات کے جواب میں کچھ بھی
 نہیں بولا تھا۔ وہ صبح ساڑھے بار بجے جب ہسپتال آیا تھا
 اس وقت سے بالکل خاموش تھا۔ اسے وہ ایک مکمل طور پر
 بدلا ہوا اور مختلف انسان نظر آ رہا تھا۔ لیکن اشعر نے کوئی
 جواب اس نے مانگا بھی کب تھا۔ حرم سے جدائی کا فیصلہ تو
 اس کا اپنا فیصلہ تھا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔ وہ
 کس طرح زندہ رہے گی؟ حرم کے بغیر اکیلی ٹوٹا ہوا دلہن جا
 کر وہ زندگی کو نئے سرے سے پھرے کس طرح شروع کر
 پائے گی؟ اس نے تیل کی زور دار آوازیں سنیں۔ نینت
 دو واڑہ کھولنے کے لیے کئی کئی گھنٹے ایک سیکنڈ بھی نہیں گزرا
 تھا جب اس کے کمرے کا دروازہ بہت زور دار دھماکے سے
 پورا کاپورا راکھ ٹوکائی اندر داخل ہوا۔

”بس مئی آگے ایک لفظ مت بولے گا۔ آگے ایک
 بھی لفظ میری بیٹی کے لیے مت بولے گا۔“
 ان کی چلائی آواز کو اشعر نے سختی سے کٹ دیا۔ وہ
 وار تک دیتی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔
 ”اشعر تم؟ تم اس لڑکی کی باتوں میں آگے۔ پوچھو اس
 سے کیا شیوت ہے اس کے پاس اس بات کا کہ اس کی بیٹی
 کے باپ تم ہو؟“

”اگر حرم میری بیٹی ہے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں تو
 شیوت تو اس بات کا بھی کوئی نہیں ہے کہ میں بصیرت
 حسین ہی کا پٹا ہوں۔“ اشعر ایک مہی یوں چلا جیسے اندر
 ہی اندر پٹا کوئی لادا اچانک ہی بھٹ گیا ہو۔
 ”اشعر؟“ انہوں نے بے یقینی سے بیٹے کو دیکھا۔
 ”اشعر تم مجھے اپنی ماں کو گالی دے رہے ہو؟“ ان کا غلط
 ہل میں ختم ہو گیا تھا۔

”آپ کو نہیں مئی ایس خود کو کال دے رہا ہوں اور گالی تو
 ہر صورت مل ہی مجھے رہی ہے مئی۔ میں بصیرت حسین کا
 بیٹا ہوں یا نہیں گالی مجھے ہی مل رہی ہے حرم میری بیٹی ہے
 یا نہیں گالی تب بھی مجھے ہی ملنی چاہی ہے۔ کوئی میری ماں
 کو گالی دے یا میری بیٹی کو گالی تو مجھے ہی دینی گالی؟“

وہ اس بار چلا گیا تھیں تھا وہ ایک ایک لفظ توڑ توڑ کر بول
 رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔ اس کی آواز
 بھڑکتی ہوئی تھی۔ انہوں نے زندگی میں بھی اپنے بیٹے کو
 روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں بھرت
 آنسوؤں کو سکت کھڑی دیکھ رہی تھیں۔
 ”مئی! کیا جب میں پورا ہوا تھا تو نے ہی آپ سے گواہی
 مانگی تھی کہ میں ان ہی کا بیٹا ہوں؟ کیا دنیا کی ہر ماں سے

اپنی سورتیں لہرو ڈا گیا۔



اس لپار نمٹ کے دروازے پر آکر انہوں نے تیل پر
 ہاتھ رکھا۔ چوٹی انداز میں وہ تیل کو اس وقت تک دبائے
 رہیں جب تک کہ دروازہ کھول نہیں دیا گیا۔
 ”آپ کو کس سے ملنا ہے؟“ اسے دھکیل کر سامنے
 سے ہٹائی وہ اندر داخل ہو گئیں۔ وہ کسی زخمی شیرینی کی
 طرح اسے تھلا شے لگیں۔

وہ فریاد حسین ہیں کوئی معمولی عورت نہیں۔ وہ زندگی
 میں کبھی نہیں ہاری ہیں۔ انہیں کبھی بھی کوئی ہرا نہیں سکا
 ہے۔ وہ سیدھی سیدھی اس کے سر پر جا کر کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ
 انہیں دیکھ کر بیڑ پر سے اٹھ گئی تھی۔

”میرے بیٹے کو اپنی معصومیت کے جال میں پھنسا کر
 سمجھتی ہو اسے مجھ سے چھین لوگی؟ ساڑھے چار سالوں بعد
 کہیں سے مزہ اٹھا کر آو گی اپنے گناہوں کی ایک نشانی اس
 کے سامنے رکھو گی اور وہ اسے اپنی اولاد مان لے گا؟ میرا بیٹا
 ایسا احمق نہیں میرا بیٹا ایسا پاگل نہیں۔“

وہ حلق سے تیل پوری قوت سے چلائی تھیں۔ کوئی بہت
 تیزی میں چلا کرنے کے اندر آیا تھا۔ انہوں نے گردن گھما
 کر آنے والے کو دیکھا۔ وہ ان کا بیٹا تھا، وہ ان کا اشعر تھا۔
 لیکن وہ انہیں کین نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں
 انہیں بتا رہی تھیں وہ ان کی بات سن چکا ہے۔ اس کی
 آنکھوں میں موجود ناثر ان کے اندر خوف و ہمت کی ایک
 اقلتی سورتیں لہرو ڈا گیا۔

کون

جنوری 2008 کے شمارے کی ایک جھلک

☆ یادگار ناول

☆ سال بھر معروف شخصیات سے شاپن ریڈنگ کنکھو

☆ "زندگی کا حاصل ہیں ہم" سال بھر مصنفین سے دلچسپ سوال و جواب

☆ مشہوراداکارہ "سومیا علی" سے گفتگو

☆ "جاکھریا لگے" میں "جوہر علی مہاسن" کی باتیں

☆ "اس جی" نرسنگت کے علم سے

☆ "قاسم علی اور چاقا" گفتگو سے کھلنا نہایت کی آخری قسط

☆ آمدنی اور اخراجات کے سلسلے اور ناول

☆ صاحبزادہ اقبال اور قزوین یا سین کے نکل ناول

☆ خزانہ خزانہ اور ضامنہ اسحاق کی ناول

☆ صاحبزادہ امت اور شہزادہ میراگل اور سردار اہلی کی کہانی

اور مستقل دلچسپ سلسلے



اس شمارے کے ساتھ کون کتاب

ماہرہ کی ماہرہ سے آپ کے لئے کون کتاب

"موسم سرما اور آپ"

نور کون کے چہرے کے ساتھ بیٹے سے

فائل نمونہ ہے

طرب کو بخینے گئی۔ وہ لڑکی نظریں جھکائے خاموش کھڑی تھی۔ وہ لڑکی اپنی ناکت خوردہ دشمن کو دیکھ نہیں رہی تھی۔

"آپ نے مجھے مار ڈالا ہے مہی۔ آپ نے مجھے زندگی سے لٹی اور آپ ہی نے میری زندگی ختم کر دی۔" وہ لڑکی پر ہاتھ رکھ کر اس پلار ٹنٹ سے باہر نکلتی۔ سامنے لخت لختی مگر وہ بیڑیوں پر سے استثنائی تیز رفتاری سے یوں اتر رہی تھی جیسے موت لن کے تعاقب میں آ رہی ہو۔ وہ تیزی سے بھاگتی اس بلڈنگ سے باہر نکل آئی تھی۔ وہ کھلے آسمان کے نیچے کھڑی تھی وہ خالی ہاتھ کھڑی تھی۔ "کون جیتا فریدہ حسین؟ جیت کس کوئی اور ہارا کون؟" کہیں سے جیسے کسی نجی آواز نے لن سے پوچھا تھا۔

"اس لڑکی سے سب کچھ چھین کر اسے ایک روز خالی ہاتھ کھلے آسمان تلے دنیا کی خاکوں میں بے امید کر کے ڈال دیا تھا۔ وہ لڑکی تو لیکن خالی ہاتھ نہیں رہی۔ خالی ہاتھ تو تم کھڑی ہو۔ اپنی زندگی بھر کی ساری پونجی اس آخری عمر میں آ کر تو تم نے تنوائی ہے۔ تمہارے ہاتھ کیا آیا تمہیں کیا ملا؟ تم نے سب کچھ گنوا دیا ہے اور اس نے سب کچھ پا لیا ہے اس پاک و امن لڑکی پر تمہاری لگائی اپنی چالوں کی کاسیانی پر بڑا اترا نہیں پر ایک چال وہ تھی جو تم چل رہی تھی اور ایک چال وہ تھی جو اللہ نے چلی۔ اس لڑکی کی وہ نیاری اس میں اس خدا کی کیا حکمت پوشیدہ تھی؟ کبھی تم سے کوئی بات نہ چھپائے والا تمہارا بیٹا اپنی کا علاج تم سے خفیہ رکھ کر کروانے لگا۔ اسے اور اس کی ماں کو تم سے پوشیدہ رکھ کر کہیں اپنے ساتھ لے کر رہنے لگا اس میں اس اللہ کی کیا مصلحت شامل تھی؟ اللہ نے تم سے تمہاری زندگی کا حاصل تمہارا بیٹا چھین لیا اور اس اللہ کی گرفت ایسی سخت ہوتی ہے۔ وہ جب مظلوموں کا انتقام لیتا ہے تو تمہارے جیسے گناہ گاروں کو زمین اور آسمان کے بیچ کہیں بنا نہیں ملا کرتی۔"

آجاؤ گے تقدیر کی زد پر جو کسی دن ہو جائے جو معلوم خدا ہے کہ نہیں



"اگر یہ لڑکی باکرہ وار نہیں ہے تو پھر میں اپنے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں دنیا کی کوئی بیوی کوئی ماں باکرہ وار نہیں۔ ساری دنیا بھی آکر اگر اس کے خلاف کوئی دے میں تب

ہی اپنی زندگی کے چار سالوں تک باپ کے ہوتے تھے وہ جیسی جیسی زندگی گزارتی رہی یہ میری بیوی میرے ہوتے۔ لیکن وہ بے ساتیان اتنے برسوں تک زندگی سے تیار رہتی رہی۔ آج جس دن دونوں سے نظریں مائلے کے قہقہے نہیں رہا ہوں۔ مہی۔"

وہ زار و قطار روٹا آن کا وہی جھونٹا سا چند برسوں کا بیٹا لگا رہا تھا جسے روٹا دیکھ کر وہ اسے اپنی بانہوں میں چھپا لیا کرتی تھی۔

"خرو نے مجھ سے بے وفائی کی ہے آپ کے دکھانے اس جھوٹ کوچ جان کر بھی بیٹا رہا ہوں میں اس بات کے بعد بھی ساڑھے چار برسوں تک زندہ رہا ہوں لیکن آج یہ جان کر کہ میری زندگی میں جو کچھ بھی ہوا وہ سب کسی اور نے نہیں میری ماں نے میری اپنی ماں کی ماں نے کیا ہے۔ کیسے زندہ رہوں گا مہی؟ بیوی تو وہو کاوے سے کتنی بے لگن ماں تو وہو کا نہیں دیا کرتی۔ سب کچھ اپنے کانوں سے سن لینے کے باوجود جو بدترین لفظ ابھی آپ نے میری بیوی کے لیے بولے انہیں جان لینے سن لینے کے باوجود مجھے لیکن نہیں آ رہا کہ میری ماں ایسی ہو سکتی ہے۔ مجھ سے اتنی محبت کرنے والی ماں میرے ساتھ ایسا کر سکتی ہے۔"

وہ خرد کا ہاتھ چھوڑ کر روٹے روٹے فرس پر بیٹھ گیا تھا۔ "آپ نے مجھے مار ڈالا ہے۔ آپ نے اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے موت دے دی ہے مہی۔" وہ ہنسنے پر ابنا سر دکھا کر جھونٹے سے بیٹے کی طرح رو رہا تھا۔

وہ ان کا پیار سا ننھا سا بیٹا وہ اس کے پاس جانا چاہتی تھی وہ اسے گلے لگا کر اس کے تمام آنسو پونجی دیا چاہتی تھی۔ مگر وہ اس کے پاس کیسے جاتا۔ وہ بیٹے کے قریب نہیں جا رہی تھی وہ اپنے قدم اضافی ایک ایک قدم اپنے بیٹے سے دور جا رہی تھی۔

انہوں نے ایک نظر اتنے روتے ہوئے بیٹے پر ڈالی انہوں نے ایک نظر اس کے قریب بالکل ساکت اور خاموش کھڑی اس لڑکی پر ڈالی۔ وہ لڑکی ان کے بیٹے کے بالکل قریب کھڑی تھی اور وہ بیٹے کے مقابل کھڑی تھی۔

"تمہیں میرا کھلا پیٹھ ہے یہ خرد احسان اگر اس زندگی میں تم یہ ثابت کر کے دکھا سکو کہ تمہاری کوکھ میں پلٹا پچھ اشعر کا ہے۔ اگر اشعر تمہاری بات کا یقین کر لیتا ہے تا تو تم جیتیں میں ہاری۔"

ان کی اپنی آواز لیکن ہی ان دو دیوار میں چاروں

پونجی گواہیاں اور ثبوت طلب کیے جاتے ہیں اس کے بیٹے کے باپ کے بارے میں؟" بھراقی آواز میں اس نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا پھر ایک ایک قدم اٹھا تا وہ ان کے قریب سے گزرا تا خرد کے ساتھ جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے بیوی مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اگر یہ لڑکی باکرہ وار نہیں ہے تو پھر میں اپنے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں دنیا کی کوئی بیوی کوئی ماں باکرہ وار نہیں۔ ساری دنیا بھی آکر اگر اس کے خلاف کوئی دے میں تب بھی یہی بات کہوں گا۔"

اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں لیکن اس کا لہجہ مضبوط تھا۔

"اشعر۔۔۔" ان کے لبوں پر قہقہے سے بڑگئے تھے وہ کچھ بھی بول نہیں پا رہی تھی۔ ان کا وجود کسی بھر بھری مٹی کی طرح بیٹھتا چلا جا رہا تھا۔

"ایسا ظلم تو کوئی بے زبان جانوروں پر بھی نہیں کر سکتا مہی جو آپ نے اس لڑکی پر جو میری بیوی ہے کیا۔ کیا بگاڑا تھا اس نے آپ کا؟ کون سا نقصان پہنچایا تھا اس نے آپ کو؟ آپ کو یہ اتنی ہی بری لگتی تھی اتنی ہی ناقابل برداشت لگتی تھی آپ مجھ سے کہیں؟" اشعر مجھ سے تمہاری بیوی برداشت نہیں ہوتی اسے ملاقات دے دو۔" میں آپ کی خاطر اسے چھوڑ سکتا تھا اس سے کہیں بہتر ہوتا ہے مجھ سے صاف لفظوں میں اس سے اپنی نفرت بتا دیجئے۔ میں ماں اور بیوی میں سے ماں ہی کو چھینا۔ پھر یہ سب کیوں مہی؟ آپ نے خرد کو نہیں آپ نے ہم کو نہیں آپ نے تو مجھے اپنے بیٹے کو توڑ ڈالا۔ کیوں مہی کیوں؟ میں تو آپ کا بیٹا تھا۔ خرو سے نفرت تھی مجھ سے کیا دشمنی تھی آپ کو۔" ان کے بیٹے کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے وہ آنسو ایک ایک کر کے اس کے گالوں پر بیٹے چلے جا رہے تھے۔

"اشعر! میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔ میں نے ساری دنیا میں سب سے زیادہ تم سے محبت کی ہے۔" وہ بڑے ٹوٹے ٹوٹے انداز میں بولیں وہ درہا جاتی تھی مگر ان کی آنکھوں سے آنسو نکل نہیں جا رہے تھے۔

"یہ کیسی محبت کی ہے آپ نے مجھ سے مہی؟ مجھے توڑ دیا مجھے ختم کر دیا مجھے اتنے لوگوں کا گناہ گار بنا دیا۔ مجھے ایک ہارا ہوا ناکام اور گناہ گار انسان بنا دیا۔ یہ میری معصوم

بھی یہی بات کہوں گا۔"

وہ کھڑکی کھول کر کھڑکی تاروں سے بھرے آسمان کو خاموشی سے تنک رہی تھی اس کی آنکھیں اشکوں سے بھری ہوئی تھیں۔

وہ قائلین پر گھنٹوں پر سر رکھے بیٹھا تھا اس نے حریم کی آواز پر اس کی کسی بات تک پر سر اور نہیں اٹھایا تھا۔ نجانے کب کب کے اور کس کس بات کے آنسو تھے جو وہ باہر جا رہا تھا۔

وہ حریم کو کھانا کھلا کر دوادے کر سلا چکی تھی! بہت ٹھنڈی خوشگوار سی ہوا چل رہی تھی اس کے دلنا کو چھوٹی یہ ہوا آج سے پہلے بھی ایسی اچھی نہیں لگی تھی تاروں سے سجایا آسمان پہلے بھی اتنا حسین نہیں لگا تھا۔

"خرد!" اس نے اس شخص کی توازی اس نے گھوم کر اس شخص کو دیکھا وہ ہاتھوں سے اپنے چہرے پر پتھرے آنسوؤں کو صاف کرتا قائلین پر سے اٹھ کر اس کے قریب آئے لگا۔ اس کے دل کی زمین بجز ہونٹوں ہی ویران ہو گئی تھی وہاں پر پھر محبت کی فصل لگانا ہی کو نہیں چھوٹا اور محبت کے پھولوں کا کھیلنا نجانے اب ممکن بھی رہا تھا کہ نہیں۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی اس بہت مشکل فیصلے کی کشمکش میں جتلا رہا وہ اسے دیکھ رہی تھی کہ ایک دم ہی وہ اس کے پیروں کے قریب گھنٹوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔

"میرے پاس اپنی صفائی میں کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں۔ جو میرا آنا ہے وہ محبت کی عدالت میں قابل معافی ہو ہی نہیں سکتا۔ محبت کرنے والے مجھ جیسے سفاک اور تنگ دل نہیں ہوتے خرد۔ محبت کرنے والے مجھ جیسے بے گز نہیں ہوتے۔ تم مجھے کبھی بھی معاف مت کرنا خرد! لیکن صرف حریم کے لیے ہماری بیٹی کے لیے مجھے ایک بار پھر قبول کر لو۔ اگر حریم ہماری زندگی میں نہ ہوتی تو میں میں خود کو پیش پیش کے لیے تم سے کیسے دور لے جاتا۔ لیکن یہ ہماری بیٹی اسے صرف محبت کرنے والے باپ کی نہیں اسے بہت محبت کرنے والی اپنی ماں کی بھی ضرورت ہے۔ میرے لیے نہیں اپنے لیے نہیں صرف حریم کے لیے! صرف ہماری بیٹی کے لیے خرد! صرف ہماری بیٹی کے لیے۔"

اس نے بھرائی آواز میں آہستہ آہستہ بولتے اس کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ لیے تھے۔ وہ اس کے پیروں

کے قریب زمین پر گھنٹوں کے بل بیٹھا اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے ہوئے تھا۔ اس کے دل کو جیسے کسی نے منجھی میں لے کر مسل ڈالا تھا۔ وہ ایک دم ہی اس کے سامنے فرش پر گر سی گئی تھی۔ اس کے بندھے ہاتھوں کو اس نے ایک بل میں کھول ڈالا تھا اور اگلے بل وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر زار و قطار رو رہی تھی۔

وہ گم رہا تھا مجھ سے کبھی محبت مت کرو اور محبت وہ تو ایک ہی بل میں کیسے سے نکل کر ان کے پیچھے آگزی ہوئی تھی۔ اپنی حیثیت منواتی ہوئی اپنا وجود تسلیم کرواتی ہوئی۔ "بہر چند یہ فنا ہو سکتا ہے مگر میں نہیں مجھے اللہ نے کبھی بھی نہ ختم ہونے کے لیے پیدا کیا ہے۔"

"میں تمک گئی زندگی سے اکیلے لڑتے لڑتے تھا زار زار کر جیتے جیتے۔ میں سونا چاہتی ہوں پر سکون اور گہری نیند کوئی میری حفاظت کرنے والا ہو اور میں اطمینان سے سو سکوں۔"

اس نے اپنے سینے پر رکھا اس لڑکی کا سر اپنے ہاتھوں سے بڑی آہستگی سے لوہا اٹھایا۔ برسوں کی جھکن لیے جو آنسو اس لڑکی کی آنکھوں میں تھے وہی آنسو اس کی آنکھوں میں بھی اٹھ آئے تھے۔ بہت لمبے دشوار گزار سفر کے بعد آرام پانے کے لیے اس لڑکی نے اپنا سر اس کے کانڈھے پر رکھ دیا تھا۔

وہ اس کے کانڈھے پر سر رکھ کر رو رہی تھی اور وہ اس کے سر پر چہو لگا کر آنسو بہا رہا تھا۔ ان کے آنسو باہم گھل مل رہے تھے۔

کڑی مسافتیں طے کر کے آئے وہ دونوں مسافر بہت چھٹکے ہوئے تھے۔ ان کے ہاؤس شل تھے اور جسم سفر کی صعوبتوں سے نڈھال تھے۔ ایک دوسرے کے وجود میں پناہ ڈھونڈتے وہ تھکاٹے کیے سفر کی ساری جھکن اٹار رہے تھے۔

